IBA Institute of Business Administration Karachi
Leadership and Ideas for Tomorrow

iRepository

China Study Centre - Research and Reports

China Study Centre

2023

چینی لوک کہانیاں / Chinese Folk Stories

China Study Center, Institute of Business Administration Karachi, Pakistan

وجیہ احمد صدیقی

Follow this and additional works at: https://ir.iba.edu.pk/csc-research-reports

Part of the Folklore Commons, and the Social and Cultural Anthropology Commons

Recommended Citation
China Study Center, Institute of Business Administration Karachi, Pakistan., & صدیقی, و. (2023). *چینی لوک کہانیاں / Chinese Folk Stories*. IBA Press. Retrieved from https://ir.iba.edu.pk/csc-research-reports/4

This document is brought to you by *iRepository*. For more information, please contact irepository@iba.edu.pk.

CSC IBA

China Study Center

Institute of Business Administration

چینی لوک کہانیاں

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

پیش لفظ

کسی ملک کی ثقافت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کے ادب کو سمجھا جائے ، وہاں کی لوک کہانیاں معاشرے کی اچھائیوں اور خرابیوں کی نشاندھی کرتی ہیں ۔چین اور پاکستان کی تہذیبیں دنیا کی نہایت قدیم تہذیبوں میں شمار ہوتی ہیں وادی سندھ اورچین کی تہذیب کم ازکم پانچ ہزار سال پرانی ہیں ۔ان دونوں میں کوئی نہ کوئی ثقافتی رشتہ بھی ہوگا اس رشتے کی جڑوں کا سراغ لگانا چاہیے۔ موجودہ دور میں اس رشتے کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے چائنا اسٹڈی سنٹر انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن(آئی بی آے) کراچی یونیورسٹی نےچینی لوک کہانیوں کے تراجم شائع کرنے کا فیصلہ کیااور اب وہ ایک حقیقت کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔

چینی لوک کہانیوں کے تراجم پر مبنی اس کتاب کو آپ کے سامنے لانے میں ہائر ایجوکیشن کمیشن(ایچ ای سی)جس عزم اور جذبے سے مالی اور انتظامی طور پر مدد دی ہے ، اس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں ۔ یقیناًچین کے ساتھ تعلیمی اور ثقافتی روابط اور تعاون میں ہائر ایجوکیشن کمیشن کا کردار نمایاں اور قابل فخر ہے۔

میں ایچ ای سی کے چیئرمین عزت مآب ڈاکٹر مختار احمد اور ایچ ای سی کے معززممبر لیفٹیننٹ جنرل (ر) محمد اصغر کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتاہوں کہ ان کی دور اندیش قیادت اور مخلصانہ اور بے لوث تعاون نے اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ دو قدیم تہذیبوں کی ثقافتوں کو فروغ دینے کے لیے ان کی لگن متاثر کن اور انمول ہے۔

میں ایچ ای سی(سی پی ای سی)کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر صفدر علی شاہ اور ایچ ای سی (سی پی ای سی) کی ڈپٹی ڈائریکٹر آنسہ صائمہ اصغر کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ انہوں نے اس منصوبے کو مزید تقویت بخشی اور اس کی تکمیل میں سہولت فراہم کی۔

میں کتاب کے مترجم جناب وجیہ احمد صدیقی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی انتھک کوششوں نے ان چینی لوک کہانیوں کواردو کے قالب میں ڈھالا۔ اس کام میں آپ کی مہارت اور لگن انتہائی قابل تعریف ہے۔ان کے ساتھ ساتھ ہم چائنا اسٹڈی سنٹر کے معاون تحقیق جناب انس ڈھرکے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہر مرحلے پر کتاب کی تیاری میں نہایت دل جمعی کے ساتھ اپنا کردار ادا کیاجس کے نتیجے میں کتاب کی بروقت اشاعت ممکن ہوسکی ۔

قارئین کا خصوصی طور پر شکریہ کہ انہوں نے چین کے کلاسیکی ادب سے آگہی کے لیے اس کتاب کا انتخاب کیا ۔چین آج کی دنیا میں ابھرتی ہوئی اقتصادی قوت ہے ، تاریخی طور پرجس کا نہایت قدیم تہذیبی ،ادبی اور ثقافتی پس منظر ہے ۔

یہ کتاب باہمی تعاون کے جذبے اور ثقافتی تبادلے کی پائیدار اہمیت کا ثبوت ہے۔ چیرمین ہائر ایجوکیشن کمیشن، ڈاکٹر مختار احمد، ممبرلیفٹیننٹ جنرل محمد اصغر، ڈائریکٹرڈاکٹر صفدر علی شاہ،ڈپٹی ڈائریکٹر آنسہ صائمہ اصغر، کے ساتھ ساتھ اپنے باصلاحیت مترجم اوراپنے باذوق قارئین کا، میں اس پروجیکٹ کو حقیقت بنانے پر تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مخلص،

ڈاکٹر ناصر افغان

ڈائریکٹر چائنا اسٹڈی سینٹر

انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن(آئی بی آے)

کراچی

فہرست

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
١	نوسروں والاپرند	٤
٢	کالاجادو	٦
٣	قدیم انسان	٩
٤	کنفیوشس کا ایک افسانہ	١٠
٥	ایپ سن ووکنگ	١١
٦	بانس اور کچھوا	٢٨
۷	لیو کنگ کی خوب صورت بیٹی	٣٥
٨	درندوں کا غار	٤٠
٩	کانسٹیبل	٤٥
١٠	لکڑی کے پل پر کیک شاپ	٥٠
١١	موسم سرما کی نیند کے بعد ڈریگن	٥٣
١٢	ڈریگن شہزادی	٥٤
١٣	منحرف شہزادی	٦٠
١٤	خطرناک انعام	٦٦
١٥	ڈسچانگ لیانگ	٦٨
١٦	آٹھ لافانی (١)	٧٠
١۷	آٹھ لافانی (٢)	٧٣
١٨	خوش قسمتی کا پسندیدہ اور بد قسمتی کا بچہ	٧٥
١٩	لومڑی اور شیر	٧٧
٢٠	لومڑی اور کوا	٧٨

۲۱	آگ کا خدا	۷۹
۲۲	پھول یلوس	۸۰
۲۳	چار ڈریگن	۸۳
۲٤	فاکس فائر	۸۵
۲۵	اڑنے والا دیو	۸۷
۲٦	راہب پری	۸۹
۲۷	عظیم سیلاب	۹۵
۲۸	سونے کی ڈلی	۹۸

١

نو سروں والا پرندہ

بہت پہلےکی بات ہے کہ ایک ملک کے بادشاہ اور ملکہ کی اکلوتی بیٹی تھی ۔ ایک دن شہزادی باغ میں ٹہل رہی تھی کہ اچانک بہت خوفناک طوفان آیا اور اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ یہ طوفان نو سروں والے پرندے کی طرف سے آیا تھا، جو شہزادی کو اغواء کرکےاپنے غار میں لے آیا تھا۔ بادشاہ بہت پریشان ہوا کہ اس کی بیٹی کہاں غائب ہو گئی ہے، اس لیے اس نے پورے ملک میں اعلان کر دیا: "جو کوئی شہزادی کو واپس لائے گا اس کی شادی شہزادی کے ساتھ کردی جائے گی!"

ایک نوجوان نے اس پرندے کو اس وقت دیکھا تھاجب وہ شہزادی کو اپنے غار میں لے جا رہا تھا۔ یہ غارچٹان کی ایک سیدھی دیوار کے بیچ میں تھا۔ نہ کوئی نیچے سے اس پر چڑھ کر آسکتا تھا اور نہ اوپر سے اس غار میں داخل ہوسکتا تھا۔ جب نوجوان چٹان کے گرد چکر لگارہا تھا تو ایک اور نوجوان اس کےقریب آیا اور اس سے پوچھا کہ تم وہاں کیا کر رہے ہو؟ تو پہلے نوجوان نے اسے بتایا کہ نو سروں والا پرندہ بادشاہ کی بیٹی کو اٹھا کر اپنے غار میں لے آیا ہے۔

دوسرا نوجوان جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے اپنے دوستوں کو بلایا، اور انہوں نے دونوں نوجوانوں کو ایک ٹوکری میں غار میں اتارا۔ اور جب وہ غار میں گیا تو دیکھا کہ بادشاہ کی بیٹی وہاں بیٹھی ہے اور پرندے کے نو سروں سے زخم دھو رہی ہے۔ کیونکہ آسمانی شکاری نے اس کے دسویں سر کو کاٹ لیا تھا اور اس کے زخم سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔ تاہم شہزادی نے نوجوانوں کو چھپنے کا اشارہ کیا اوروہ ایک جگہ چھپ گئے۔ جب بادشاہ کی بیٹی نے پرندے کے زخم کو دھویا اور اس پر پٹی باندھی تو نو سروں والے پرندے کو اتنا سکون محسوس ہوا کہ یکے بعد دیگرے اس کے تمام نو سر سو گئے۔ پھر وہ نوجوان چھپنے کی جگہ سے نکلا اور پرندے کے نو سر تلوار سے کاٹ ڈالے۔ بادشاہ کی بیٹی نے کہا: ’’بہتر ہو گا کہ پہلے تم باہر نکل جاؤ اور میں بعد میں آؤں۔‘‘ نہیں ‘‘ نوجوان نے کہا۔ "میں یہاں نیچے انتظار کروں گا، جب تک آپ محفوظ ہاتھوں میں نہ پہنچ جائیں ۔" بادشاہ کی بیٹی پہلے جانے پرراضی نہ تھی۔ پھر آخر کار وہ قائل ہوگئی، اور ٹوکری میں چڑھ گئی۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے، اس نے اپنے بالوں سے ایک لمبا پن نکالااور اسے دو حصوں میں توڑ دیا اور ایک حصہ غار میں موجود نوجوان کودے دیا اور دوسرا اپنے پاس رکھ لیا۔ اس نے اپنا ریشمی رومال بھی دوٹکڑےکیا، اور نوجوان سے کہا کہ وہ اپنے دونوں تحائف کا اچھی طرح خیال رکھے۔ لیکن ہوا یہ کہ جب دوسرے آدمی نے بادشاہ کی بیٹی کو کھینچ لیا تو وہ اسے اپنے ساتھ لے گیا اور غار میں موجود نوجوان کوچیخنے چلانے کے باوجود نہیں نکالا۔

نوجوا ن نے اب غار کا معائنہ کیا۔ وہاں اس نے کئی کنواری لڑ کیاں دیکھیں، ان سب کو نو سروں والے پرندے نے اٹھا لیا تھا، اور وہ بھوک سے مر چکی تھیں اور دیوار پر چار کیلوں سے جڑی ایک مچھلی لٹکی ہوئی تھی ۔ جب اس نے مچھلی کو چھوا تو وہ ایک خوبصورت نوجوان میں بدل گئی، مچھلی سے اس کی جون بدلنے پر اس نے نوجوان کاشکریہ ادا کیا، اور وہ ایک دوسرے کےبھائی بن گئے۔ پہلے نوجوان کو بہت بھوک لگی تھی ۔ وہ غار کے سامنے خوراک کی تلاش میں نکلا، لیکن وہاں صرف پتھر ہی پڑے تھے۔ پھر، اچانک، اس نے ایک بڑا اژدہا دیکھا، جو ایک پتھر کو چاٹ رہا تھا۔ نوجوانوں نے اس کی تقلید کی، اور کچھ ہی دیر میں اس کی بھوک مٹ گئی۔ اس کے بعد اس نے ڈریگن سے پوچھا کہ وہ غار سے کیسے نکل سکتا ہے، اور ڈریگن نے اپنا سر اپنی دم کی سمت میں ہلایا، اور کہا کہ وہ اس پر بیٹھ جائے۔ چنانچہ نوجوان دم پر بیٹھ گیا لیکن پلک جھپکتے ہی وہ زمین پر گر گیا، اور اژدہا غائب ہو گیا تھا۔ پھر وہ آگے بڑھا یہاں تک کہ اسے خوبصورت موتیوں سے بھرا کچھوے کا خول ملا۔ وہ جادوئی موتی تھے، اگر آپ انہیں آگ میں پھینک دیں تو آگ جلنا بند ہو جائے گی اور اگر آپ انہیں پانی میں پھینک دیں تو پانی تقسیم ہو جائے گا اور آپ اس کے درمیان سے گزر سکتے ہیں۔ نوجوان نے کچھوے کے خول سے موتی نکال کر اپنی جیب میں ڈال لیے۔ کچھ ہی دیر بعد وہ سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ یہاں اس نے ایک موتی سمندر میں پھینکا، اور فوراً ہی پانی تقسیم ہو گیا اور وہ سمندری ڈریگن کو دیکھ سکتا تھا۔ سمندری اژدہےنے پکارا "یہاں میری ہی بادشاہی میں مجھے کون پریشان کر رہا ہے؟" نوجوان نے جواب دیا: "میں نے کچھوے کے خول میں موتی پایا، اور ایک کو سمندر میں پھینک دیا، اور اب پانی میرے لیے تقسیم ہو گیا ہے۔" ڈریگن نے کہا، ’’اگر ایسا ہے تو میرے ساتھ سمندر میں آؤ ہم وہاں اکٹھے رہیں گے۔‘‘ پھر نوجوان نے اسے اسی اژدہے سے پہچان لیا جسے اس نے غار میں دیکھا تھا اور اس کے ساتھ وہ نوجوان تھا جس کے ساتھ اس نے بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا تھا وہ ڈریگن کا بیٹا تھا۔

بوڑھے ڈریگن نے کہا، "چونکہ تم نے میرے بیٹے کو بچایا اور اس کے بھائی بن گئے ہو اب میں تمہارا باپ ہوں۔" اس نے کھانے اور مشروب سے اس کی خاطر مدارات کی۔

ایک دن اُس کے دوست نے اُس سے کہا: ’’میرے والد آپ کو انعام دینا چاہتے ہیں۔ لیکن ان سے نہ کوئی پیسہ، نہ ہی کوئی زیور،مانگنا بلکہ ان سے ے صرف لوکی کا فلاسک مانگنا ۔ اس سے آپ اپنی ہر خواہش پوری کرسکتے ہیں۔‘‘

پھر اس نوجوان سے ، بوڑھے ڈریگن نے اس سے پوچھا کہ وہ انعام کے طور پر کیا چاہتا ہے، تو نوجوان نے جواب دیا: "مجھے نہ رقم چاہیے اور نہ ہی کوئی زیور۔ میں صرف ادھر رکھا ہوا چھوٹا لوکی کافلاسک چاہتا ہوں۔"

ڈریگن تو اس فلاسک کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا ، لیکن آخر کار اس نے وہ فلاسک نوجوان کے حوالے کردیا اور پھر نوجوان ڈریگن کے قلعے سے باہرنکل گیا۔

جب اس نے دوبارہ خشک زمین پر قدم رکھا تو اسے بھوک لگی۔ ایک دم اس کے سامنے ایک دسترخوان سج گیاجس پر عمدہ اور پرتعیش کھانے تھے۔ اس نے کھایا پیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد اسے تھکاوٹ محسوس ہوئی۔ اور وہاں ایک گدھا کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا، جس پر وہ سوار ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک سوار ہونے کے بعد اسے گدھے کی چال بہت ناہموار لگ رہی تھی، اور ساتھ میں ایک ویگن آئی، جس میں وہ چڑھ گیا۔ لیکن ویگن نے بھی اسے بہت تھکاکر رکھ دیا، اور اس نے سوچا: "کاش میرے پاس ایک پر تعیش کوچ ہوتی ! یہ میرے لیے بہتر ہوتی۔‘‘ اس نے ایسا سوچا ہی تھاکہ اس کے سامنے پر تعیش کوچ آگئی اور کوچ چلانےوالے اُسے اُس شہر میں لے گئے جس میں بادشاہ، ملکہ اور اُن کی بیٹی رہتی تھی۔

وہاں جب دوسرا نوجوان بادشاہ کی بیٹی کو واپس لے کرپہنچا تو بادشاہ کی جانب سے شہزادی کی شادی اس سےکرنے کا فیصلہ ہوا۔ لیکن بادشاہ کی بیٹی راضی نہیں ہوئی اس نےکہا "یہ وہ آدمی نہیں ہے جس نے مجھے بچایا تھاجب میرا نجات دہندہ آئے گا تو وہ اپنے ساتھ میرے بالوں کا آدھا پن اور میرا آدھا ریشمی رومال بطور نشانی لے کرآئے گا۔" لیکن جب شہزادی کا مطلوبہ نوجوان کافی دنوں تک نہیں ملاتو دوسرے نوجوان نے بادشاہ پر دباؤ ڈالاتو بادشاہ بے صبرا ہو گیا اور کہنے لگا: "شادی کل ہی ہو گی۔" تب بادشاہ کی بیٹی اداس ہو کر شہر کی گلیوں میں اپنے نجات دہندہ کوتلاش کرنے کے لیےگھومنے لگی۔

اور یہ وہی دن تھا جب اس نوجوان کی کوچ شہر میں آئی تھی ۔ بادشاہ کی بیٹی نے نوجوان کے ہاتھ میں اپنا آدھا ریشمی رومال دیکھا، تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائی اور اس نوجوان کو اپنے باپ کے پاس لے گئی۔ وہاں نوجوان نے شہزادی کے بالوں کا نصف ِ◌ِ◌پن دکھانا پڑا، جو دوسرے پر بالکل فٹ تھا، اور بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ شہزادی کو بچانے والا یہی صحیح، سچا نجات دہندہ ہے۔ شہزادی کو بچانے والے جھوٹے دعویدار کو سزا دی گئی، شادی کی تقریب ہوئی، اور وہ انہوں نے اپنی باقی زندگی ہنسی خوشی گزاری۔

۲

کالا جادو

جنوب مغرب میں رہنے والے جنگلی کالے جادو میں بڑی مہارت رکھتے ہیں ۔ وہ اکثر چین کی وسطی ریاست کے مردوں سے اپنی بیٹیوں کی شادی کا وعدہ کرکے اپنے ملک کی طرف راغب کرتے ہیں، لیکن ان کے وعدوں پر بھروسہ نہیں کیا جاتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک غریب گھرانے کا بیٹا تھا، جو ایک جنگلی آدمی کا داماد بننے کے لیے تین سال تک اس کی مزدوری کرنے پر راضی ہوا۔ اس مدت کے مکمل ہونے پرشادی کا جشن منایا گیا تھا، اور جوڑے کو رہنےکے لئے ایک چھوٹا سا گھر دیا گیا تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ اس میں داخل ہوئے تھے کہ بیوی نے اپنے شوہر کو ہوشیار کیا کہ وہ اپنی حفاظت خود کرے ، کیونکہ اس کے والدین اسے پسند نہیں کرتے ہیں ، اور اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ رسم کے مطابق وہ پہلے روشن لالٹین لے کر گھر میں داخل ہوئی لیکن جب دولہا اس کے پیچھے گیا تو وہ غائب ہو چکی تھی اور اس طرح دن گزرتے چلے گئے۔ دن کے وقت اس کی بیوی گھر میں رہتی تھی لیکن شام ہوتے ہی گھر سے غائب ہو جاتی تھی۔

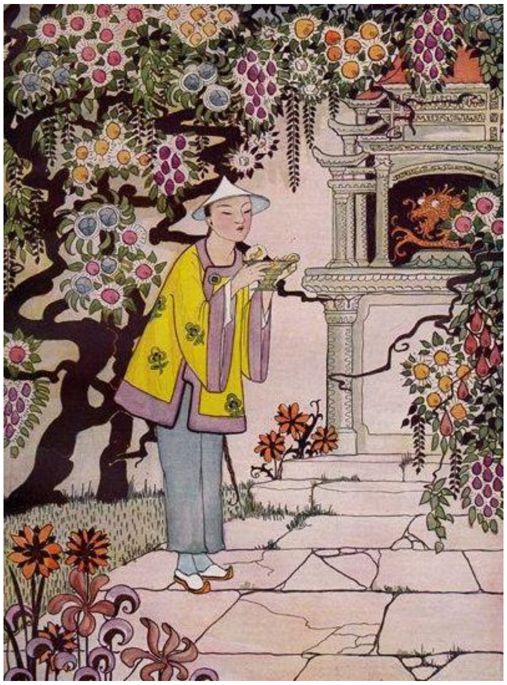

ان کی شادی کو کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا، کہ ایک دن اس کی بیوی نے اس سے کہا: "کل صبح میری ماں اپنی سالگرہ منا رہی ہے، اور تمہیں اسے مبارکباد دینے جانا ہوگا۔ وہ تم کو چائے اور کھانا پیش کریں گے۔ چائے تم پی سکتے ہو، لیکن یاد رکھوکہ کسی بھی کھانے کو ہاتھ نہ لگانا۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو !"

چنانچہ اگلے دن بیوی شوہر کو لے کر اپنی ماں کے گھر گئی اور سالگرہ کی مبارکباد پیش کی۔ اس کے والدین بہت خوش نظر آئے، اور چائے اور مٹھائی کے ساتھ ان کی خدمت کی۔ داماد نے چائے پی ، لیکن کچھ نہیں کھایا، حالانکہ اس کی بیوی کے والدین نہایت محبت اور اصرار کے ساتھ کھانے کی دعوت دیتے رہے لیکن داماد کو سمجھ نہیں آرہا تھاکہ وہ کیا کرے، اس نے سوچا کہ اس کھانے میں کوئی خرابی نہیں ہوگی اور اپنے سامنے پلیٹ میں تازہ پکڑی ہوئی ایل مچھلی اور کیکڑے میں سے تھوڑا سا چکھ لیا۔ اس کی بیوی نے اس پر ایک ملامت بھری نظر ڈالی، اور اس نے والدین سے رخصت لینے کے لیے عذر تراشا۔

لیکن اس کی ماں نے کہا: "یہ میری سالگرہ ہے۔ تم کو میری سالگرہ کے نوڈلز کا مزہ توچکھنا چاہیے۔

اس کے ساتھ ہی اس نے اس کے سامنے ایک بڑی سی ڈش رکھی، جو چاندی کے تاروں کی طرح نظر آتی تھی، چکنائی والے گوشت سے ملی ہوئی اور خوشبودار کھمبیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس عورت کے داماد نے جب سے وہ اس ملک میں آیا تھا اس نے ایسا لذیذ کھانا کبھی دیکھا بھی نہیں تھا۔ اس کی اشتہا انگیز خوشبو اس کے نتھنوں تک آ رہی تھی، اور وہ چاپ اسٹک اٹھانے

سے اپنے آپ کو نہیں روک سکا۔ اس کی بیوی نے اس کی طرف دیکھا، لیکن اس نے ایسے ظاہر کیا کہ جیسے اس نے اسے دیکھا ہی نہیں۔

اس کی بیوی اشارۃً کھانستی رہی لیکن اس نے ایسے ظاہر کیاجیسے اسے سنا ہی نہ ہو۔ آخر کار اس نے میز کے نیچے سے اس کے پاؤں پر ٹھوکر مار کر اشارہ کیا۔ اور پھر اس نے خود پر قابو پالیا۔

اس نے ابھی آدھا کھانا بھی نہیں کھایا تھا اور کہا: ''میری بھوک مٹ گئی ہے۔''

پھر اس نے رخصت لی اور اپنی بیوی کے ساتھ چلا گیا۔

"یہ ایک سنجیدہ معاملہ ہے،" اس کی بیوی نے کہا۔ ''تم نے میری بات نہیں سنی اور اب تم یقیناً مر جاؤ گے۔

وہ اپنی بیوی کی بات پر یقین نہیں کررہا تھا، یہاں تک کہ اسے اچانک خوفناک درد محسوس ہوا، جو جلد ہی ناقابل برداشت ہو گیا، اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس کی بیوی نے فوراً اسے چھت کے شہتیر سے پاؤں کے ساتھ لٹکا دیا، اور اس کے جسم کے نیچے چمکتے ہوئے کوئلے کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک بڑا برتن جس میں اس نے تل کا تیل ڈالا تھا، براہ راست آگ کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے منہ کے نیچے۔ اور جب آگ اسے اچھی طرح گرم کر چکی تھی، تو اس نے اچانک اپنا منہ کھول دیا — اور کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ اس سے کیا نکلا؟ زہریلے کیڑے، کن کھجورا، مینڈک اور مینڈکچہ سب پانی کے برتن میں گر گئے۔ پھر اُس کی بیوی نے اُسے کھول کر اتارا، اُسے بستر پر بٹھایا، اور مشروب ریالگر میں ملا کر پینے کے لیے دیا اوروہ صحت یاب ہو گیا۔

اس کی بیوی نے کہا، ''جو تم نے اس یقین کے ساتھ کھایا کہ وہ ایل اور کیکڑے تھے، وہ مینڈکوں کے سوا کچھ نہیں تھے، اور سالگرہ کے نوڈلز زہریلے کیڑے اور کن کھجورے تھے۔ آپ کو محتاط رہنا چاہیے۔ میرے والدین جانتے ہیں کہ آپ کی موت نہیں ہوئی ہے، اور اب وہ دوسرے برے منصوبے سوچیں گے۔

کچھ دنوں کے بعد اس کے سسر نے اس سے کہا: "وہاں پر ایک بڑا درخت اُگ رہا ہے جو غار کے اوپر سے نیچے جا رہا ہے۔ اس میں ققنس کا گھونسلہ ہے۔ تم ابھی جوان ہو اور چڑھنے کے قابل ہو، اس لیے جلدی سے وہاں جاؤ اور میرے لیے انڈے لے آؤ۔

داماد نے گھر جا کر بیوی کو بتایا۔تو بیوی نے اس سے کہا کہ ''بانس کے لمبے ڈنڈے لے لو،'' ، ''اور انہیں ایک ساتھ باندھو، اور اوپر سے ایک خمیدہ تلوار باندھو۔ اور یہ نو روٹیاں اور یہ مرغیوں کے انڈے لے لو، ان میں سات گنا سات ہیں۔ انہیں ٹوکری میں اپنے ساتھ لے جائیں۔ جب تم اس جگہ پہنچو گےوتو تم کو شاخوں میں ایک بڑا گھونسلا نظر آئے گا۔ درخت پر نہ چڑھو بلکہ خمیدہ تلوار سے اسے کاٹ دو۔ پھر اپنے ڈنڈے پھینک دو، اور جان بچانے کے لیے بھاگو۔ کیونکہ ایک عفریت نمودار ہو کر تمہارا پیچھا کرے گا تو اس کے سامنے ، ایک وقت میں تین روٹیاں پھینک دو، اور آخر میں انڈوں کو زمین پر پھینک دو اور جتنی جلدہو سکے گھر پہنچنے کی کوشش کرو۔ اس طرح تم اس عفریت سے بچ سکتے ہوجس سے تم کو خطرہ ہے۔

اس آدمی نے یہ ساری ہدایات نوٹ کیں جو اس کی بیوی نے بتائی تھیں اور پھر وہ اپنے مشن پر چلا گیا۔ اور وہاں پہنچ کر اس نے پرندے کا گھونسلہ دیکھا - یہ ایک گول پنڈال جتنا بڑا تھا۔ پھر اس نے اپنی خمیدہ تلوار کو ڈنڈوں سے باندھا، پوری قوت سے درخت کو کاٹا، ڈنڈے زمین پر رکھ دیے اور ادھر ادھر نہ دیکھا بلکہ اپنی جان بچانے کے لیے دوڑنے لگا۔ اچانک اس نے اپنے اوپر گرج چمک کے طوفان کی آواز سنی۔ جب اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اسے ایک بڑا اژدہا نظر آیا، جس کی لمبائی بہت تھی اور کوئی دس فٹ ۔ اس کی آنکھیں دو چراغوں کی طرح چمک رہی تھیں اور وہ اپنے منہ سے آگ کے شعلے نکال رہا تھا۔

پرندے نے اپنی مونچھوں کو زمین پر پھیلا دیا تھایہ دیکھتے ہی آدمی نے تیزی سے روٹیاں ہوا میں اڑا دیں۔ اژدھے نے اُنہیں پکڑ لیا، اور اُسے نگلنے میں تھوڑا وقت لگا۔ لیکن ابھی وہ آدمی چند قدم ہی بڑھا تھا کہ اژدہا ایک بار پھر اس کے پیچھے اڑتا ہوا آیا۔ پھر اس نے اسے مزید روٹیاں پھینکیں اور جب روٹیاں ختم ہوئیں تو اس نے اپنی ٹوکری اس طرح الٹ دی کہ انڈے زمین پر گرنے لگے۔ اژدھے نے ابھی تک اپنی بھوک پوری نہیں کی تھی اور اپنے چوڑے لالچی جبڑے کھول دیے۔ جب اس کی نظر اچانک انڈوں پر پڑی تو وہ ہوا سے نیچے اتر گیا اور چونکہ انڈے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے اس لیے ان سب کونگلنے میں کچھ وقت لگا۔ اس دوران وہ شخص اپنے گھر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

جب وہ دروازے میں داخل ہوا اور اپنی بیوی کو دیکھا، تو اس نے سسکیوں کے درمیان اس سے کہا: "میں صرف اتنا ہی کر سکتا تھا کہ میں بچ سکتا ہوں، اور میں خوش قسمت ہوں کہ اژدھے کے پیٹ میں نہیں پڑا! اگر اس طرح کی چیزیں زیادہ دیر تک

جاری رہیں تو میں مر جاؤں گا! ان الفاظ کے ساتھ اس نے گھٹنے ٹیک دیے اور اپنی بیوی سے اپنی جان بچانے کے لیے ترس کھا کر منت کی۔''تمہارا گھر کہاں ہے؟'' اس کی بیوی نے پوچھا.

"میرا گھر یہاں سے تقریباً سو میل کے فاصلے پر، وسطی ریاست میں میں ہے، اور میری بوڑھی ماں وہاں رہتی ہے۔ میری پریشانی صرف یہ ہے کہ ہم بہت غریب ہیں،

اس کی بیوی نے کہا: "میں یہاں تمہارے ساتھ بھاگوں گی، اور ہم تمہاری ماں کو تلاش کر لیں گے اور اپنی غربت پر کوئی افسوس نہ کرو۔"

اس کے ساتھ اس نے گھر کے سارےموتیوں اور قیمتی پتھروں کو اکٹھا کیا، ایک تھیلے میں ڈالا اور اس کو شوہر کی کمر پر باندھ دیا۔ پھر اس نے شوہر کوایک چھتری بھی دی، اور آدھی رات کو وہ سیڑھی کی مدد سے دیوار پھاند گئے اور سارا سامان لے گئے۔ اُس کی بیوی نے اُس سے یہ بھی کہا تھا: ”اپنی پیٹھ پر چھتری باندھ لو اور جتنی تیز تم دوڑ سکتے ہو دوڑو!لیکن چھتری کو کھولنا مت ، اور ادھر ادھر مت دیکھو! میں چھپ چھپ کر تمہارا پیچھا کروں گی۔"

آدمی نے شمال کا رخ کیا اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ بھاگا۔ وہ ایک دن اور ایک رات تک دوڑتا رہا، تقریباً سو میل کا فاصلہ طے کر کے جنگلی لوگوں کے ملک کی حدود سے گزر گیا، جب اس کی ٹانگیں تھک گئیں اور اسے بھوک لگی ۔ اس کے سامنے ایک پہاڑی گاؤں تھا۔ وہ آرام کرنے کے لیے گاؤں داخلی راستے پر رکا، اپنی جیب سے کچھ کھانا نکال کر کھانے لگا۔ اور اس نے اپنی بیوی کو دیکھنے کے لیےادھر ادھر دیکھا۔ اس نے اپنے آپ سے کہا: "شاید اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے، اور میرے ساتھ نہیں آرہی !"

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد، اس نے ایک چشمے سے پانی پیا، اور درد سے بے چین ہوکر بیٹھ گیا دن کی گرمی سب سے زیادہ تھی تو اچانک پہاڑی پر بارش برسنے لگی۔ جلد بازی میں وہ بھول گیا کہ اس کی بیوی نے اسے کیا کہا تھا اور گھبرا کرچھتری کھول دی اور اس کی بیوی باہر زمین پر گر گئی۔

بیوی نے پھر اسے ملامت کی: "ایک بار پھر تم نے میری نصیحت نہیں سنی۔ اب نقصان ہو چکا ہے!''

اس نے جلدی سے اسے گاؤں جانے کو کہا، اور نصیحت کی وہاں سے ایک سفید مرغ، چائے کے سات کالے کپ اور آدھا میٹرلمبا سرخ کپڑا خریدے۔

"اپنی جیب میں چاندی کے ٹکڑوں کو نہ چھوڑو!" اس کی بیوی اس کے جانےکے بعد رو پڑی ۔

وہ گاؤں گیا، اور اپنا کام پورا کرکے واپس آگیا۔ عورت نے کپڑا پھاڑ کر اس کا کوٹ بنایا اور پہن لیا۔ ابھی وہ چند میل پیدل ہی گئے تھے کہ انہوں نے جنوب میں ایک سرخ بادل کو پرندے کی طرح اُڑتے ہوئے دیکھا۔"یہ میری ماں ہے،" عورت نے کہا۔

ایک لمحے میں بادل سر پر چھا گیا۔ پھر عورت نے کالےپیالے اس کی طرف پھینکے۔ سات پیالےاس نے پھینکے اور سات پیالے دوبارہ زمین پر گرے۔ اور پھر وہ بادل میں ماں کو روتے اور ڈانٹتے سن سکتے تھے، اور اس کے بعد بادل غائب ہو گیا۔

وہ تقریباً چار گھنٹے تک چلتے رہے۔ تب اُنہوں نے ریشم کے پھٹ جانے کی آواز سنی، اور سیاہ بادل کو دیکھا جو ہوا کے خلاف تیزی سے اُٹھ رہا تھا۔

"افسوس، یہ میرے والد ہیں!" عورت نے کہا. "یہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے، کیونکہ وہ ہمیں زندہ نہیں رہنے دے گا! تم سے محبت کی وجہ سے اب مجھے مقدس ترین قانون کی نافرمانی کرنی پڑے گی!

ان الفاظ کے ساتھ اس نےفوراً سفید مرغ کو پکڑ لیا، اس کا سر اس کے جسم سے الگ کیا اور سر کو ہوا میں اڑا دیا۔ فوراً ہی کالا بادل کھل گیا، اور اس کے والد کا جسم، تنے سے کٹا ہوا سر، سڑک کے کنارے پر گر گیا۔ تب وہ عورت پھوٹ پھوٹ کر روئی اور جب وہ رو چکی تھی تو انہوں نے اس لاش کو دفن کر دیا۔ اس کے بعد وہ ایک ساتھ اپنے شوہر کے گھر گئے، جہاں انہوں نے اس کی بوڑھی ماں کو زندہ پایا۔ پھر انہوں نے موتیوں اور زیورات کے تھیلے کو کھولا، اچھی سی زمین کا ایک ٹکڑا خریدا، ایک عمدہ گھر بنایا، اور برادری کے امیر اور معزز فرد بن گئے۔

۳

قدیم انسان

ایک دفعہ کا ذکر ہے ہوانگ این نام کا ایک شخص رہتا تھا۔ اس کی عمر اسّی سال سے زیادہ ہوگی وہ پھر بھی جوان لگ رہا تھا۔ وہ شنگرفی علاقے میں رہتا تھا اور کوئی لباس نہیں پہنتا تھا۔ سردیوں میں بھی وہ بغیر کپڑوں کے گھومتا تھا۔ وہ تین فٹ لمبے کچھوے پر بیٹھ گیا۔ ایک بار اس سے پوچھا گیا: ’’اس کچھوے کی عمر کتنی ہوگی؟‘‘ اس نے جواب دیا: جب" فو ہی" نے پہلی بار مچھلی کے جال اور ایپل کے برتن ایجاد کیے تو اس نے اس کچھوے کو پکڑ کر مجھے دیا تھا۔ اور تب سے میں نے اس پر بیٹھ کر اس کے چپٹے خول کو پہن رکھا ہے۔ یہ مخلوق (کچھوا)سورج اور چاند کی چمک سے خوفزدہ ہے، لہذا یہ دو ہزار سالوں میں صرف ایک بار اپنا سر اپنے خول سے باہر نکالتاہے۔ جب سے میرے پاس یہ حیوان ہے، اس نے پہلے ہی پانچ بار اپنا سر باہر نکال لیا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے کچھوا اپنی پیٹھ پر لیا اور چلا گیااور یہ کہانی عام ہوگئی کہ اس شخص کی عمر دس ہزار سال تھی ۔

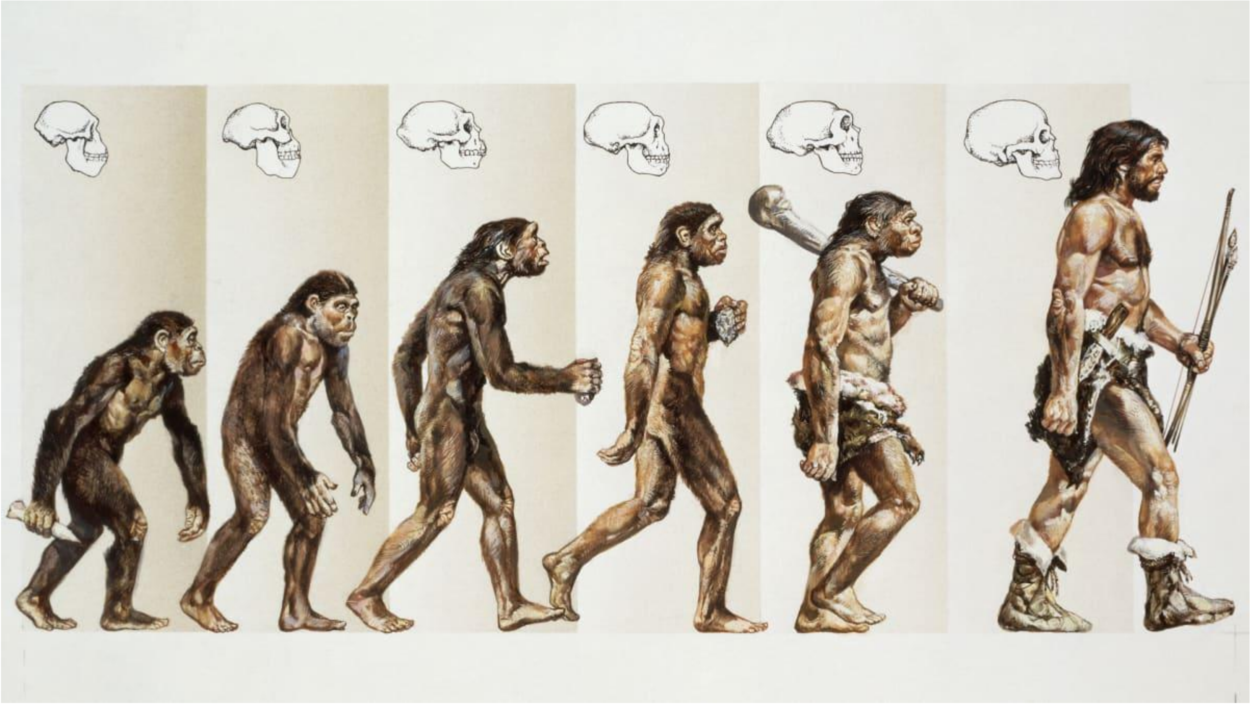

٤

کنفیوشس کا ایک افسانہ

جب کنفیوشس دنیا میں آیا تو "کلین "نامی وہ عجیب حیوان جو تمام چوپایوں کا شہزادہ ہے اور صرف اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب زمین پر کوئی بڑا آدمی موجود ہو، اس نے بچے کو ڈھونڈا ،اور اس کے لیےایک جیڈ قیمتی پتھراگل دیا جس پر لکھا تھا: پانی کے موتیوں کے بیٹے آپ کی قسمت میں بے تاج بادشاہ بننا مقصود ہے! کنفیوشس بڑا ہوا، تندہی سے مطالعہ کیا، حکمت سیکھی اور ایک سادھودانشور بن گیا۔ اس نے زمین پر بہت اچھے کام کیے، اور اس کی موت کے بعد بھی اس کی تعظیم استادوں کے استاد کے طور پر کی جاتی ہے ۔ اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ اس کے علم سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔

ایک دفعہ، جب بدکردار شہنشاہ تسن شی ہوانگ باقی تمام سلطنتوں کو فتح کر چکا تھا، اور پوری سلطنت کا سفر کر رہا تھا، وہ کنفیوشس کے وطن آیا اور اس کو کنفیوشس کی قبر مل گئی اور، اس کی قبر کو پا کر، اس کی خواہش تھی کہ اسے کھولا جائے اور دیکھا جائے کہ اس میں کیا ہے۔ اس کے تمام درباریوں نے اسے منع کیا لیکن اس نے ان کی ایک نہ سنی۔ چنانچہ قبر میں جانے کے لیے ایک راستہ کھودا گیا، اور اس کے مرکزی حجرے میں انہیں ایک تابوت ملا، جس کی لکڑی بالکل تازہ معلوم ہوتی تھی۔ جب اس کو کھٹکھٹایاتو یہ دھات کی طرح بج اٹھا۔ تابوت کے بائیں طرف ایک دروازہ تھا، جو ایک اندرونی حجرے میں جاتا تھا۔ اس حجرے میں ایک بستر، کتابوں اور کپڑوں کے ساتھ ایک میز موجود تھی، ایسا لگتا تھا کہ یہ سب کچھ ایک زندہ آدمی کے استعمال میں ہو۔ سن شی ہوانگ نے نے بستر پر بیٹھ کر نیچے دیکھا اور فرش پر سرخ ریشم کے دو جوتے تھے، جن کی نوکیں بادلوں کے بنے ہوئے نمونوں سے مزین تھیں۔ بانس کے بنے ہتھیار دیوار پر سجے ہوئے تھے۔ شہنشاہ نے مذاق اڑاتے ہوئےجوتے پہنے ، بانس کے ہتھیار لے کر قبر سے نکل گیا۔ لیکن جب اس نے ایسا کیا تو اچانک اس کے سامنے ایک گولی نمودار ہوئی جس پر درج ذیل عبارت تحریر تھی۔

اورےسلطنت کا چھٹا شہنشاہ تسن شی ہوانگ اپنی فوج کے ساتھ میری قبر کو کھولتا ہےاور میرے معمولی بستر کوتلاش کرنے کے لیے؛ وہ میرے جوتے چرا لیتا ہے اور میری لاٹھی کولے جاتا ہے تاکہ وہ یہ سب شاکیو لے جاسکے — لیکن یہ اس کا زمین پر آخری دن ہے ۔

تسن شی ہوانگ بہت گھبرا گیا، اور قبر کو دوبارہ بند کر دیا۔ لیکن جب وہ شاکیو پہنچا تو وہ تیز بخار میں مبتلا ہو کرمر گیا۔

۵

ایپ سن وو کنگ

مشرق میں بہت دور، عظیم سمندر کے درمیان ایک جزیرہ ہے ،جسے پھولوں اور پھلوں کا پہاڑ کہا جاتا ہے اور اس پہاڑ پر ایک اونچی چٹان ہے۔ اب اس چٹان نے، دنیا کے آغاز سے ہی، آسمان و زمین اور سورج اور چاند کے تمام پوشیدہ طاقت کے بیجوں کو جذب کر لیا تھا، جس نے اسے مافوق الفطرت تخلیقی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ایک دن چٹان پھٹ گئی اور اس میں سےپتھر کا ایک انڈا نکلا اور اس پتھر کے انڈے سے جادوئی طاقت سے پتھر کا بندر نکلا۔ جب اس نے خول توڑا اورچاروں طرف سے جھک کر سلام کیا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ چلنا اور چھلانگ لگانا سیکھ لیا اور اس کی آنکھوں سے سنہری چمک کی دو شعائیں پھوٹ پڑیں جو آسمان کے قلعوں کے سب سے اونچے حصے تک چلی گئیں اور آسمان کا دیوتا خوف زدہ ہوگیا۔ چنانچہ اس نے دو دیوتاؤں، ہزار میل آنکھ اور باریک کان کو یہ جاننے کے لیے بھیجا کہ کیا ہوا ہے۔ دونوں دیوتا واپس آئے اور اطلاع دی: "پتھر کے بندر کی آنکھوں سے چمکدارشعاعیں چمکتی ہیں جو جادوئی چٹان سے نکلے ہوئے انڈے سے نکلی تھیں بے چینی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

دھیرے دھیرے بندر بڑا ہوا، بھاگتا اور چھلانگ لگاتا، وادیوں کے چشموں سے پانی پیتا، پھول اور پھل کھاتا اور بے لگام وقت کھیل میں گزارتا جاتا۔

ایک دن، گرمیوں میں، جزیرے کے دوسرے بندروں کے ساتھ جب وہ ٹھنڈک کی تلاش میں نہانے کے لیے وادی میں گئے۔ وہاں انہوں نے ایک آبشار کو دیکھا جو ایک اونچی چٹان سے نیچے گررہا تھا۔ بندروں نے ایک دوسرے سے کہا: "جو بھی بغیر زخمی ہوئے آبشار کے ذریعے اپنی طاقت سے راستہ نکال سکتا ہے، ، وہ ہمارا بادشاہ ہوگا۔" پتھر کا بندر ایک دم خوشی سے ہوا میں اچھل پڑا اور پکارا: "میں وہاں سے گزر جاؤں گا!" پھر اس نے آنکھیں بند کیں، نیچے جھکا اور پانی کی گرج اور جھاگ

میں چھلانگ لگا دی۔ جب اس نے ایک بار پھر آنکھ کھولی تو اسے ایک لوہے کا پل نظر آیا جو آبشار کے ذریعے بیرونی دنیا سے اس طرح اوجھل ہو گیا تھا جیسے کسی پردے سے چھپایا جاتا ہے۔

اس کے دروازے پر پتھر کی ایک تختی لگی تھی جس پر یہ الفاظ کندہ تھے: " پھولوں اور پھلوں کے اس بابرکت جزیرے پر پانی کے پردے کے پیچھے آسمانی غار ہے۔" خوشی سےبھرپورپتھر کا بندر دوبارہ آبشار سے باہر نکلا اور دوسرے بندروں کو بتایا کہ اسے کیا ملا تھا انہوں نے یہ خبر بڑے جوش کے ساتھ سنی ، اور پتھر کے بندر سے التجا کی کہ وہ انہیں وہاں لے جائے۔ چنانچہ بندروں کے قبیلے نے لوہے کے پل پر پانی سے چھلانگ لگائی، اور پھر غار کے قلعے میں جمع ہوگئے جہاں انہیں برتنوں، پیالوں اور تھالوں کے ڈھیر کے ساتھ ایک چولہا بھی ملا۔ لیکن یہ سب پتھر کے بنے ہوئے تھے۔ پھر بندروں نے اپنے بادشاہ کے طور پر پتھر کے بندر کو خراج عقیدت پیش کیا، اور اسے بندروں کےخوبصورت بادشاہ کا نام دیا گیا۔ اس نے لمبی دم والے، انگوٹھی والے اور دوسرے بندروں کو اپنے حکام اور مشیر، نوکر اور محافظ مقرر کیا، اور وہ پہاڑ پر ایک خوشگوار زندگی گزارتے تھے، رات کو اپنے غار محل میں سوتے تھے، پرندوں اور درندوں سے دور رہتے تھے، اور ان کے بادشاہ کو بے پناہ خوشی نصیب ہوئی۔ اس طرح کوئی تین سو سال گزر گئے۔

ایک دن جب بندروں کا بادشاہ اپنی رعایا کے ساتھ کھانے پر بیٹھا تو اچانک رونے لگا۔ ، بندروں نے خوفزدہ ہوکر اس سے پوچھا کہ وہ اپنی تمام خوشیوں کے باوجود اچانک اتنا اداس کیوں ہو گیا؟ بادشاہ نے کہا: یہ سچ ہے کہ ہم انسان کے قانون اور حکمرانی کے تابع نہیں ہیں کہ پرندے اور درندے ہم پر حملہ کرنے کی ہمت نہیںرکھتے، پھر بھی آہستہ آہستہ ہم بوڑھے اور کمزور ہوتے جاتے ہیں اور ایک دن وہ گھڑی آئے گی جب موت آئے گیوہ قدامت ہمیں ایک لمحے میں گھسیٹ لے گی، اور ہم زمین پر مزید نہیں رہ سکتے! بندروں نے یہ الفاظ سن کر منہ چھپا لیا اور رونے لگے۔ لیکن ایک بوڑھا بندر، جس کے بازو اس طرح جڑے ہوئے تھے کہ وہ ایک کی لمبائی کو دوسرے کی لمبائی میں شامل کر سکتا تھا، صفوں سے آگے نکل کر آیا اور اونچی آواز میں اس نے کہا: "اے بادشاہ، آپ نےہمیں یہ سوچ دی ہے، یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ میں سچائی کی تلاش کی خواہش بیدار ہوئی ہے! تمام جانداروں مینصرف تین قسمیں ہیں جو موت کی طاقت سے مستثنیٰ ہیں بودھ، بابرکت روح اور دیوتا۔ جو کوئی ان تین درجات میں سے کسی ایک کو حاصل کر لیتا ہے وہ دوبارہ جنم لینے کی اذیت سے بچ جاتا ہے، اور اس وقت تک زندہ رہتا ہے جب تک کہ آسمان خود زندہ رکھنا چاہے ۔"

بندروں کے بادشاہ نے سوال کیا کہ یہ تینوں قسم کی مخلوق کہاں رہتی ہیں ؟ بوڑھے بندر نے جواب دیا: "وہ انسانوں کی عظیم دنیا میں غاروں اور مقدس پہاڑوں پر رہتے ہیں۔" بادشاہ یہ سن کر خوش ہوا، اور اپنے بندروں سے کہا کہ وہ دیوتاؤں اور مقدس روحوں کو تلاش کرنے جا رہا ہے تاکہ ان سے لافانی ہونے کا طریقہ سیکھے ۔ بندروں نے جدائی کی ضیافت منانے کے لیے آڑو اور دیگر پھلوں اور میٹھےمشروب کا انتظام کیا، اور سب نے مل کر جشن منایا۔

اگلی صبح بندروں کا خوبصورت بادشاہ بہت سویرے اُٹھا، اس نے سفر کے لیےکے لیے دیودار کے پرانے درختوں کا ایک بیڑا بنایا اور ایک کھمبے کے لیے بانس کی لاٹھی لی ۔ پھر وہ بیڑے پر چڑھا، بالکل اکیلا، اور عظیم سمندر میں سے اپنا راستہ طے کیا۔ ہوا اور لہریں موافق تھیں اور وہ ایشیا تک پہنچ گیا۔ جب وہ ساحل پر پہنچا تو کنارے پر اس کی ملاقات ایک ماہی گیر سے ہوئی۔ وہ فوراً ہی اس کے پاس آیا، اسے گرا دیا، اس کے کپڑے پھاڑ کر اپنے اوپر ڈال لیے۔ پھر اس نے گھوم پھر کر تمام مشہور مقامات کا دورہ کیا، بازاروں میں گیا، گنجان آباد شہروں میں گیا، اپنے آپ کو صحیح طریقے سے چلانے کی تعلیم حاصل کی، اور ایک اچھی نسل کے انسان کی طرح بولنا اور برتاؤ کرنا سیکھا۔ اس کے باوجود اس کا دل بودھوں، بابرکت روحوں اور مقدس دیوتاؤں کی تعلیم کو سیکھنے پر لگا ہوا تھا۔ لیکن جس ملک میں وہ تھا وہاں کے لوگوں کو صرف عزت اور دولت کی فکر تھی۔ ان میں سے کسی کو بھی زندگی کی پرواہ نہیں تھی۔ وقت گزرتا چلا گیایہاں تک کہ نو سال گزر گئے کسی کا دھیان بندر بادشاہ کی طرف نہیں گیا۔

پھر وہ مغربی سمندر کے کنارے پر آیا اور اس کے ذہن میں یہ آیا "اس میں کوئی شک نہیں کہ سمندر کے دوسری طرف خدا ،اور سادھو ہیں!" چنانچہ اس نے ایک اور بیڑا بنایا، اسے مغربی سمندر میں ڈال دیا اور مغرب کی سرزمین پر پہنچ گیا۔ وہاں اس نے اپنے بیڑے کو بہنے دیا، اور ساحل پر چلا گیا۔ کئی دنوں تک تلاش کرنے کے بعد اسے اچانک ایک اونچا پہاڑ نظر آیا جس میں گہری اور پرسکون وادیاں تھیں۔جیسے ہی بندر بادشاہ اس کی طرف بڑھا، اس نے جنگل میں ایک آدمی کو گاتے ہوئے سنا، اور یہ گانا ایسا لگ رہا تھا جیسے مبارک روحیں گا رہی ہوں۔ لہٰذا وہ عجلت میں جنگل میں گھس گیا تاکہ دیکھے کہ کون گا رہا ہے۔ وہاں اس کی ملاقات لکڑی کے ایک تیشہ گر سے ہوئی جو کام کررہا تھا۔ بندر بادشاہ نے اس کے سامنے جھک کر کہا: "محترم، خدائی مالک، میں آپ کے قدموں میں گر کر عبادت کرتا ہوں!"

لکڑی کے تیشہ گر نے کہا "میں صرف ایک مزدور ہوں؛ تم مجھے خدائی مالک کیوں کہتے ہو؟"

"پھر، اگر آپ کوئی بابرکت خدا نہیں ہیں، تو آپ وہ الہامی گیت کیسے گاتے ہیں؟

لکڑی کا تیشہ گر ہنسا اور کہا: "آپ موسیقی کے گھر میں ہیں۔ میں جو گانا گا رہا تھا وہ واقعی مجھے ایک سادھو نے سکھایا تھا۔

بندر بادشاہ نے کہا، ’’اگر آپ کسی ولی سے واقف ہیں، تو یقیناً وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں رہ سکتا۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے اس کے گھر کا راستہ دکھاؤ۔

لکڑی کے تیشہ گر نے جواب دیا: "یہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اس پہاڑ کو دل کا پہاڑ کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک غار ہے جس میں ایک ولی بستے ہیں جن کو ’’سمجھنے والا‘‘ کہا جاتا ہے۔ان کے شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے۔ اس کے پاس اس وقت بھی تیس سے چالیس شاگرد جمع ہیں۔ آپ کو صرف اس راستے پر چلنے کی ضرورت ہے جو جنوب کی طرف جاتا ہے، اور آپ اس کی رہائش تک پہنچ جائیں گے ۔" بندر بادشاہ نے لکڑی کے تیشہ گر کا شکریہ ادا کیا اور یقینی طور پر، وہ غار کے پاس آیا جس کے بارے میں بعد میں نے اسے بتایا تھا۔

گیٹ بند تھا اور اس نے دستک دینے کی ہمت نہیں کی۔ چنانچہ اس نے دیودار کے درخت پر چھلانگ لگائی، دیودار کے شنک(پھل) اٹھائے اور بیج کھا گیا۔ کچھ ہی دیر میں سادھوکے شاگردوں میں سے ایک نے آکر دروازہ کھولا اور کہا: "یہ کون حیوان ہے جو اتنا شور مچا رہا ہے؟"

بندر بادشاہ اپنے درخت سے نیچے کود پڑا، جھک کر بولا: "میں سچائی کی تلاش میں آیا ہوں۔ میں نے دستک دینے کا حوصلہ نہیں کیا۔" تب شاگرد ہنس پڑا اور کہا: "ہمارے استاد مراقبہ میں کھوئے بیٹھے تھے، جب انہوں نے مجھے سچائی کے متلاشی کی رہنمائی کرنے کو کہا جو دروازے کے باہر کھڑا تھا، اور آپ واقعی یہاں ہیں۔ ٹھیک ہے، آپ میرے ساتھ چل سکتے ہیں!

بندر بادشاہ نے اپنے کپڑے درست کیے، اپنی ٹوپی سیدھی کی اور اندر قدم رکھا۔ ایک لمبا راستہ شاندار عمارتوں اور پُرسکون چھپی ہوئی جھونپڑیوں سے ہوتا ہوا اس جگہ تک جاتا تھا جہاں استاد سفید سنگ مرمر کی کرسی پر سیدھے بیٹھے تھے۔ اس کے دائیں اور بائیں اس کے شاگرد کھڑے تھے، اس کی خدمت کے لیے تیار تھے۔ بندر بادشاہ نے خود کو زمین پر گرا دیا اور استاد کو عاجزی سے سلام کیا۔ اس کے سوالوں کے جواب میں اس نے اسے بتایا کہ یہاں آنے کا راستہ کیسے پایا۔ اور جب اس سے اس کا نام پوچھا گیا تو اس نے کہا: میرا کوئی نام نہیں ہے۔ میں وہ بندر ہوں جو پتھر سے نکلا ہے۔‘‘

تو استاد نے کہا: "پھر میں تمہیں ایک نام دوں گا۔ میں تمہارانام" سن وو کنگ "رکھتا ہوں۔ بندر بادشاہ نے خوش ہوکر اس کا شکریہ ادا کیا، اور اس کے بعد اسے سن وو کنگ کہا گیا۔ استاد نے اپنے سب سے قدیم شاگرد کو حکم دیا کہ وہ سن وو کنگ کو جھاڑو اور صفائی، اندر اور باہر جانے، اچھے اخلاق، کھیت میں محنت کرنے اور باغات کو پانی دینے کے طریقے سکھائے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس نے لکھنا، بخور جلانا اور منتر اپڑھناسیکھ لیا۔ اور اسی طرح کوئی چھ سات سال گزر گئے۔

ایک دن استاد اس نشست پر بیٹھے تھےجہاں سے وہ شاگردوں کوپڑھاتے تھے، اور وہ عظیم سچائی کے بارے میں بات کرنے لگے۔ سن وو کنگ نے اس کے الفاظ کے چھپے ہوئے معنی کو سمجھا، اور اس خوشی میں اچھلنا اور ناچنا شروع کر دیا۔ استاد نے اسے ڈانٹا "سن وو کنگ" تم نے ابھی تک اپنی جنگلی فطرتپر قابو نہیں پایا! اس طرح کے غیر موزوں طریقے سے آگے بڑھنے کا کیا مطلب ہے؟" سن وو کنگ نے جھک کر جواب دیا: "میں آپ کی بات غور سے سن رہا تھا جب آپ کے الفاظ کا مطلب میرے دل پر آشکار ہوا، اور بغیر سوچے سمجھے میں بے اختیار خوشی سے ناچنے لگا۔ میں اپنی جنگلی فطرت کی راہ پر نہیں چل رہا تھا۔" آقا نے کہا: "اگر تمہاری روح واقعی بیدار ہو گئی ہے، تو میں تمہیں عظیم سچائی سے آگاہ کروں گا۔ دیکھو تین سو ساٹھ راستے ہیں جن کے ذریعے سے کوئی اس حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ میں تمہیں کون سا طریقہ سکھاؤں؟" سن وو کنگ نے کہا: "آپ جو چاہیں، اے مالک!" پھر استاد نے پوچھا: کیا میں تمہیں جادو کا طریقہ سکھاؤں؟ سن وو کنگ نے کہا: "جادو کسی کو کیا سکھاتا ہے؟" استاد نے جواب دیا: "یہ انسان کی روح کو بیدار کرنا اور بلند کرنا،ادب سے سوال کرنا، اور قسمت اور بدقسمتی کی پیشین گوئی کرنا سکھاتا ہے۔" ’’کیا کوئی اس کے ذریعے ابدی زندگی کو محفوظ رکھ سکتا ہے؟‘‘ سن وو کنگ سے پوچھا. ’’نہیں،‘‘ جواب تھا۔ ’’پھر میں اسے نہیں سیکھوں گا۔‘‘ "کیا میں آپ کو سائنس سکھاؤں؟" "سائنس کیا ہے؟ ان تین عقائد کے نو مکاتب فکر ہیں ۔ آپ مقدس کتابوں کو پڑھنا سیکھتے ہیں، ترانے کا تلفظ کرتے ہیں، دیوتاؤں کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں، اور سادھوؤں کو اپنے پاس بلاتے ہیں۔" ’’کیا کوئی ان کے ذریعے ہمیشہ کی زندگی حاصل کر سکتا ہے؟‘‘ "نہیں۔" ’’پھر میں انہیں نہیں سیکھوں گا۔‘‘ "آرام کا طریقہ بہت اچھا طریقہ ہے۔" "آرام کا طریقہ کیا ہے؟" "یہ سکھاتا ہے کہ پرورش کے بغیر کیسے جینا ہے، خاموش پاکیزگی میں کیسے خاموش رہنا ہے، اور مراقبہ میں کھو کر بیٹھنا ہے۔" ’’کیا کوئی اس طرح ہمیشہ کی زندگی حاصل کر سکتا ہے؟‘‘ "نہیں." ’’پھر میں اسے نہیں سیکھوں گا۔‘‘ ’’عمل کا طریقہ بھی اچھا طریقہ ہے۔‘‘ "یہ کیا سکھاتا ہے؟" "یہ انسان کو اہم طاقتوں کو برابر کرنا، جسمانی ورزش کرنے، زندگی کے امرت کو تیار کرنے اور سانس روکنا سکھاتا ہے۔" "کیا یہ ایک ابدی زندگی دے گا؟" "نہیں تو." "پھر میں اسے نہیں سیکھوں گا! میں اسے نہیں سیکھوں گا!" اس کے بعد استاد نے غصے کا ڈرامہ کیا، اپنی نشست سے نیچے کود پڑے، اپنی چھڑی لے کر ڈانٹ کر کہا: "کیسا بندر ہے! یہ وہ نہیں سیکھے

گا، اور یہ کہ وہ نہیں سیکھے گا! پھر آپ کیا سیکھنے کا انتظار کر رہے ہیں؟" اس کے ساتھ ہی اس نے اس کے سر پر تین ضربیں لگائیں، اوراپنے حجرے میں واپس چلا گیا، اور اپنے عقب کابڑا دروازہ بند کر دیا۔

شاگرد بہت پرجوش تھے، اور سن وو کنگ کو ملامت کرنے لگے ۔ پھر بھی ووکنگ نے ان کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا، بلکہ خاموشی سے اپنے آپ مسکرا دیا، کیونکہ وہ اس پہیلی کو سمجھ چکا تھا جو استاد نے اسے حل کرنے کے لیے دی تھی۔ اور اس کے دل میں اس نے سوچا: "اس کے میرے سر پر تین بار مارنے کا مطلب یہ تھا کہ میں رات کے تیسرے پہر تیار ہوں۔ اس کے اپنے اندرونی حجرے کی طرف پیچھے ہٹنے اور اس کے پیچھے بڑے دروازے کو بند کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مجھے پچھلے دروازے سے اس کے پاس جانا تھا، اور یہ کہ وہ خفیہ طور پر مجھ پر عظیم سچائی کو واضح کرے گا۔ اس طرح وہ شام تک انتظار کرتا رہا، اور دوسرے شاگردوں کے ساتھ سونے کے لیے لیٹنے کا بہانہ کیا۔ لیکن جب رات کا تیسرا پہر آیا تو وہ آہستہ سے اٹھا اور پچھلے دروازے کی طرف لپکا۔ یقینی طور پر یہ کھڑا تھا۔ وہ کھسک گیا اور استاد کے بستر کے سامنے آ گیا۔ استاد دیوار کی طرف منہ کر کے سو رہا تھا، اور بندر نے اسے جگانے کی ہمت نہیں کی، بلکہ بستر کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ تھوڑی دیر بعد استاد نے پلٹا اور اپنے آپ سے ایک مصرعہ گنگنایا

"ایک سخت، سخت پسائی ، بیان کرنے کے لیے سچائی کا سبق۔ کوئی اپنے آپ کو بہرا، گونگا اور اندھا سمجھتا ہے، جب تک کہ صحیح آدمی نہ مل جائے۔"

پھر سن وو کنگ نے جواب دیا: "میں یہاں عقیدت سے انتظار کر رہا ہوں!"

استاد نے اپنے کپڑوں پر ہاتھ پھیر دیا، بستر پر بیٹھ کر سختی سے کہا: "ملعون بندر! تم سو کیوں نہیں رہے؟ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

سن وو کنگ نے جواب دیا: "پھر بھی آپ نے کل مجھے اشارہ کیا کہ میں آپ کے پاس رات کے تیسرے پہر، پچھلے دروازے سے، سچائی کی ہدایت کے لیے آنا تھا۔ اس لیے میں نے آنے کی ہمت کی ہے۔
‘‘اگر آپ مجھے اپنے فضل سے مکمل تعلیم دیں گے تو میں ہمیشہ آپ کا شکر گزار رہوں گا۔‘‘
استاد نے اپنے آپ سے سوچا: "اس بندر کے سر میں حقیقی ذہانت ہے، جس نے اس نے مجھے اتنی اچھی طرح سمجھا۔" پھر اس نے جواب دیا: "سنو وو کنگ، یہ علم تم کو دیا جائے گا! میں تم سے آزادانہ بات کروں گا۔ میرے بالکل قریب آؤ، پھر میں تمہیں ہمیشہ کی زندگی کا راستہ دکھاؤں گا۔"

اس کے ساتھ اس نے اپنی اہم طاقتوں کے ارتکاز کو آگے بڑھانے کے لیے اپنے کان میں ایک الہامی ، جادوئی منتر گنگنایا، اور پوشیدہ علم کو لفظ بہ لفظ سمجھا دیا۔ سن وو کنگ نے ان کی بات کو بے تابی سے سنا اور تھوڑے ہی عرصے میں اسے دل سے سیکھ لیا۔ پھر اس نے اپنے استاد کا شکریہ ادا کیا، پھر باہر نکل کر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ اس وقت سے اس نے سانس لینے کے صحیح طریقے پر عمل کیا، اپنی روح اور روح کی حفاظت کی، اور اپنے دل کی فطری جبلتوں کو قابو میں رکھا ایسا کرتے کرتے تین سال اور گزر گئےپھر کام مکمل ہوا۔

ایک دن گرو نے اس سے کہا: "تین بڑے خطرات اب بھی تمہیں خطرہ ہیں۔ ہر کوئی جو عام سے کچھ مختلف کرنا چاہتا ہے وہ ان کے سامنے آتا ہے، کیونکہ شیاطین اور روحیں ان سے حسد کرنے لگتی ہیں۔ اور صرف وہی لوگ جو ان تین بڑے خطرات پر قابو پا سکتے ہیں وہی ابدی زندگی پاتے ہیں۔

پھر سن وو کنگ خوفزدہ ہو گیااور پوچھا: کیا ان خطرات سے حفاظت کا کوئی راستہ ہے؟

پھر استاد نے دوبارہ اس کے کان میں ایک خفیہ ترانہ گایا، جس کے ذریعے اس نے اپنے آپ کو ۷۲ مرتبہ تبدیل کرنے کی طاقت حاصل کی۔

اور جب چند دن سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ سن وو کنگ نے یہ فن سیکھ لیا تھا۔

ایک دن استاد اپنے شاگردوں کے ساتھ غار کے آگے چل رہے تھے۔ اس نے سن وو کنگ کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا: "تم نے اپنے فن میں کیا ترقی کی ہے؟ کیا تم اڑ سکتے ہو؟"

"ہاں، واقعی،" بندر نے کہا۔

"تو پھر میں تمہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھوں گا۔"

بندر زمین سے پانچ یا چھ فٹ کے فاصلے پر ہوا میں اچھل پڑا۔ اس کے پیروں کے نیچے بادل بن گئے، اور وہ ان پر کئی سو گز تک چلنے کے قابل تھا۔ پھر اسے دوبارہ زمین پر گرنے پر مجبور کیا گیا۔

ماسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں اسے بادلوں پر رینگنا کہتا ہوں، ان پر تیرنا نہیں، جیسا کہ دیوتاؤں اور سنتوں کا کہنا ہے کہ جو ایک ہی دن میں پوری دنیا میں اڑ جاتے ہیں۔ میں آپ کو بادلوں پر کرتب کرنے کا جادوئی منتر سکھاؤں گا۔ اگر آپ ان کرتبوں میں سے کسی ایک کو گھماتے ہیں تو آپ ایک کلپ میں اٹھارہ ہزار میل طے کرتے ہیں۔

سن وو کنگ نے خوشی سے بھرا اس کا شکریہ ادا کیا، اور اس وقت سے وہ کسی بھی سمت میں جگہ کی حد کے بغیر آگے بڑھنے کے قابل ہو گیا۔

ایک دن سن وو کنگ دوسرے شاگردوں کے ساتھ گیٹ کے قریب دیودار کے درخت کے نیچے بیٹھا اپنی تعلیمات کے رازوں پر بحث کر رہا تھا۔ آخرکار انہوں نے اس سے کہا کہ وہ انہیں اپنا کچھ تبدیلی کا فن دکھائیں۔ سن وو کنگ اپنا راز خود تک نہ رکھ سکا اور ایسا کرنے پر راضی ہو گیا۔

ایک مسکراہٹ کے ساتھ اس نے کہا: "بس مجھے بتاؤ میں کیا کروں! آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں خود کو تبدیل کروں؟"

اُنہوں نے کہا: "اپنے آپ کو دیودار کے درخت میں بدل دو۔"

تو سن وو کنگ نے ایک جادوئی منتر بڑبڑایا، پھر مڑا — اور ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے دیودار کا ایک درخت کھڑا تھا۔ اس پر وہ سب ہنس پڑے۔ استاد نے شور سنا اور اپنی چھڑی اپنے پیچھے گھسیٹتے ہوئے گیٹ سے باہر نکل آئے۔

''تم اتنا شور کیوں مچا رہے ہو؟'' اس نے انہیں سختی سے پکارا۔

انہوں نے کہا: "سن وو کنگ نے خود کو دیودار کے درخت میں تبدیل کر دیا ہے، اور اس نے ہمیں ہنسایا۔"

"سن وو کنگ، یہاں آو!" استاد نے کہا۔ "اب بتاؤ تم کون سی چال چل رہے ہو؟ تم کو خود کو دیودار کے درخت میں تبدیل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم نے جو بھی کام کیا ہے اس کا مطلب تمہارے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کے سامنے جادو کرکے انہیں حیران کرو ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہتمہارادل ابھی تک قابو میں نہیں ہے۔

عاجزی کے ساتھ سن وو کنگ نے اس سے معافی مانگی۔

لیکن استاد نے کہا: "میں تمہاری کوئی برائی برداشت نہیں کروں گا، لیکن تم کو اب جانا ہوگا۔"

سن وو کنگ نے آنکھوں میں آنسو لیے اس سے پوچھا: ''لیکن میں کہاں جاؤں؟''

''تمہیں دوبارہ واپس جانا چاہیے جہاں سے تم آئے ہو،'' استاد نے کہا۔ اور جب سن وو کنگ نے افسوس کے ساتھ اسے الوداع کیا تو اس نے اسے دھمکی دی: "تمہاری وحشیانہ فطرت یقینی طور پر تم پر کسی وقت برائی نازل کرے گی۔ لہٰذا تم کسی کو نہ بتاؤ کہ تم میرے شاگرد ہو۔ اگر تم اس کے بارے میں ایک لفظ بھی بولو گے تو میں تمہاری روح کو لے آؤں گا اور اسے سب سے نیچے کے جہنم میں بند کردوں گا، تاکہ تم ہزار ونسال تک وہاں سے نہ نکل سکو۔

سن وو کنگ نے جواب دیا: "میں ایک لفظ نہیں کہوں گا! میں ایک لفظ نہیں کہوں گا!"

پھر اس نے ایک بار پھر اس کی تمام مہربانیوں کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا، اور قلابازی کھائی اور بادلوں پر چڑھ گیا۔

ایک گھنٹہ کے اندر وہ سمندر سے گزرا ، اور اس نے اپنے سامنے پھولوں اور پھلوں کا پہاڑ دیکھا۔تب اس نے خوشی سے محسوس کیا کہ وہ ایک بار پھر اپنے گھرمیں واپس آگیا ہے "میں یہاں پھر واپس آگیا ہوں، بچو!" اور فوراً وادی سے، چٹانوں کے پیچھے سے، گھاس میں سے اور درختوں کے درمیان سے اس کے بندر آئے۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں دوڑتے ہوئے آئے، اسے گھیر لیا اور سلام کیا، اور اس کی مہم جوئی کے بارے میں دریافت کیا۔

سن وو کنگ نے کہا: "میں نے اب ہمیشہ کی زندگی کا راستہ تلاش کر لیا ہے، اور اب مجھے قدامت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

تب تمام بندر بہت خوش ہوئے، اور اس کے استقبال کے لیے پھول اور پھل، آڑو اور مشروب لانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا۔ اور ایک بار پھر انہوں نے سن ووکنگ کو خوبصورت شہنشاہ بن مانس قرار دیا۔ سن ووکنگ نے اب بندروں کو اپنے اردگرد اکٹھا کیا اور ان سے سوال کیا کہ اس کی غیر موجودگی میں انہوں نے آپس میں کیسا سلوک رکھا۔

اُنہوں نے کہا: ”اچھی بات ہے کہ آپ دوبارہ واپس آگئے، عظیم بادشاہ! کچھ عرصہ قبل یہاں ایک شیطان آیا جو ہمارے غار پر زبردستی قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ ہم اس کے ساتھ لڑے لیکن وہ ہمارےبہت سے بچوں کو گھسیٹ کر لے گیا اور شاید جلد ہی واپس آجائے گا۔

سن وو کنگ کو بہت غصہ آیا اور کہا: ’’یہ کیسا شیطان ہے جو اتنی گستاخی کی جرات کرتا ہے؟‘‘

بندروں نے جواب دیا: "وہ افراتفری کا شیطان بادشاہ ہے۔ وہ شمال میں رہتا ہے، کون جانتا ہے کہ کتنے میل دور ہے۔ ہم نے اسے صرف بادلوں اور دھند کے درمیان آتے اور جاتے دیکھا۔

سن وو کنگ نے کہا: "رکو، اور میں اسے دیکھوں گا!" اس کے ساتھ ہی اس نے ایک قلابازی کھائی اور بغیر کسی سراغ کے غائب ہو گیا۔

سب سے دور شمال میں ایک اونچا پہاڑ کھڑاہے، جس کی ڈھلوان پر ایک غار ہے جس کے اوپر یہ تحریر ہے: "گُردوں کا غار۔" دروازے کے سامنے ننھے شیطان ناچ رہے تھے۔ سن وو کنگ نے انہیں سختی سے پکارا "اپنے شیطان بادشاہ کو جلدی سے بتاؤ کہ بہتر ہے کہ وہ مجھے میرے بچے واپس کر دے۔"

چھوٹے شیطان ڈر گئے، اور غار میں پیغام پہنچایا۔ پھر شیطان بادشاہ اپنی تلوار لے کر باہر نکلا۔ لیکن وہ اتنا بڑا اور چوڑا تھا کہ وہ سن وو کنگ کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک سیاہ بکتر پہنے ہوئے تھا، اور اس کا چہرہ کیتلی کے نیچے کی طرح کالا تھا۔ سن وو کنگ نے اس پر چیخ کر کہا: "شیطان ملعون، تیری آنکھیں کہاں ہیں کہ تو سورج کو نہیں دیکھ سکتا؟"

پھر شیطان نے زمین کی طرف دیکھا تو ایک پتھر کا بندر اپنے سامنے کھڑا ہوا، ننگے سر، سرخ لباس میں، پیلے رنگ کی کمربند اور کالے جوتے کے ساتھ تو شیطان بادشاہ نے ہنستے ہوئے کہا: "تم چار فٹ بھی اونچے نہیں، تیس سال سے کم عمر کے، اور ہتھیاروں کے بغیر، پھر بھی تم ہنگامہ کررہے ہو۔" سن وو کنگ نے کہا: "میں آپ کے لیے بہت چھوٹا نہیں ہوناور میں اپنی مرضی سے خود کو بڑا بنا سکتا ہوں۔ تم مجھے اس لیے طعنہ دیتے ہو کہ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے، لیکن میری دونوں مٹھیاں آسمان تک پہنچ سکتی ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ جھک گیا، اپنی مٹھیاں بھینچیں اور شیطان کو مارنے لگا۔ شیطان بڑا اور اناڑی تھا، لیکن سن وو کنگ نفاست سے چھلانگ لگا رہا تھا۔ اس نے اسے پسلیوں کے درمیان اور ہوا کے درمیان مارا اور اس کی ضربیں پہلے سے زیادہ تیز اور غضبناک ہوگئیں۔ مایوسی کے عالم میں شیطان نے اپنی بڑی چھری اٹھائی اور سن وو کنگ کے سر پر ایک ضرب لگا دی۔ لیکن بندر بادشاہ اس چوٹ سے بچ گیا، اور تبدیلی کی اپنی جادوئی طاقتوں پرآ گیا۔

اس نے ایک بال نکالا، اسے اپنے منہ میں ڈالا، اسے چبایا، ہوا میں تھوک دیا اور کہا: "اپنے آپ کو تبدیل کرو!"

اور فوراً ہی یہ سینکڑوں چھوٹے بندروں میں بدل گیا جنہوں نے شیطان پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ سن وو کنگ کے جسم پر ٤٤ ہزار بال تھے جن میں سے ہر ایک کو وہ بدل سکتا تھا۔ اپنی تیز آنکھوں کے ساتھ چھوٹے بندر سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ ادھر ادھر اچھل رہے تھے۔ انہوں نے شیطان بادشاہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا، اس کے کپڑے پھاڑ دیے، اور اس کی ٹانگیں کھینچیں، یہاں تک کہ اس نے اپنی لمبائی کو زمین پر ناپا۔ پھر سن وو کنگ نے قدم بڑھایا، اس کے ہاتھ سے چاقو لے کراور اسے پھاڑ کر اسے ختم کر دیا۔ اس کے بعد وہ غار میں داخل ہوا اور اپنے قیدی بچوں یعنی بندروں کو رہا کیا۔ بدلے ہوئے بالوں کو اس نے دوبارہ اپنی طرف کھینچا، اور آگ بنا کر اس نے شیطانی غار کو زمین پر جلا دیا۔ پھر اس نے ان لوگوں کو اکٹھا کیا جنہیں اس نے فضا میں بندر بنا کر چھوڑا تھا، اور ان کے ساتھ طوفانی ہوا کی طرح پھولوں اور پھلوں کے پہاڑ پر اپنے غار کی طرف اڑ گیا، جس کا تمام بندروں نے خوشی سے استقبال کیا۔

سن وو کنگ کے ڈیول کنگ کے عظیم چاقو پر قبضہ کرنے کے بعد، اس نے اپنے بندروں کو ہر روز مشق کروائی۔ ان کے پاس لکڑی کی تلواریں اور بانس کے نیزے تھے، اور وہ سرکنڈے کے پائپوں پر اپنا مارشل میوزک بجاتے تھے۔ ۔ اچانک سن وو کنگ کے ذہن میں خیال آیا: "اگر ہم اس راستے پر چلتے ہیں تو شاید ہم کسی انسان یا جانور کے بادشاہ کو اپنے ساتھ لڑنے پر اکسائیں، اور پھر ہم اپنی لکڑی کی تلواروں اور بانس کے نیزوں سے اس کا مقابلہ نہ کر سکیں!" اور اپنے بندر سے کہا: "کیا کیا جائے؟" چار لنگور آگے بڑھے اور کہنے لگے: "آلائی سلطنت کے دار الحکومت میں بے شمار جنگجو ہیں اور وہاں تانبے اور فولاد کے لوہاربھی پائے جاتے ہیں۔ یہ کیسا ہوگا اگر ہم فولاد اور لوہا خریدیں اور ان لوہاروں کو کہیں کہ وہ ہمارے لیے ہتھیار بنائیں ؟

سن وو کنگ نےایک قلابازی اور کھائی اور شہر سامنے کھڑا تھا۔ اس نے اپنے آپ سے کہا" ہتھیار خریدنے میں بہت وقت لگے گا۔ میں اس کے بجائے جادو سے انہیں بناؤں گا اور کچھ لے لوں گا۔ تو اس نے زمین پر پھونک ماری۔ پھر ایک زبردست آندھی چلی جس نے ریت اور پتھر اپنے آگے لے گئے اور شہر کے تمام سپاہی خوفزدہ ہوکر کے بھاگنے لگے۔ پھر سن وو کنگ

اسلحہ خانے میں گیا، اپنا ایک بال نکالا، اسے ہزاروں چھوٹے بندروں میں بدل دیا، ہتھیاروں کی پوری سپلائی لے کر بادل پر واپس گھر چلا گیا۔

پھر اس نے اپنے لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا اور ان کا شمار کیا۔ مجموعی طور پر ان کی تعداد ستر ہزار تھی۔ اُنہوں نے پورے پہاڑ کو، اور تمام جادوئی درندوں اور روحانی شہزادوں کو جو اُس پر بستے تھے۔ اور یہ ۷۲ غاروں سے نکلے اور سن وو کنگ کو اپنا سربراہ قرار دیا۔

ایک دن بندر بادشاہ نے کہا: "اب تم سب کے پاس ہتھیار ہیں۔ لیکن یہ چھری جو میں نے شیطان بادشاہ سے لی تھی بہت ہلکی ہے، اور اب مجھے سوٹ نہیں کرتی۔ کیا کرنا چاہیے؟‘‘

پھر چاروں لنگوروں نے آگے بڑھ کر کہا: "اے بادشاہ، آپ کی روحانی طاقتوں کو دیکھتے ہوئے، آپ کو پوری زمین پر اپنے استعمال کے لیے کوئی ہتھیار نہیں ملے گا۔ کیا آپ کے لیے پانی میں سے گزرنا ممکن ہے؟‘‘

بندر بادشاہ نے جواب دیا: "تمام عناصر میرے تابع ہیں اور کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں میں نہ جا سکوں۔"

تب لنگوروں نے کہا: "یہاں ہمارے غار کا پانی بحیرہ عظیم میں بہتا ہے، مشرقی سمندر کے ڈریگن کنگ کے قلعے میں۔ اگر آپ کی جادوئی طاقت اسے ممکن بناتی ہے، تو آپ ڈریگن کنگ کے پاس جا سکتے ہیں اور اسے آپ کو ایک ہتھیار دینا ہوگا۔

بندر بادشاہ کے لیے یہ موزوں تھا۔ اس نے لوہے کے پل پر چھلانگ لگائی اور بڑبڑایا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو لہروں میں اڑا دیا، جو اس کے سامنے سے الگ ہو گئیں اور وہ دوڑتا رہا یہاں تک کہ وہ آبی کرسٹل کے محل تک پہنچا۔ وہاں اس کی ملاقات ایک ٹریٹن (سمندری دیوتا)سے ہوئی جس نے پوچھا کہ وہ کون ہے۔ اس نے اپنا نام بتایا اور کہا: "میں ڈریگن کنگ کا قریبی پڑوسی ہوں، اور اس سے ملنے آیا ہوں۔" ٹریٹن پیغام لے کر قلعے میں چلا گیا، اور مشرقی سمندر کا ڈریگن کنگ اسے لینے کے لیے جلدی سے باہر آیا۔ اس نے اسے بٹھا کر چائے پیش کی۔

سن وو کنگ نے کہا: "میں نے پوشیدہ علم سیکھا ہے اور لافانی ہونے کی طاقتیں حاصل کی ہیں۔ میں نے اپنے پہاڑ کی حفاظت کے لیے اپنے بندروں کو جنگ کے فن میں تربیت دی ہے۔ لیکن میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے جسے میں استعمال کر سکوں، اس لیے تم سے ادھار ہتھیار لینے آیا ہوں۔‘‘

ڈریگن کنگ کے پاس ایک بڑی مچھلی تھی جس کے پاس ایک بڑا نیزہ تھا۔ لیکن سن وو کنگ اس سے مطمئن نہیں تھا۔ پھر اس نے فیلڈ مارشل ایبل کو حکم دیا کہ وہ نو ٹن والے کانٹے میں لے آئیں، جس کا وزن تین ہزار چھ سو پاؤنڈ تھا۔ لیکن سن وو کنگ نے اسے اپنے ہاتھ میں متوازن کیا اور کہا: "بہت ہلکا! بہت ہلکا! بہت ہلکا!"

پھر ڈریگن کنگ خوفزدہ ہو گیا، اور وہ اپنے اسلحہ خانے کا سب سے بھاری ہتھیار لایا، اس کا وزن سات ہزار دو سو پاؤنڈ تھا۔ لیکن یہ سن وو کنگ کے لیے اب بھی بہت ہلکا تھا۔ ڈریگن کنگ نے اسے یقین دلایا کہ اس کے پاس کوئی بھاری چیز نہیں ہے، لیکن سن وو کنگ ہار نہیں مانا اور کہا: "ذرا ارد گرد دیکھو!"

آخر کار ڈریگن ملکہ اور اس کی بیٹی باہر آئے، اور ڈریگن کنگ سے کہا: "یہ سادھو ایک ناخوش گاہک ہے جس کے ساتھ معاملہ کرنا ہے۔ لوہے کا عظیم بار اب بھی ہمارے سمندر میں پڑا ہے۔ اور زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ یہ سرخ رنگ کی چمک سے چمک رہا تھا، جو شاید اس بات کی علامت ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ اسے چھین لیا جائے گا۔

ڈریگن کنگ نے کہا: "لیکن یہ وہ چھڑی ہے جسے عظیم یو نے پانیوں کا حکم دیتے وقت استعمال کیا، اور سمندروں اور دریاؤں کی گہرائی کا تعین کیا۔ کوئی اسے چھین نہیں سکتا۔"

ڈریگن ملکہ نے جواب دیا: "بس اسے دیکھنے دو! پھر وہ اس کے ساتھ کیا کرتا ہے اس سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے۔‘‘

تو ڈریگن کنگ نے سن وو کنگ کو ناپنے والی چھڑی کی طرف لے جایا۔ اس سے نکلنے والی سنہری چمک کچھ دور سے دیکھی جا سکتی تھی۔ یہ ایک بہت بڑی لوہےکی لاٹھی تھی جس کے دونوں طرف سنہری قبضے لگے تھے۔

سن وو کنگ نے اسے اپنی پوری طاقت کے ساتھ اٹھایا، اور پھر کہا: "یہ بہت بھاری ہے، اور اسے کچھ چھوٹا اور پتلا ہونا چاہیے!"

جیسے ہی اس نے یہ کہا تھا کہ لوہے کی سلاخ کم ہو گئی۔ اس نے اسے دوبارہ آزمایا، اور پھر اس نے دیکھا کہ یہ ہتھیار اس کے حکم پر بڑا یا چھوٹا ہوا ہے۔ اسے پن کے سائز تک سکڑ کر بنایا جا سکتا ہے۔ سن وو کنگ بہت خوش ہوا اور سمندر میں

چھڑی کو مارا ، چھڑی کو ایک بار پھر بڑا کیا تھا، یہاں تک کہ لہریں پہاڑ سے اونچی ہو گئیں اور ڈریگن کےقلعے کی بنیادیں ہل گئیں ۔ ڈریگن کنگ خوف سے کانپنے لگا، اور اس کے تمام کچھوے، مچھلیاں اور کیکڑے اپنے گھروں میں گھس گئے۔

سن وو کنگ ہنسا، اور کہا: "خوبصورت تحفے کے لیے بہت شکریہ!" پھر اس نے جاری رکھا: "اب میرے پاس ہتھیار ہے، یہ سچ ہے، لیکن ابھی تک میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ دو یا تین دوسرے ہتھیاروں کو تلاش کرنے کے بجائے، مجھے لگتا ہے کہ تم مجھے پورے جسم کے لیے زرہ بکترفراہم کرنے کو تیار ہوگے۔"

ڈریگن کنگ نے اسے بتایا کہ اس کے پاس اسے دینے کے لیے کوئی زرہ نہیں ہے۔

پھر بندر نے کہا: میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تم میرے لیے ایک زرہ حاصل نہ کر لو۔ اور ایک بار پھر اپنی چھڑی کو جھلانے لگا۔

"مجھے نقصان نہ پہنچاؤ!" ڈریگن کنگ نے کہا، "میں اپنے بھائیوں سے پوچھوں گا۔"

اور اُس نے اُن سے لوہے کے ڈرم کو پیٹا اور سنہری گھنٹہ بجایا، اور ایک ہی لمحے میں ڈریگن کنگ کے تمام بھائی دوسرے تمام سمندروں سے آ گئے۔ ڈریگن کنگ نے ان سے اکیلے میں بات کی اور کہا: "یہ ایک خوفناک آدمی ہے، اور ہمیں اس کا غصہ نہیں بھڑکانا چاہیے! پہلے اس نے مجھ سے سنہری کلیمپوں والی چھڑی لی، اور اب وہ زرہ بکتر کی بھی فرمائش کرتا ہے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ اسے فوراً راضی کیا جائے، اور بعد میں جنتوں کے خدا سے اس کی شکایت کی جائے۔"

تو بھائی گولڈن زرہ کا جادوئی سوٹ، جادوئی جوتے اور جادوئی ہیلمٹ لے آئے۔

پھر سن وو کنگ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنے غار میں واپس آگیا۔ اس نے خوش ہوکراپنے بچوں کا استقبال کیا، جو اس سے ملنے آئے تھے، اور انہیں سنہری کلیمپوں والی چھڑی دکھائی۔ وہ سب اکٹھے ہو گئے اور چاہتے تھے کہ اسے زمین سے اٹھا لیں، اگر صرف ایک بار۔ لیکن یہ بالکل ایسا ہی تھا جیسے کسی ڈریگن فلائی نے پتھر کے کالم کو اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی ہو یا کوئی چیونٹی ایک عظیم پہاڑ کو لے جانے کی کوشش کر رہی ہو۔ یہ ایک بال کی چوڑائی کو منتقل نہیں کرے گا۔ تب بندروں نے اپنا منہ کھولا اور اپنی زبانیں پھنسا کر کہا: ابا جان، آپ کے لیے اس بھاری چیز کو اٹھانا کیسے ممکن ہے؟ چنانچہ اس نے انہیں عصا کا راز بتایا اور اس کے اثرات دکھائے۔ پھر اس نے اپنی سلطنت کو ترتیب دیا، اور چار لنگورفیلڈ مارشل مقرر کئے۔ اور سات حیوانی روحیں، بیل روح، ڈریگن روح، پرندوں کی روح، شیر کی روح اور باقی بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔

ایک دن رات کے کھانے کے بعد اس نے جھپکی لی۔ ایسا کرنے سے پہلے اس نے چھڑی کو سکڑنے دیا تھا، اور اسے اپنے کان میں پھنسا لیاتھا۔ جب وہ سو رہا تھا تو اس نے خواب میں دو آدمیوں کو ساتھ آتے دیکھا، جن کے پاس ایک کارڈ تھا جس پر لکھا تھا "سن وو کنگ۔" اُنہوں نے اُسے مزاحمت کرنے کی اجازت نہیں دی، بلکہ اُس کو جکڑ کر اُس کی روح کو دور کر دیا اور جب وہ ایک بڑے شہر میں پہنچے تو بندر بادشاہ آہستہ آہستہ اپنے پاس آیا۔ شہر کے دروازے پر اس نے لوہے کی ایک گولی دیکھی جس پر بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا: "نیدر ورلڈ۔"یعنی عالم اسفل

پھر اچانک اس پر سب کچھ واضح ہو گیا اور اس نے کہا: "کیوں، یہ موت کا ٹھکانہ ہونا چاہیے! لیکن میں بہت پہلے سے اس کی طاقت سے بچ گیا ہوں، اور اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ مجھے یہاں گھسیٹا! اس نے جتنا زیادہ غور کیا اتنا ہی وحشی ہوتا گیا۔ اس نے اپنے کان سے سنہری چھڑی نکالی، اسے جھول دیا اور اسے بڑا ہونے دیا۔ پھر اس نے دونوں داروغاؤنکو کچل دیا، ان کی زنجیریں توڑ دیں ، اور اُن کی زنجیریں اُس کے سامنے جھولاتے ہوئے شہر میں لے گئے۔ مرنے والوں کے دس شہزادے خوفزدہ ہو گئے، اس کے سامنے جھک کر پوچھا: تم کون ہو؟

سن وو کنگ نے جواب دیا: "اگر آپ مجھے نہیں جانتے تو آپ نے مجھے کیوں بھیجا اور مجھے گھسیٹ کر اس جگہ کیوں لایا؟ میں پھولوں اور پھلوں کے پہاڑ کا جنت میں پیدا ہونے والا سادھو سن وو کنگ ہوں۔ اور اب، تم کون ہو؟ مجھے جلدی سے اپنے نام بتاؤ ورنہ میں تمہیں مار دوں گا!" مرنے والوں کےدس شہزادوں نے عاجزی سے اسے اپنے نام بتائے۔

سن وو کنگ نے کہا: "میں، قابل احترام سورج، نے ابدی زندگی کی طاقت حاصل کر لی ہے! آپ کے پاس مجھ سے کہنے کو کچھ نہیں ہے! جلدی، مجھے زندگی کی کتاب دینے دو!

انہوں نے اس سے انکار کرنے کی ہمت نہیں کی، اور کاتب کو کتاب لانے پر مجبور کیا۔ سن وو کنگ نے اسے کھولا۔ "Apes" نمبر ۱۳۵۰ کے عنوان کے تحت، اس نے پڑھا: "Sun Wu Kung، آسمان میں پیدا ہونے والا پتھر کا بندر۔ اس کے سال تین سو چوبیس ہوں گے۔ پھر وہ بغیر بیماری کے مر جائے گا۔"

سن وو کنگ نے میز سے برش لیا اور بک آف لائف سے بندر کے پورے خاندان کو مارا، کتاب کو نیچے پھینک دیا اور کہا: "اب ہم برابر ہو گئے ہیں! اس دن سے میں آپ کی طرف سے کسی قسم کی بے ادبی برداشت نہیں کروں گا! اس کے ساتھ اس نے اپنی چھڑی کے ذریعہ نیدر ورلڈ (عالم اسفل)سے اپنے لئے ایک راستہ صاف کیا، اور مرنے والوں دس شہزادوں نے اسے روکنے کی جرأت نہیں کی، بلکہ اس کے بعد آسمانوں کے رب سے صرف شکایت کی۔

جب سن وو کنگ شہر سے باہر نکلا تو وہ پھسل کر زمین پر گر گیا۔ اس سے وہ بیدار ہوا اور اس نے دیکھا کہ وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ اس نے اپنے چار بابوؤں کو اپنے پاس بلایا اور کہا: "بہت خوب، شاندار! مجھے موت کے محل میں گھسیٹا گیا اور میں نے وہاں بہت افراتفری مچادی۔ میں نے انہیں مجھے زندگی کی کتاب دینے پر مجبور کیا، اور میں نے تمام بندروں کی موت کو ختم کر دیا! اور اس وقت کے بعد پہاڑ پر بندر نہیں مرے، کیونکہ ان کا نام پاتال میں مٹا دیا گیا تھا۔

لیکن آسمان کا رب اپنے محل میں بیٹھا تھا اور اس نے اپنے تمام بندوں کو اپنے پاس جمع کر لیا تھا۔ اور ایک صاحب آگے آئے اور مشرقی سمندر کے ڈریگن کنگ کے خلاف شکایت پیش کی۔ اور ایک دوسرے نے آگے آ کر ان دس شہزادوں کی شکایت پیش کی جو مر چکے تھے۔ آسمان کے خدا نے دونوں یادگاروں کو دیکھا۔ دونوں نے سن وو کنگ کے جنگلی، غیر مہذب طرز عمل کے بارے میں بتایا۔ چنانچہ آسمان کے خدا نے ایک دیوتا کو حکم دیا کہ وہ زمین پر اترے اور اسے قید کر لے۔ تاہم، شام کا ستارہ آگے آیا اور کہا: "یہ بندر آسمان اور زمین اور سورج اور چاند کی خالص ترین طاقتوں سے پیدا ہوا ہے۔ اس نے خفیہ علم حاصل کیا اور امر ہو گیا۔ اے خُداوند، اُن سب کے لیے اپنی عظیم محبت کو یاد رکھ جو زندگی ہے، اور اُس کے گناہ کو معاف کر! اسے جنت میں بلانے کا حکم جاری کرو، اور اسے یہاں ذمہ داری سونپ دو، تاکہ وہ ہوش میں آجائے۔ پھر اگر وہ دوبارہ تیرے حکم کی نافرمانی کرے تو اسے بغیر رحم کے سزا دی جائے۔''

آسمانوں کا خدا راضی تھا، حکم جاری ہوا، اور شام کے ستارے سے کہا کہ اسے سن وو کنگ لے جائے۔ شام کا ستارہ رنگین بادل پر چڑھا اور پھولوں اور پھلوں کے پہاڑ پر اترا۔

اس نے سن وو کنگ کو سلام کیا اور اس سے کہا: "خدا نے تمہارےاعمال کے بارے میں سنا تھا اور تم کو سزا دینے کا ارادہ کیا تھا۔ میں مغربی آسمانوں کا شام کا ستارہ ہوں، اور میں نے تمہارےلیے بات کی۔ اس لیے اس نے مجھے تمھیں آسمان پر لے جانے کا حکم دیا ہے تاکہ تمھیں وہاں ذمہ داری سونپ دی جائے۔''

سن وو کنگ بہت خوش ہوا اور جواب دیا: "میں ابھی سوچ رہا تھا کہ مجھے کچھ وقت کے لیے جنت کی سیر کرنی چاہیے، اور یقین ہے، اولڈ اسٹار، یہاں تم مجھے لینے آئے ہو!"

پھر اس نے اپنے چار لنگوروں کو آکر متاثر کن انداز میں ان سے کہا: "دیکھو کہ تم ہمارے پہاڑ کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے ہو! میں آسمان پر جا رہا ہوں کہ وہانکا کچھ حال دیکھوں!

پھر وہ شام کے ستارے کے ساتھ ایک بادل پر چڑھ گیا اور اوپر تیرنے لگا۔ لیکن وہ اپنی قلابازیاں گھماتا رہا اور اتنی تیزی سے آگے بڑھا کہ شام کا ستارہ اس کے بادل پر پیچھے رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے جانتا، وہ جنت کے جنوبی دروازے تک پہنچ چکا تھا اور لاپرواہی سے آگے بڑھنے ہی والا تھا۔ دربان اسے اندر نہیں جانے دینا چاہتا تھا لیکن سن ووکنگ نے اسے روکنے نہیں دیا۔

ان کے جھگڑے کے درمیان شام کا ستارہ آیا اور معاملات کی وضاحت کی، اور پھر اسے آسمانی دروازے میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی۔ جب وہ آسمانوں کے خدا کے قلعے میں پہنچا تو بغیر سر جھکائے اس کے سامنے سیدھا کھڑا ہوگیا۔

آسمانوں کے خدا نے پوچھا: "پھر نوکدار ہونٹوں والا یہ بالوں والا چہرہ سن وو کنگ ہے؟"

اس نے جواب دیا: "ہاں، میں قابل احترام سورج ہوں!"

آسمانوں کے خدا کے تمام بندے چونک گئے اور کہنے لگے: "یہ جنگلی بندر جھکتا بھی نہیں، اور اپنے آپ کو قابل احترام سورج کہنے تک چلا جاتا ہے۔ اس کا جرم ہزار موت کا مستحق ہے!

لیکن خداوند نے کہا: "وہ نیچے کی زمین سے اوپر آیا ہے، اور ابھی تک ہمارے اصولوں کا عادی نہیں ہے۔ ہم اسے معاف کر دیں گے۔''

پھر حکم دیا کہ اس کے لیے کچھ کام تلاش کیا جائے۔ آسمانی عدالت کے مارشل نے وضاحت کی: "کہیں بھی کوئی جگہ خالی نہیں ہے، لیکن آسمانی اصطبل میں ایک افسر کی ضرورت ہے۔" اس کے بعد خدا نے اسے آسمانی گھوڑوں کا با اختیارمالک بنا دیا۔ تب آسمان کے خدا کے بندوں نے اس سے کہا کہ اسے اس کے فضل کا شکر ادا کرنا چاہیے۔سن وو کنگ نے اونچی آواز میں

پکارا "آرڈر کرنے کے لیے آپ کا شکریہ!" اپنی تقرری کا سرٹیفکیٹ اپنے قبضے میں لیا اور اپنے نئے دفتر میں داخل ہونے کے لیے اصطبل میں چلا گیا۔

سن وو کنگ نے بڑے جوش و خروش سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ آسمانی گھوڑے ہموار اور موٹے ہو گئے اور اصطبل گھوڑوں کے بچوں سے بھر گیا۔ اس کو اصطبل کا انتظام سنبھالےڈیڑھ ماہ گزر چکا تھا۔ پھر اس کے آسمانی دوستوں نے اس کے لیے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔

جب وہ میز پر بیٹھے تھے، سن وو کنگ نے اچانک پوچھا: "اصطبل کامالک؟ یہ کیسا عہدہ ہے؟"

"کیوں، یہ ایک سرکاری عہدہ ہے،" جواب تھا۔

"یہ دفتر کس درجہ کا ہے؟"

’’اس کا کوئی درجہ نہیں ہے،‘‘ جواب تھا۔

"آہ،" بندر نے کہا، "کیا یہ اتنا اونچا ہے کہ باقی تمام اعزازات سے آگے نکل جائے؟"

اس کے دوستوں نے جواب دیا۔ "یہ سرکاری فہرست میں بھی متعین نہیں ہے، لیکن یہ کافی حد تک نچلے درجے کا ہے۔ آپ کو بس گھوڑوں کا خیال رکھنا ہے۔ اگر آپ ان کو گاڑھا ہوتے دیکھتے ہیں، تو آپ کو اچھا سکور ملے گا۔ لیکن اگر وہ دبلے یا بیمار ہو جائیں یا گر جائیں تو تمہاری سزا فوراً دی جائے گی۔‘‘

تب بندر بادشاہ غصے میں آگیا: "کیا، وہ میرے ساتھ، قابل احترام سورج کے ساتھ ایسا شرمناک سلوک کرتے ہیں!" اور اس نے شروع کیا۔ "میرے پہاڑ پر میں بادشاہ تھا، میں باپ تھا! اسے کیا ضرورت تھی کہ مجھے گھوڑوں کو چرانے کے لیے اپنی جنت میں لے جائے۔ میں اب نہیں کروں گا! میں اب نہیں کروں گا!"

ہولا، اور اس نے پہلے ہی میز کو الٹ دیا تھا، اس کے کان سے سنہری کلیمپوں سے چھڑی کھینچی، اسے بڑا ہونے دیا اور اپنے لیے جنت کے جنوبی دروازے تک نکلنے کا راستہ نکالا۔ اور کسی نے اسے روکنے کی ہمت نہیں کی۔

وہ پہلے ہی اپنے جزیرے کے پہاڑ پر واپس آ گیا تھا اور اس کے لوگوں نے اسے گھیر لیا اور کہا: "آپ کو گئے ہوئے دس سال سے زیادہ ہو چکے ہیں، عظیم بادشاہ! یہ کیسا ہے کہ تم اب تک ہمارے پاس واپس نہیں آئے؟"

بندر بادشاہ نے کہا: "میں نے جنت میں تقریباً دس دن سے زیادہ نہیں گزارا۔ یہ آسمانوں کا خدا نہیں جانتا کہ اپنے لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کرے۔ اس نے مجھےاپنے اصطبل کا مالک بنایا، اور مجھے اس کے گھوڑوں کو کھانا کھلانا تھا۔ میں بہت شرمندہ ہوں کہ مرنے کو تیار ہوں۔ لیکن میں نے اسے برداشت نہیں کیا، اور اب میں ایک بار پھر یہاں ہوں!"

اس کے بندروں نے بے تابی سے اسے تسلی دینے کے لیے ضیافت تیار کی۔ جب وہ میز پر بیٹھے تھے تو دو سینگوں والے شیطان بادشاہ آئے اور اسے ایک پیلا شاہی لباس تحفہ کے طور پر لے آئے۔ خوشی سے بھرا وہ اس میں پھسل گیا، اور دو شیطان بادشاہوں کو موہرے کے رہنما مقرر کیا۔ اُنہوں نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور اُس کی چاپلوسی کرنے لگے: ”اے عظیم بادشاہ، اپنی قدرت اور حکمت کے ساتھ، تجھے آسمانوں کے خدا کی خدمت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کو عظیم سادھو کہنے کے لیے جو جنت کے برابر ہے بالکل درست ہوگا۔

بندر اس تقریر سے خوش ہوا اور کہنے لگا: اچھا، اچھا! پھر اس نے اپنے چار بابونوں کو حکم دیا کہ جلدی سے ایک جھنڈا بنائیں، جس پر لکھا ہوا تھا: "عظیم سادھو جو جنت کے برابر ہے۔" اور اس وقت سے اس نے خود کو اس لقب سے پکارا تھا۔

جب آسمانوں کے خدا کو بندر کی پرواز کا علم ہوا تو اس نے پگوڈا والے دیوتا لی ڈسنگ اور اس کے تیسرے بیٹے نوشچا کو بندر بادشاہ کو قیدی بنانے کا حکم دیا۔ انہوں نے ایک آسمانی جنگجو میزبان کے سر پر حملہ کیا، اس کے غار کے سامنے ایک کیمپ لگایا، اور ایک بہادر جنگجو کو اسے اکیلی جنگ میں للکارنے کے لیے بھیجا۔ لیکن اسے سن وو کنگ نے آسانی سے مارا اور بھاگنے پر مجبور ہو گیا، اور سن وو کنگ نے بھی اس کے پیچھے چلایا، ہنستے ہوئے: "ہوا کیسی تھیلی ہے! اور وہ اپنے آپ کو آسمانی جنگجو کہتا ہے! میں تمہیں قتل نہیں کروں گا۔ جلدی سے بھاگو اور مجھے ایک بہتر آدمی بھیج دو!

جب نوشا نے یہ دیکھا تو وہ خود بھی جنگ کے لیے جلدی سے نکلا۔

سن وو کنگ نے اس سے کہا: "چھوٹے، تم کس سے تعلق رکھتے ہو؟ تم کو یہاں نہیں کھیلنا چاہیے، کیونکہ تم کو کچھ ہو سکتا ہے!

لیکن نوشا نے اونچی آواز میں پکارا: "ملعون بندر! میں شہزادہ نوشا ہوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم کو قیدی بنا لیں! اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی تلوار سن وو کنگ کی سمت چلائی۔

’’بہت اچھا،‘‘ مؤخر الذکر نے کہا، ’’میں یہیں کھڑا رہوں گا اور کبھی حرکت نہیں کروں گا۔‘‘

تب نوشا کو بہت غصہ آیا، اور چھ بازوؤں کے ساتھ تین سروں والے دیوتا میں بدل گیا، جس میں اس نے چھ مختلف ہتھیار رکھے تھے۔ اس طرح وہ حملہ کی طرف بڑھ گیا۔

سن وو کنگ ہنس پڑے۔ "چھوٹا ساتھی اس کی چال جانتا ہے! لیکن آسان، تھوڑا انتظار کرو! میں بھی شکل بدل دوں گا!"

اور اس نے اپنے آپ کو تین سروں اور چھ بازوؤں کے ساتھ ایک شکل میں بدل دیا، اور تین سونے کی چھڑیوں کو جھولے۔ اور اس طرح وہ لڑنے لگے۔ ان کی ضربیں اتنی تیزی سے برسیں کہ یوں لگتا تھا جیسے ہزاروں ہتھیار ہوا میں اڑ رہے ہوں۔ تیس راؤنڈ کے بعد ابھی تک لڑائی کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ پھر سن وو کنگ نے ایک آئیڈیا پر حملہ کیا۔ اس نے چپکے سے اپنا ایک بال نکالا، اسے اپنی شکل میں بدل دیا، اور اسے نوشچا کے ساتھ لڑائی جاری رکھنے دیا۔ تاہم، وہ خود نوشا کے پیچھے کھسک گیا، اور اسے اپنی چھڑی سے بائیں بازو پر ایسی ضرب لگائی کہ اس کے گھٹنے درد سے اس کے نیچے سے نکل گئے، اور اسے شکست کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔

تو نوشا نے اپنے والد لی ڈسنگ سے کہا: "یہ شیطانی بندر مکمل طور پر بہت طاقتور ہے! میں اس سے بہتر نہیں ہو سکتا!" آسمانوں پر لوٹنے اور ان کی معزولی کو تسلیم کرنے کے سوا کچھ نہیں بچا تھا۔ آسمان کے خدا نے اپنا سر جھکا لیا، اور کسی دوسرے ہیرو کے بارے میں سوچنے کی کوشش کی جسے وہ باہر بھیج سکتا ہے۔

پھر شام کا ستارہ ایک بار پھر آگے آیا اور کہا: "یہ بندر اتنا مضبوط اور اتنا بہادر ہے کہ شاید ہم میں سے کوئی بھی اس کے مقابلے میں نہیں ہے۔ اس نے بغاوت کی کیونکہ اصطبل مالک کا عہدہ اس کے لیے بہت کم دکھائی دیتا تھا۔ سب سے اچھی بات یہ ہوگی کہ انصاف کو رحم کے ساتھ نرم کیا جائے، اسے اپنا راستہ اختیار کرنے دیا جائے، اور اسے عظیم مقدس مقرر کیا جائے جو جنت کے برابر ہے۔ اس کے ساتھ کوئی الزام لگائے بغیر صرف اسے خالی ٹائٹل دینا ضروری ہو گا اور پھر معاملہ طے ہو جائے گا۔‘‘ آسمانوں کا خدا اس تجویز سے مطمئن ہوا، اور ایک بار پھر شام کے ستارے کو نئے ولی کو بلانے کے لیے بھیجا۔ جب سن وو کنگ نے سنا کہ وہ پہنچ گیا ہے، تو اس نے کہا: "پرانا شام کا ستارہ ایک اچھا ساتھی ہے!" اور اس نے اپنی فوج کو ایک تہوار کے استقبال کے لیے قطار میں کھڑا کیا۔ اس نے خود تقریب کا لباس زیب تن کیا اور شائستگی کے ساتھ ان سے ملنے نکلا۔

پھر شام کے ستارے نے اسے بتایا کہ آسمانوں میں کیا ہوا تھا، اور یہ کہ اس کی تقرری عظیم سادھو کے طور پر ہوئی ہے جو اس کے ساتھ آسمان کے برابر ہے۔

اس پر عظیم سادھو نے ہنستے ہوئے کہا: "تم نے پہلے بھی میری طرف سے بات کی تھی، بوڑھے ستارے! اور اب تم نے پھر میرا حصہ لیا ہے۔ بہت شکریہ! بہت شکریہ!"

پھر جب وہ آسمانوں کے خدا کی بارگاہ میں ایک ساتھ حاضر ہوئے تو خدانے کہا: "عظیم ولی کا درجہ بہت بلند ہے جو آسمان کے برابر ہے۔ لیکن اب آپ کو مزیداچھل کود نہیں کرنا چاہیے۔

عظیم سادھونے اپنا شکریہ ادا کیا، اور آسمانوں کے خدانے دو ہنر مند معماروں کو حکم دیا کہ وہ اس کے لیے مغرب کی ملکہ ماں کے آڑو باغ کے مشرق میں ایک قلعہ بنائیں۔ اور اسے ہر ممکن اعزاز کے ساتھ اس میں شامل کیا گیا۔

اب سادھو اپنے رنگ میں تھا۔ اس کے پاس وہ سب کچھ تھا جس کی دل چاہ سکتا تھا، اور وہ کسی بھی کام سے پریشان نہیں تھا۔ اس نے آسانی سے کام لیا، آسمانوں میں اپنے انتخاب کے مطابق چہل قدمی کی، اور دیوتاؤں کی زیارت کی۔ تین پاکیزہ اور چار حکمرانوں کے ساتھ اس نے قدرے احترام کا برتاؤ کیا۔ لیکن سیاروں کے دیوتاؤں اور چاند کے اٹھائیس گھروں کے خدا، اور بارہ رقم کے نشانات، اور دوسرے ستاروں کو اس نے "ارے، تم!" سے واقفیت سے مخاطب کیا۔ اس طرح وہ آسمان کے بادلوں کے درمیان بغیر کسی قبضے کے دن بہ دن بیکار ہوتا رہا۔ ایک موقع پر ایک عقلمند نے آسمان کے خدا سے کہا: "مقدس سورج بیکار

ہے جب کہ دن کے بعد دن آتا ہے۔ اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کے ذہن میں کچھ شرارتی خیالات آجائیں، اور بہتر ہو گا کہ اسے کوئی ذمہ داری سونپ دی جائے۔"

چنانچہ آسمان کے رب نے عظیم بزرگ کو بلایا اور اس سے کہا: "ملکہ ماں کے باغ میں جان بخش آڑو جلد ہی پک جائیں گے۔ میں آپ کو ان پر نظر رکھنے کی ذمہ داری دیتا ہوں۔ اپنا فرض پوری ایمانداری سے ادا کریں!

یہ بات سادھو کو پسند آئی اور اس نے شکریہ ادا کیا۔ پھر وہ باغ میں گیا، جہاں نگرانوں اور باغبانوں نے گھٹنوں کے بل اس کا استقبال کیا۔

اس نے ان سے پوچھا: باغ میں کل کتنے درخت ہیں؟

"تین ہزار چھ سو،" باغبان نے جواب دیا۔ "سب سے آگے کی قطار میں بارہ سو درخت ہیں۔ ان میں سرخ پھول ہوتے ہیں اور چھوٹے پھل ہوتے ہیں، جو ہر تین ہزار سال بعد پکتے ہیں۔ جو بھی اسے کھاتا ہے وہ روشن اور صحت مند ہوتا ہے۔ درمیانی قطار میں موجود بارہ سو درختوں پر دوہرے پھول اور میٹھے پھل ہیں جو ہر چھ ہزار سال بعد پکتے ہیں۔ جو بھی اس میں سے کھاتا ہے وہ بغیر عمر کے طلوع فجر میں تیرنے کے قابل ہے۔ آخری قطار کے بارہ سو درخت چھوٹے گڑھوں کے ساتھ سرخ دھاری دار پھل دیتے ہیں۔ وہ ہر نو ہزار سال بعد پکتے ہیں۔ جو کوئی ان کا پھل کھاتا ہے وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، جب تک آسمان خود ہے، اور ہزاروں سالوں تک اچھوت نہیں رہتا۔"

عظیم سادھو نے یہ سب خوشی سے سنا۔ اس نے فہرستیں چیک کیں اور اس وقت سے ہر روز چیزوں کو دیکھنے کے لیے نمودار ہوتا تھا۔ آخری قطار میں آڑو کا بڑا حصہ پہلے ہی پک چکا تھا۔ جب وہ باغ میں آتا تو ہر موقع پر نگرانوں اور باغبانوں کو کسی نہ کسی بہانے بھیج دیتا، درختوں میں چھلانگ لگاتا اور آڑو سے اپنے دل کی تسکین کے لیے خود کو گھیر لیتا۔

اس وقت مغرب کی ملکہ ماں ایک عظیم آڑو کی ضیافت تیار کر رہی تھی جس میں وہ آسمان کے تمام دیوتاؤں کو مدعو کرنے والی تھی۔ اس نے پریوں کو ان کے سات رنگوں کے کپڑوں میں ٹوکریاں لے کر بھیجا، تاکہ وہ آڑو چن لیں۔ نگران نے ان سے کہا: "باغ اب اس عظیم سادھو کی سرپرستی کے سپرد کر دیا گیا ہے جو عہدے میں آسمان کے برابر ہے، لہذا آپ کو سب سے پہلے اپنے آپ کو اس کے سامنے اعلان کرنا پڑے گا۔" اس کے ساتھ وہ سات پریوں کو باغ میں لے گیا۔ وہاں انہوں نے عظیم سادھو کو ہر جگہ تلاش کیا، لیکن وہ اسے نہ مل سکے۔ تو پریوں نے کہا: "ہمارا حکم ہے اور دیر نہیں کرنی چاہیے۔ ہم اس دوران آڑو چننا شروع کر دیں گے!" چنانچہ انہوں نے صف اول سے بھری ہوئی کئی ٹوکریاں چنیں۔ دوسری قطار میں آڑو پہلے ہی نایاب تھے۔ اور آخری قطار میں صرف ایک آدھ پکا ہوا آڑو لٹکا ہوا تھا۔ انہوں نے جھاڑی کو نیچے جھکا اور اسے اٹھایا، اور پھر اسے دوبارہ اوپر اڑنے دیا۔

اب یوں ہوا کہ عظیم سادھو، جس نے خود کو آڑو کے کیڑے میں تبدیل کر لیا تھا، ابھی اس جھاڑی پر دوپہر کی جھپکی لے رہے تھے۔ جب وہ اتنی بے رحمی سے بیدار ہوا تو وہ اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوا، اس کی چھڑی پکڑی اور پریوں کو مارنے ہی والا تھا۔

لیکن پریوں نے کہا: "ہمیں ملکہ ماں نے یہاں بھیجا ہے۔ غصہ نہ کرو، عظیم سادھو!

عظیم سادھو نے کہا: "اور وہ سب کون ہیں جنہیں ملکہ ماں نے مدعو کیا ہے؟"

اُنہوں نے جواب دیا: "آسمانوں میں، زمین پر اور زمین کے نیچے تمام دیوتا اور اولیاء۔"

"کیا اس نے مجھے بھی مدعو کیا ہے؟" سادھونے کہا.

"ایسا نہیں ہے کہ ہم جانتے ہیں،" پریوں نے کہا۔

تب سادھو غصے میں آگیا، ایک جادوئی منتر بڑبڑایا اور کہا: ٹھہرو! ٹھہرو! ٹھہرو!"

اس کے ساتھ ہی سات پریوں کو موقع پر جانے پر پابندی لگا دی گئی۔ سادھو نے پھر ایک بادل لیا اور اس پر سوار ہو کر ملکہ ماں کے محل کی طرف روانہ ہوا۔

راستے میں وہ ننگے پاؤں خدا سے ملا اور اس سے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟

''آڑو کی ضیافت میں '' جواب تھا۔

تب سادھو نے اس سے جھوٹ بولا اور کہا: "مجھے آسمانوں کے خدا کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام دیوتاؤں اور سادھوؤں کو بتاؤں کہ وہ سب سے پہلے پاکیزگی کے ہال میں آئیں، تاکہ رسومات ادا کریں، اور پھر ملکہ ماں کو ملنے اکٹھے جائیں گے۔ "

پھر عظیم سادھو نے اپنے آپ کو ننگے پاؤں خدا کی شکل میں تبدیل کیا اور ملکہ ماں کے محل کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں اس نے اپنے بادل کو ڈوبنے دیا اور بالکل بے فکر ہو کر اندر داخل ہوا۔ کھانا تیار تھا، لیکن ابھی تک کوئی بھی دیوتا ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اچانک عظیم سادھو نے مشروب کی خوشبو کو پکڑ لیا، اور ایک طرف ایک کمرے میں قیمتی امرت کے سو بیرل کھڑے دیکھے۔ اس کے منہ میں پانی آ گیا۔ اس نے چند بالوں کو پھاڑ کر نیند کے کیڑوں میں بدل دیا۔ یہ کیڑے پیالہ اٹھانے والوں کے نتھنوں میں ایسے گھس گئے کہ وہ سب سو گئے۔ اس کے بعد اس نے لذیذ کھانوں سے بھرپور لطف اٹھایا، بیرل کھولے اور اس وقت تک پیا جب تک کہ وہ تقریباً دھت نہیں ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے آپ سے کہا: "یہ سارا معاملہ مجھے ڈراؤنا لگنےلگا ہے۔ بہتر ہے کہ سب سے پہلے گھر جا کر میں تھوڑا سو جاؤں''۔ اور وہ بے ترتیب قدموں سے لڑکھڑاتا ہوا باغ سے باہر نکل گیا۔ یقیناً، وہ اپنا راستہ بھول گیا تھا، اور لاؤتزے کے گھر پہنچ گیا۔ وہاں اسے ہوش آیا۔ اس نے اپنے کپڑے درست کیےاور اندر چلا گیا، اس جگہ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا،
اس جگہ کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا، کیونکہ اس وقت لاؤتزے آسمانوں کے خدا کے ٹھکانے پر تھا، اس سے باتیں کر رہا تھا، اور اس کے تمام بندے اس کے ساتھ سن رہے تھے۔

چونکہ عظیم سادھو کو گھر پر کوئی نہیں ملا عظیم سادھو اندر کے کمرے تک چلا گیا، جہاں لاؤتزے کو زندگی کا امرت تیار کرتے تھے۔

چولہے کے پاس زندگی کی گولیوں سے بھرے لوکی کے پانچ ڈبے تھے جو پہلے ہی لڑھک چکے تھے۔ عظیم سادھو نے کہا: "میں نے بہت پہلے سے ان گولیوں میں سے ایک جوڑے تیار کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لیے انہیں یہاں تلاش کرنا میرے لیے بہت اچھا ہے۔ اس نے لوکی کی چیزیں انڈیل دیں اور زندگی کی تمام گولیاں کھا لیں۔ چونکہ اب اس کے پاس کھانے پینے کے لیے کافی تھا اس نے اپنے آپ سے سوچا: "خراب، برا! میں نے جو شرارت کی ہے اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ مجھے پکڑ لیتے ہیں تو میری جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ میں دوبارہ زمین پر جا کر بادشاہ بنوں! اس کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو اوجھل کر لیا، آسمان کے مغربی دروازے سے باہر نکلا، اور پھولوں اور پھلوں کے پہاڑ پر واپس آیا، جہاں اس نے اپنے لوگوں کو اپنی مہم جوئی کی کہانی سنائی۔

جب اس نے آڑو کے باغ کے مشروب کے امرت کے بارے میں بات کی تو اس کے بندر نے کہا: "کیا تم ایک بار پھر واپس جا کر مشروب کی چند بوتلیں چرا نہیں سکتے، تاکہ ہم بھی اس کا مزہ چکھیں اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کر سکیں؟"

بندر بادشاہ تیار تھا، اس نے قلابازی لگائی ، بغیر کسی کو نظر آئے باغ میں داخل ہوا اور مزید چار بیرل اٹھا لیے۔ اس نے ان میں سے دو کو اپنی بانہوں میں لیا اور ان میں سے دو کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کے بعد وہ ان کے ساتھ کوئی سراغ چھوڑے بغیر غائب ہو گیا اور انہیں اپنے غار میں لے آیا، جہاں اس نے اپنے بندروں کے ساتھ مل کر ان کا لطف اٹھایا۔

اس دوران وہ سات پریاں، جنہیں عظیم سادھو نے جن کا داخلہ ممنوع قرار دیا تھا، انہوں نے رات دن کے بعد اپنی آزادی دوبارہ حاصل کر لی تھی۔ انہوں نے اپنی ٹوکریاں اٹھائیں اور ملکہ ماں کو بتایا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اور پیالہ اٹھانے والے بھی جلدی سے آئے اور اس تباہی کی خبر دی جو کھانے پینے کی چیزوں میں کسی نامعلوم نے ڈالی تھی۔ ملکہ ماں شکایت کرنے آسمان کے خدا کے پاس گئی۔ تھوڑی دیر بعد لاؤتزے بھی اس کے پاس زندگی کی گولیوں کی چوری کے بارے میں بتانے آیا۔ اور ننگے پاؤں خُدا ساتھ آیا اور بتایا کہ اُسے عظیم سادھو جو جنت کے برابر ہے، اس نے دھوکہ دیا ہے۔ اور عظیم سادھو کے محل سے نوکر دوڑتے ہوئے آئے اور کہا کہ سادھو غائب ہو گیا ہے اور کہیں نہیں ہے۔ تب آسمان کا خدا خوف زدہ ہوا، اور کہا: "یہ سارا گڑبڑ بلاشبہ اس شیطانی بندر کا کام ہے!"

اب آسمان کے تمام میزبانوں، تمام ستاروں کے دیوتاؤں، وقت کے دیوتاؤں اور پہاڑی دیوتاؤں کے ساتھ بندر کو پکڑنے کے لیے پکارا گیا۔ لی ڈسنگ ایک بار پھر اس کے کمانڈر انچیف تھے۔ اس نے پورے پہاڑ پر سرمایہ لگایا، اور آسمان اور زمین کا جال پھیلا دیا، تاکہ کوئی بچ نہ سکے۔ پھر اس نے اپنے بہادر ہیروز کو جنگ میں بھیجا۔ بندر نے صبح سویرے سے غروب آفتاب تک ہمت کے ساتھ تمام حملوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن اس وقت تک اس کے سب سے وفادار پیروکار گرفتار ہو چکے تھے۔ یہ اس کے لیے بہت زیادہ تھا۔ اس نے ایک بال نکالا اور اسے ہزاروں بندر بادشاہوں میں تبدیل کر دیا، جنہوں نے ان سب کو سنہری چپکنے والی لوہے کی سلاخوں سے تراشا۔ آسمانی میزبان مغلوب ہو گیا، اور بندر آرام کرنے کے لیے اپنے غار میں چلا گیا۔

اب ہوا یوں کہ گوان ین بھی باغ میں آڑو کی ضیافت میں گئی تھی، اور اس نے دیکھا تھا کہ سن وو کنگ نے کیا کیا تھا۔ جب وہ آسمانوں کے خدا سے ملنے گئی تو لی ڈسنگ ابھی اندر آ رہا تھا، اس عظیم شکست کی اطلاع دینے کے لیے جو اسے پھولوں اور پھلوں کے پہاڑ پر اٹھانا پڑا تھا۔ پھر گوان ین نے آسمان کے خدا سے کہا: "میں آپ کو ایک ہیرو کی سفارش کرسکتی ہوں جو

یقینی طور پر بندر سے بہتر ہوگا۔ یہ آپ کا پوتا یانگ اورلانگ ہے۔ اس نے تمام حیوانوں اور پرندوں کی روحوں کو فتح کر لیا ہے، اور گھاس اور برش میں بلوس کو اکھاڑ پھینکا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ایسے شیطانوں کو درست کرنے کے لیے کیا کرنا ہے۔''

چنانچہ یانگ اورلنگ کو لایا گیا، اور لی ڈسنگ اسے اپنے کیمپ میں لے گیا۔ لی ڈسنگ نے یانگ اورلانگ سے پوچھا کہ وہ بندر کو درست کرنےکے لیے کیا طریقہ اختیار کریں ؟۔

یانگ اورلانگ نے ہنستے ہوئے کہا: "مجھے لگتا ہے کہ جب شکلیں بدلنے کی بات آتی ہے تو مجھے اس سے بہتر جانا پڑے گا۔ آپ کے لیے بہتر ہوگا کہ آپ **آسمانی جال**کو ہٹا دیں تاکہ ہماری لڑائی میں خلل نہ پڑے۔ اس کے بعد اس نے لی ڈسنگ سے درخواست کی کہ وہ اپنے ہاتھ میں میجک اسپرٹ آئینے کے ساتھ خود کو اوپری ہوا میں معلق کریں، تاکہ جب بندر خود کو اوجھل کرے تو اسے آئینے کے ذریعے دوبارہ تلاش کیا جائے۔ جب یہ سب انتظام ہو چکا تو یانگ اورلانگ جنگ کے لیے اپنی روحوں کے ساتھ غار کے سامنے نکل گیا۔

بندر چھلانگ لگا کر باہر نکلا، اور جب اس نے طاقتور ہیرو کو تین دھاری تلوار کے ساتھ اپنے سامنے کھڑا دیکھا تو پوچھا: "اور تم کون ہو؟"

دوسرے نے کہا: "میں یانگ اورلانگ ہوں، آسمانوں کے خدا کا پوتا!"

تب بندر ہنسا اور کہا: "ہاں، مجھے یاد ہے! اس کی بیٹی ایک خاص صاحب یانگ کے ساتھ بھاگ گئی، جسےآسمانوں نے ایک بیٹا دیا تھا۔ تم ہی وہ بیٹے ہو، تم ہی کووہ بیٹا ہونا چاہیے۔

یانگ اورلنگ غصے میں آگئے، اور اپنے نیزے سے اس پر چڑھ گئے۔ پھر گرما گرم لڑائی شروع ہو گئی۔ وہ بغیر کسی فیصلہ کن نتیجے کے تین سو راؤنڈ تک لڑتے رہے۔ یانگ اورلنگ نے پھر اپنے آپ کو سیاہ چہرے اور سرخ بالوں والے دیو میں تبدیل کر لیا۔

"برا نہیں،" بندر نے کہا، "لیکن میں یہ بھی کر سکتا ہوں!"

چنانچہ وہ اسی شکل میں لڑتے رہے۔ لیکن بندر کے لنگور بہت خوفزدہ تھے۔ یانگ اورلانگ کے حیوان اور سیارے کی روحوں نے بندروں کو سخت دبایا۔ انہوں نے ان میں سے اکثر کو مار ڈالا اور باقی چھپ گئے۔ بندر نے یہ دیکھا تو اس کا دل بے چین ہوگیا۔ اس نے جادوئی دیو جیسی شکل کو دوبارہ اندر کھینچا، اپنی چھڑی لے کر بھاگ گیا۔ لیکن یانگ اورلانگ نے اپنی ایڑیوں پر سختی سے پیروی کی۔ اپنی فوری ضرورت میں بندر نے ڈنڈا جو اس نے سوئی میں تبدیل کر دیا تھا، اس کے کان میں ڈالا، ایک چڑیا بن گئی اور درخت کی چوٹی پر اڑ گئی۔ یانگ اورلانگ جو اس کی پٹریوں پر چل رہا تھا، اچانک اس کی نظر کھو گیا۔ لیکن اس کی گہری نظروں نے جلد ہی پہچان لیا کہ اس نے خود کو چڑیا بنا لیا ہے۔ چنانچہ اس نے نیزہ اور کمان کو دور پھینکا، اپنے آپ کو ایک چڑیا کے بازو میں تبدیل کر دیا، اور چڑیا پر اتر گیا۔ لیکن بندر ایک ماہی خور پرندے کے طور پر ہوا میں بلند ہوا۔ یانگ اورلانگ نے اپنے پنکھ ہلائے ، ایک عظیم سمندری سارس میں تبدیل ہو گیا، اور ماہی خور پرندے پر قبضہ کرنے کے لیے بادلوں میں جا گرا۔

بندرگرا، ایک وادی میں اڑ گیا اور مچھلی کے بھیس میں ایک نالے کے پانی کے نیچے کبوتر چلا گیا۔ جب یانگ اورلانگ وادی کے کنارے پر پہنچا، اور اپنی پگڈنڈی کھو چکا تھا، اس نے اپنے آپ سے کہا: "اس بندر نے یقیناً خود کو مچھلی یا کیکڑے میں تبدیل کر لیا ہے! میں اسے پکڑنے کے لیے اپنی شکل بھی بدل دوں گا۔'' چنانچہ وہ ماہی خور بازبن گیا اور پانی کی سطح پر تیرنے لگا۔ جب پانی میں بندر نے ماہی خور بازکو دیکھا تو سمجھ گیا کہ وہ یانگ اورلانگ ہے۔ وہ تیزی سے ادھر ادھر گھوم گیا اور بھاگ گیا، یانگ اورلانگ تعاقب میں رہا۔ جب یانگ اورلانگ اس سےچونچ کی لمبائی سے زیادہ دور نہیں تھا، تو بندر مڑ گیا، پانی کے سانپ کی طرح ساحل پر جا کر گھاس میں چھپ گیا۔ یانگ اورلانگ، جب اس نے پانی سے سانپ کو رینگتے دیکھا تو وہ عقاب بن گیا اور سانپ کو پکڑنے کے لیے اپنے پنجے پھیلا دیے۔ لیکن آبی سانپ اُچھلااور تمام پرندوں میں سب سے نچلے پرندوں میں تبدیل ہو گیا، ایک دھبے دارگدھ، اور ایک چٹان کے کھڑی کنارے پر بیٹھ گیا۔ جب یانگ اورلانگ نے دیکھا کہ بندر اپنے آپ کو اس قدر حقیر مخلوق میں بدل چکا ہے تو وہ اس کے ساتھ شکل بدلنے کا کھیل نہیں کھیلے گا۔ وہ اپنی اصلی شکل میں دوبارہ نمودار ہوا، اپنی کمان اٹھائی اور پرندے کو گولی مار دی۔ گدھ پھسل کر چٹان کے کنارے پر گرا۔ اس کے دامن میں بندر نےاپنے آپ کو ایک کھیت کے دیوتا کے مندر میں بدللیا۔ اس نے دروازہ بنانے کے لیے اپنا منہ کھولا، اس کے دانت دروازے کے دو پلڑےبن گئے، اس کی زبان دیوتا کی شکل بن گئی، اور اس کی آنکھیں کھڑکیاں بن گئیں۔ اس کی دم صرف ایک چیز تھی جسے وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا کرنا ہے۔ چنانچہ اس نے اسے اپنے پیچھے جھنڈے کی شکل میں سختی سے کھڑا ہونے دیا۔ جب یانگ اورلانگ پہاڑی کے دامن تک پہنچا تو اس نے مندرکو دیکھا، جس کے عقب میں جھنڈا کھڑا تھا۔ پھر وہ ہنسا

اور کہا"وہ بندر واقعی شیطان ہے! وہ مجھے کاٹنے کے لیے مندر میں پھنسانا چاہتا ہے۔ لیکن میں اندر نہیں جاؤں گا۔ پہلے میں اس کے لیے اس کی کھڑکیاں توڑ دوں گا، پھر اس کے دروازے کے پروں کو گرا دوں گا۔ بندر نے یہ سنا تو بہت ڈر گیا۔

وہ شیر کی طرح چکر لگاتا ہوا ہوا میں بغیر کسی نشان کے غائب ہو گیا۔ قلابازی کے ساتھ وہ یانگ اورلنگ کے اپنے مندر میں پہنچا۔ وہاں اس نے یانگ اورلانگ کی اپنی شکل اختیار کی اور اندر قدم رکھا۔ جو روحیں پہرے پر تھیں وہ اسے پہچاننے سے قاصر تھیں۔ انہوں نے گھٹنوں کے بل اس کا استقبال کیا۔ چنانچہ بندر خدا کے تخت پر بیٹھ گیا، اور جو دعائیں آئی تھیں وہ اس کے سامنے پیش کی گئیں۔

جب یانگ اورلانگ نے بندر کو مزید نہیں دیکھا، تو وہ لی ڈسنگ کے پاس ہوا میں بلند ہوا اور کہا: "میں بدلتی ہوئی شکل میں بندر سے مقابلہ کر رہا تھا۔ اچانک میں اسے مزید تلاش نہ کر سکا۔ آئینے میں دیکھو!'' لی ڈسنگ نے جادوئی روح کے آئینے میں ایک نظر ڈالی اور پھر ہنسا اور کہا: "بندر نے خود کو آپ کی شکل بنا لیا ہے، وہیں آپ کے مندر میں بیٹھا ہے، اور شرارت کر رہا ہے۔" جب یانگ اورلانگ نے یہ سنا تو اس نے اپنا تین رنگ والا نیزہ لیا، اور جلدی سے اپنے مندر کی طرف بڑھا۔ دروازے پر آنے والی روحیں خوفزدہ ہو گئیں اور کہنے لگیں: "لیکن فادر ابھی تو آئے تھے! اب دوبارہ کیسے آگئے؟"

یانگ اورلانگ، ان کی طرف توجہ دیے بغیر، مندر میں داخل ہوا اور اپنا نیزہ سن وو کنگ پر مارا۔ بندر نے اپنی شکل دوبارہ تبدیل کرناشروع کی، ہنسا اور کہا: "یانگ صاحب، آپ کو ناراض نہیں ہونا چاہیے! اس جگہ کا دیوتا اب سن وو کنگ ہے۔ ایک لفظ کہے بغیر یانگ اورلانگ نے اس پر حملہ کیا۔ سن وو کنگ نے اپنی چھڑی اٹھائی اور وار کو روکنے لگا۔ اس طرح وہ ایک ساتھمندرسے باہر نکلے، لڑتے ہوئے، اور دھند اور بادلوں میں لپیٹ کر ایک بار پھر پھولوں اور پھلوں کےپہاڑ پر پہنچ گئے۔

اس دوران گوان ین آسمان کے عظیم ہال میں لاؤتزے، آسمانوں کے خدا اور ملکہ ماں کے ساتھ بیٹھی ہوئی ، خبر کا انتظار کر رہی تھی۔ جب کوئی نہیں آیا تو اس نے کہا: "میں لاؤتزے کے ساتھ جنت کے جنوبی دروازے پر جاؤں گی اور دیکھوں گی کہ معاملات کیسے ہیں۔" اور جب انہوں نے دیکھا کہ لڑائی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے تو اس نے لاؤتزے سے کہا: "اگر ہم یانگ اورلانگ کی تھوڑی سی مدد کریں تو کیا ہوگا؟ میں سن وو کنگ کو اپنے گلدستے میں بند کر دوں گی۔

لیکن لاوتزے نے کہا: "آپ کا گلدان چینی مٹی کے برتن سے بنا ہے۔ سن وو کنگ اسے اپنی لوہے کی سلاخ سے توڑ سکتا ہے۔ لیکن میرے پاس ہیروں کا ایک طوق ہے جو تمام جانداروں کو گھیر سکتا ہے۔ جسے ہم استعمال کر سکتے ہیں!" چنانچہ اس نے آسمانی دروازے سے اپنے طوق کو ہوا میں اڑا دیا، اور اس سے سن وو کنگ کے سر پر مارا۔ چونکہ اس کے ہاتھ پوری طرح سے لڑ رہے تھے اس لیے وہ اس سے بچ نہ سکا اور ماتھے پر لگنے سے وہ پھسل گیا۔ پھر بھی وہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا اور بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن یانگ اورلانگ کے آسمانی شکاری نے اس کی ٹانگ کاٹ دی یہاں تک کہ وہ زمین پر گر گیا۔ اس کے بعد یانگ اورلانگ اور اس کے پیروکار آئے اور اسے تسموں سے باندھ دیا، اور اس کے گریبان میں ایک کانٹا ڈالا تاکہ وہ مزید اپنے آپ کو تبدیل نہ کر سکے۔ اور لاؤتزے نے اپنے ہیرے کے طوق پر دوبارہ قبضہ کر لیا، اور گوان ین کے ساتھ جنت کے ہال میں واپس آ گیا۔ سن وو کنگ پر اب قابو پالیا گیا تھا، اور اس کی مذمت کرت ہوئےاس کا سر قلم کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ اس کے بعد اسے پھانسی کی جگہ لے جایا گیا اور ایک چوکی پر باندھ دیا گیا۔ لیکن کلہاڑی اور تلوار، گرج اور بجلی کے ذریعے اسے قتل کرنے کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ اس کے سر کے بالوں کو بھی کوئی زک نہیں پہنچی ۔

لاؤتزے نے کہا: "یہ حیرت کی بات نہیں ہے۔ اس بندر نے آڑو بھی کھایا، امرت بھی پیا اور زندگی کی گولیاں بھی نگل لیں۔ اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میرے لیے سب سے بہتر یہ ہوگا کہ میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں اور اسے اپنے چولہے میں ڈال دوں تاکہ اس میں سے زندگی کا امرت دوبارہ پگھلا دوں۔ پھر وہ خاک اور راکھ میں گر جائے گا۔"

چنانچہ سن وو کنگ کی بیڑیاں ڈھیلی ہو گئیں، اور لاؤتزے اسے اپنے ساتھ لے گیا، اسے اپنے تندور میں ڈالا، اور لڑکے کو آگ جلانے کا حکم دیا۔

لیکن تندور کے کنارے کے ساتھ ساتھ آٹھ عنصری قوتوں کے نشانات کندہ کیے گئے تھے۔ اور جب بندر کو تنور میں ڈالا گیا تو اس نے ہوا کے نشان کے نیچے پناہ لی تاکہ آگ اسے نقصان نہ پہنچا سکے۔ اور دھوئیں نے صرف اس کی آنکھوں کو ہوشیار بنا دیا۔ وہ سات بار سات دن تندور میں رہا۔ پھر لاوتزے نے اسے ایک نظر ڈالنے کے لیے کھولا۔ جیسے ہی سن وو کنگ نے روشنی کو اندر چمکتے دیکھا، وہ مزید خاموش رہنے کی برداشت نہ کر سکا، لیکن باہر چھلانگ لگا کر جادوئی تندور کو پریشان کر دیا۔ اس نے جن محافظوں اور خدمت گزاروں کو زمین پر پھینک دیا اور خود لاؤتزے کو، جس نے اسے پکڑنے کی کوشش کی، نے ایسا دھکا دیا کہ وہ اپنی ٹانگیں ہوا میں اس طرح چپک گیا جیسے پیاز الٹا ہو جائے۔ پھر سن وو کنگ نے اپنی لاٹھی اپنے کان سے نکالی، اور یہ دیکھے بغیر کہ اس نے کہاں مارا، ہر چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ستاروں کے دیوتاؤں نے اپنے دروازے بند کر دیے اور آسمان کے محافظ بھاگ گئے۔ وہ آسمانوں کے خدا کے قلعے میں آیا، اور دروازے کا محافظ اپنے فولادی کوڑے

کے ساتھ اسے روکنے کے لیے صرف وقت پر تھا۔ تب گرج کے چھتیس دیوتا اُس پر ٹھہرے اور اُسے گھیر لیا، اگرچہ وہ اُسے پکڑ نہ سکے۔

آسمانوں کے خدا نے کہا: "بودھاجانتا ہے کہ کیا کرنا ہے۔ اسے جلدی بھیج دو!''

چنانچہ مہاتما بدھ اپنے شاگردوں آنند اور کاشیپا کے ساتھ مغرب سے باہر آئے۔ جب انہوں نے ہنگامہ دیکھا تو اس نے کہا: "سب سے پہلے، ہتھیاروں کو ایک طرف رکھو اور سادھو کو باہر لے جاؤ۔ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں!" دیوتا پیچھے ہٹ گئے۔ سن وو کنگ نے کہا: "تم کون ہو، مجھ سے بات کرنے کی ہمت کررہے ہو؟" مہاتما بدھ نے مسکرا کر جواب دیا: "میں بابرکت مغرب، شاکیمونی امیتوفو سے باہر آیا ہوں۔ میں نے اس بغاوت کے بارے میں سنا ہے جو تم نے اٹھائی ہے، اور میں تمہیں قابو کرنے آیا ہوں!

سن وو کنگ نے کہا: "میں پتھر کا بندر ہوں جس نے مخفی علم حاصل کیا ہے۔ میں ۷۲ تبدیلیوں کا مالک ہوں، اور جب تک آسمان چاہے گا میں زندہ رہوں گا۔ آسمانوں کے خدا نے کیا کام کیا ہے جو اسے اپنے تخت پر ہمیشہ رہنے کا حقدار بناتا ہے؟ اسے میرے لیے راستہ بنانے دو، اور میں مطمئن ہو جاؤں گا!"

مہاتما بدھ نے مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا: "تم ایک حیوان ہو جس نے جادوئی طاقتیں حاصل کی ہیں۔ تم آسمانوں کے خدا کے طور پر یہاں حکومت کرنے کی توقع کیسے کر سکتے ہیں؟ تم کو معلوم ہو جائے کہ آسمانوں کے خدا نے اپنی خوبیوں کی تکمیل کے لیے کئی سال محنت کی ہے۔ اُس نے جو وقار حاصل کیا ہے اُس تک پہنچنے سے پہلے تم کو کتنے سال گزارنے ہوں گے؟ اور پھر مجھے تم سے ضرور پوچھنا چاہیے کہ کیا تبدیلی کی اپنی چالیں کھیلنے کے علاوہ تم کچھ اور بھی کر سکتے ہیں؟

سن وو کنگ نے کہا: "میں بادلوں کو قلابازی کھلا سکتا ہوں ۔ ہر ایک بادل مجھے اٹھارہ ہزار میل آگے لے جاتا ہے۔ یقیناً یہی مجھے آسمانوں کا خدا ہونے کا حقدار بنانے کے لیے کافی ہے؟''

بدھ نے مسکرا کر جواب دیا: "آؤ ایک شرط لگاتے ہیں۔ اگر تم اتنا کچھ کر سکتے ہو جتنا کہ تم اپنی ایک قلابازی سے میرا ہاتھ چھڑا لو تو میں آسمان کےخدا سے کہوں گا کہ وہ تمہارے لیے راستہ بنائے۔ لیکن اگر تم مجھ سے اپناہاتھ نہیں چھڑا سکتے تو تم خود کو میری زنجیروں کے حوالے کردو گے۔

سن وو کنگ نے اپنی ہنسی کو دبایا، جیسا کہ اس نے سوچا: "یہ بودھا ایک پاگل آدمی ہے! اس کا بازو ایک فٹ لمبا نہیں ہے؛ میں اس سے ایک لات نکالنے کے علاوہ کیسے مدد کرسکتا ہوں؟" تو اس نے اپنا منہ کھولا اور کہا: میں راضی ہوں !

پھر بودھ نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا۔ یہ کنول کے چھوٹے پتے کی طرح لگ رہا تھا۔ سن وو کنگ نے ایک بندھن کے ساتھ اس میں چھلانگ لگائی۔ پھر فرمایا: جاؤ! اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک کے بعد ایک قلابازی لگائی جس کی وجہ سے وہ آندھی کی طرح اڑ گیا۔ اور جب وہ اڑ رہا تھا تو اس نے پانچ لمبے سرخ ستونوں کو آسمان کی طرف بڑھتے دیکھا۔ پھر اس نے سوچا: "یہ دنیا کا خاتمہ ہے! اب میں واپس آکر جنت کا مالک بنوں گا۔ لیکن پہلے میں اپنا نام لکھوں گا تاکہ ثابت کروں کہ میں وہاں تھا۔ اس نے ایک بال نکالا، اسے برش میں تبدیل کیا، اور درمیانی ستون پر بڑے حروف میں لکھا: "عظیم سادھوجو آسمان کی مانند ہے۔" پھر اس نے قلابازیاں کھا کر دوبارہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے وہ آیا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بودھ کے ہاتھ سے نیچے کود پڑا اور چلایا: "اب جلدی کرو، اور یقینی بنائیں کہ آسمان کا خدا میرے لیے اپنا آسمانی محل صاف کر دے! میں دنیا کے آخر میں تھا اور میں نے وہاں ایک نشان چھوڑا!"

بودھا نے ڈانٹا: "بدنام بندر! تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ تم نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا ہے؟ ایک نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ کیا میری لکھا ہے!' درمیانی انگلی پر "عظیم سادھوجو آسمان کی مانند ہے"

سن وو کنگ خوفزدہ ہو گیا، کیونکہ پہلی نظر میں وہ جانتا تھا کہ یہ سچ ہے۔ پھر بھی ظاہری طور پر اس نے بہانہ کیا کہ اسے یقین نہیں ہے، کہا کہ وہ دوبارہ دیکھے گا، اور فرار ہونے کا موقع استعمال کرنے کی کوشش کی۔ لیکن بودھ نے اسے اپنے ہاتھ سے ڈھانپ لیا، اسے آسمان کے دروازے سے باہر دھکیل دیا، اور پانی، آگ، لکڑی، زمین اور دھات کا ایک پہاڑ بنایا، جسے اس نے مضبوطی سے پکڑنے کے لیے اس پر گرا دیا۔ پہاڑ پر چسپاں ایک جادوئی منتر نے اس کے فرار کو روک دیا۔

یہاں وہ سینکڑوں سالوں تک جھوٹ بولنے پر مجبور تھا، یہاں تک کہ اس کی اصلاح ہو گئی اور اسے رہا کر دیا گیا، تاکہ یانگسی کیانگ کے ایک راہب کو مغرب سے مقدس تحریریں لانے میں مدد کی جا سکے۔ وہ راہب کو اپنا گرو مانتا تھا، اور تب سے وہ آوارہ کے نام سے جانا جانے لگا۔ گوان ین، جس نے اسے رہا کیا تھا، راہب کو سنہری طوق دیا۔سن وو کنگ کو اسے پہننے کی ترغیب ملی، اور یہ فوری طور پر اس کے جسم میں اس قدرجکڑگیا کہ وہ اسے نہیں ہٹا سکے اور گوان ین نے راہب

کو ایک جادوئی منتر دیا جس کے ذریعے اگر بندر نافرمان ہو توطوق کو سخت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس وقت سے وہ ہمیشہ شائستہ اور خوش اخلاق ہے۔

٦

بانس اور کچھوا

سیاحوں کی ایک جماعت ہسی لنگ کے مقدس مقامات کو دیکھ رہی تھی۔ وہ پتھر کے بڑے بڑے جانوروں کے درمیان سے مقدس راستے سے گزرے ہی تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ بانس نامی بارہ سال کا ایک چھوٹا سالڑکا،جوکہ ان مقامات کے ایک محافظ کا بیٹا ہے اس نے اپنے باپ کے گھر سے ایک چینی عامل کو نکلتے ہوئے دیکھا تو اس سے ملنے کےلیے بھاگا۔ عظیم آدمیوں کا ایسا جلوس اس کے سامنے تھاجو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔حتیٰ کہ جشن کے دنوں میں بھی اسے ایسا منظر نظر نہیں آیا تھا۔ اس جلوس میں دس پالکی کرسیاں تھیں، جن کے کہاربھڑکتے رنگوں والے لباس میں تھے ، دس لمبے ہاتھ والی، سرخ چھتریاں، ہر چھتری نے اپنےمعزز مالک پر دور تک سایہ کر رکھا تھا اور سامنے گھڑ سواروں کی ایک لمبی قطار تھی۔

بدکارلوگوں کا جلوس گزر چکا تھا، اوربانس تقریباً روہانسا ہوگیاتھا کیونکہ وہ سیاحوں کے پیچھے دوڑنہیں سکتا تھا کیونکہ وہ مندر سے مندر اور مقبرے سے مقبرےتک جاتے تھے۔ لیکن، افسوس! اس کے والد نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ کبھی بھی سیاحوں کا پیچھانہ کرے۔ بانس”اگر تم ایسا کرو گے تو وہ تمہیں بھکاری بنا کر لے جائیں گے ،“ اس نےنہایت سمجھداری سے کہا، ” اور تم بھکاری بن گئے تو تمہارے باپ کو بھی بھکاری سمجھاجائے گا۔ اب وہ شاہی مقبروں کے آس پاس کوئی بھکاری نہیں چاہتے۔ اس لیے بانس کو کبھی امیروں کا پیچھا کرنے کی لذت معلوم نہ تھی۔ کئی بار وہ مٹی کے چھوٹے سے گھر کی طرف لوٹ جاتا تھا، اپنے ساتھیوں کو بڑے لوگوں کی کرسیوں کے پیچھے خوشی سے دوڑتے ہوئے دیکھ کر وہ تقریباً ٹوٹ گیا تھا۔

جس دن یہ کہانی سامنے آتی ہے، بالکل اسی دن جیسے آخری گھڑ سوار دیواروں کے درمیان سے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا، بانس نے موقع پر ہی مندر کی ایک چھوٹی عمارت کی طرف دیکھا جس کے رکھوالے اس کے والد تھے۔ یہ وہ گھر تھا جو سیاحوں کوابھی ابھی دکھایا گیا تھا۔ کیا اس کی آنکھیں اسے دھوکہ دے سکتی ہیں؟ نہیں، لوہے کے بڑے بڑے دروازے جلدی میں بند کرنا بھول گئے تھے، اور وہ دروازے کھلے ہوئے تھے ، جیسے اسے اندر آنے کی دعوت دے رہے ہوں۔

بڑے جوش میں وہ مندر کی طرف لپکا۔ کتنی بار اس نے سلاخوں میں سر دے کر اندھیرے کمرے میں جھانکا، اس تمنا اور امید کے ساتھ کہ کسی دن وہ اندر چلا جائے، اور پھر بھی، ایک بار بھی اسے یہ موقع نہیں ملا تھا۔ بچپن سے تقریباً ہر روز اس نے پتھر کے اونچے ستون ، یا تختے کو دیکھتا تھا جس پر چینی تحریریں لکھی ہوئی تھیں، جو اونچے کمرے کے بیچ میں ایستادہ

تھا، یہ تحریریں تقریباً چھت تک پہنچ جاتی تھیں۔ لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت کے ساتھ اس کی نظریں نیچے دیو ہیکل کچھوے پر پڑی تھیں جس کی پشت پر وہ ستون ٹکا ہوا تھا۔ چین میں اس طرح کی بہت سی تختیاں دیکھنے کو ملتی ہیں، ایسے بہت سے کچھوے صبر سے ان پتھروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، لیکن بانس کے لیے یہ واحد نظارہ تھا۔ وہ کبھی بھی ہسی لنگ جنگل سے باہر نہیں گیا تھا، اور یقیناً اس سے باہر کی عظیم دنیا کے بارے میں بہت کم جانتا تھا۔
اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کچھوے اور تختی نے اسے ہمیشہ حیران کیا تھا۔ اس نے اپنے والد سے اسرار کی وضاحتطلب کی تھی۔ "ان کے پاس کچھوا کیوں ہے؟ شیر یا ہاتھی کیوں نہیں؟'' کیونکہ اس نے پارک میں ان جانوروں کی پتھر کی شکلیں دیکھی تھیں اور ان کو اپنے دوست کچھوے سے زیادہ بہتر سمجھا تھا کہ وہ اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھا سکیں۔ جب بانس نے سوال کیا "یہ صرف رسم کیوں ہے،" اس کے والد نے جواب دیا تھا ، "صرف رسم ۔"
اس لڑکے نے یہ سب کچھ اپنے تصور میں لانے کی کوشش کی تھی، لیکن اسے کبھی اس بات کا پورا یقین نہیں تھا کہ وہ صحیح ہے، اور اب، تمام خوشیوں کی خوشی اسے مل رہی تھی، وہ خود ہی کچھوے کے کمرے میں داخل ہونے والا تھا۔ یقیناً ایک بار اندر آکر اسے اپنے بچپن کی اس پہیلی کا کوئی نہ کوئی جواب مل جائے گا۔

وہ دروازے سے بے دم ہوکر تیزی سے بھاگا، ہر لمحے اس ڈر سے کہ کوئی کھلے دروازے کو دیکھے گا اور اس کے داخل ہونے سے پہلے ہی انہیں بند کر دے گا۔ دیو ہیکل کچھوے کے سامنے وہ فرش پر ایک چھوٹے سے ڈھیر میں گرا، جو مٹی سے انچ گہرا ڈھکا ہوا تھا۔ اُس کا چہرہ داغدار تھا، اُس کے کپڑے دیکھنے کے قابل تھے۔ لیکن بانس کو ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ وہ چند لمحے وہیں پڑا رہا، ہلنے کی ہمت نہ ہوئی۔ پھر، باہر شور سن کر، وہ پتھر کے بدصورت درندے کے نیچے رینگنے لگا اور چھپنے کی تنگ سی جگہ میں، چوہے کی طرح جھک گیا۔

"وہاں، وہاں!" بھاری سی آواز آئی ۔ "دیکھو تم کیا کر رہے ہو، دھول کیوں اڑا رہے ہو! کیوں، اگر تم نے احتیاط نہ کی تو تم میرا گلا گھونٹ دو گے۔"

یہ کچھوا بول رہا تھا، اور جبکہ بانس کے والد اسے ہمیشہ یہ بتاتے تھے کہ یہ زندہ نہیں ہے۔ لڑکا ایک منٹ تک کانپتا رہا، اٹھنے اور بھاگنے کی وجہ سے سے بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔

"اس طرح ہلانے کا کوئی فائدہ نہیں، میرے بچے ،" یہ آواز شفقت بھری تھی۔ "میرا خیال ہے کہ تمام لڑکے ایک جیسے ہیں - دھول اُڑانےکے علاوہ ان کا کچھ کام نہیں ہے۔" اس نے یہ جملہ ایک کھردرے قہقہے کے ساتھ ختم کیا اور لڑکے نے اس عجیب و غریب مخلوق کو ہنستے دیکھ کر حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

''میرا مقصدیہاں آنے سے کوئی نقصان کرنا نہیں تھا،'' بچے نے کہا۔ "میں صرف آپ کو زیادہ قریب سے دیکھنا چاہتا تھا۔"

"اچھا تو یہ بات تھی، ہاں یہ سب انوکھا ہے ۔ لوگ آتے ہیں اور میری پیٹھ پر لگی تختی کو گھورتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ مردہ شہنشاہوں اور ان کے القابات کے بارے میں لکھی ہوئی بکواس کو بلند آواز سے پڑھتے ہیں، لیکن وہ کبھی میری طرف نہیں دیکھتے، میری طرف جس کے والد ان عظیم چاروں میں سے ایک تھے جنہوں نے دنیا بنائی۔

بانس کی آنکھیں حیرت سے چمک اٹھیں۔ "کیا! تمہارے والد نے دنیا بنانے میں مدد کی تھی؟" وہ ہانپ گیا۔

"بالکل ٹھیک ہے، میرے والد نہیں، لیکن میرے دادا پر دادامیں سے ایک، اور نہیں یہ ایک ہی بات ہے، ؟ لیکن،! مجھے ایک آواز سنائی دے رہی ہے۔ شاید محافظ واپس آ رہا ہے۔ بھاگ کر ان دروازوں کو بند کر دو، تو وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ وہ بند نہیں ہوئے ہیں۔ پھر تم وہاں کونے میں چھپ سکتے ہوجب تک کہ وہ میرے پاس سےگزر نہ جائے۔ مجھےتم سے کچھ اور کہنا ہے۔"

بانس نے ویسا ہی کیا جیسا اسے کہا گیا تھا۔ اس نے بھاری دروازوں کو دھکیلنے میں اپنی پوری طاقت لگا دی۔ وہ یہ سوچ کر اپنے آپ کو بہت اہم محسوس کررہا تھاکہ وہ دنیا بنانے والے کے پوتے کے لیے کچھ کر رہا ہے لیکن یہ ملاقات اسی طرح ختم ہورہی ہے جس طرح یہ شروع ہوئی تھی۔

یقینی طور پر، اس کے والد اور دوسرے محافظ وہاں سےگزر گئے، انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ کہ بھاری تالے معمول کے مطابق نہیں بند تھے۔ وہ ان بڑے لوگوں کے بارے میں بات کر رہے تھے جو ابھی گئے تھے۔ وہ بہت خوش دکھائی دے رہے تھے اور اپنے ہاتھوں میں ان سکوں کواچھال رہے تھےجو انہیں ملے تھے۔جب خاموشی ہوگئی تو پتھر کے کچھوے نے آواز لگائی آجاؤ میرے بچےاور بانس اس کونے سے نکل آیا تھا۔

’’شاید تمہیں لگتا ہے کہ مجھے اپنے کام پر فخر ہے۔ یہاں میں سو سال سے اس ٹکڑوں کو سنبھالے ہوئے ہوں، میں جسے سفر کا شوق ہے۔ میں ہر وقت یہ سوچتا رہتا ہوں کہ کس طرح اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ براہوسکوں ۔ شاید یہ بہت باعزت کام ہے، لیکن، آپ اچھی طرح تصور کر سکتے ہیں، یہ بہت خوشگوار نہیں ہے۔"

"مجھے لگتا ہے کہ آپ کی کمر میں درد ہو گا،" بانس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کمر درد! ٹھیک ہے، مجھے ایسا لگتا ہے؛ کمر، گردن، ٹانگیں، آنکھیں، میرے پاس سب کچھ درد ہے، آزادی کے لیے درد ہے۔ لیکن، آپ نے دیکھا، یہاں تک کہ اگر میں نے اپنی ایڑیوں کو لات مار کر اس یادگار کو اکھاڑ پھینکا تھا، تب بھی میرے پاس ان لوہے کی سلاخوں سے نکلنےکا کوئی راستہ نہیں تھا،" اور اس نے گیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں، میں سمجھتا ہوں،" بانس نے اتفاق کیا، اپنے بوڑھےدوست کی حالت پر افسوس کرنے لگا۔

"لیکن، اب جب آپ یہاں ہیں، میرے پاس ایک اچھا منصوبہ ہے، ، میرے خیال میں۔ چوکیدار گیٹ کو تالا لگانا بھول گئے ہیں۔ اس رات مجھے اپنی آزادی پانے سے کون روک سکتا ہے ؟ تم دروازہ کھولو، میں باہر نکلتا ہوں، اور کوئی بھی یہاں اتناسمجھدار نہیں ہے۔"

"لیکن میرے والد اپنا ہوش کھو بیٹھیں گے اگر انہیں پتہ چلا کہ وہ اپنا فرض ادا کرنے میں ناکام رہے ہیں اور آپ فرار ہو گئے ہیں۔"

ارے نہیں؛ بالکل بھی نہیں۔ آپ آج رات اس کی چابیاں کھسکاسکتے ہیں، میرے جانے کے بعد دروازے بند کر سکتے ہیں، اور کسی کو معلوم نہیں ہو گا کہ کیا ہوا ہے۔ اس طرح یہ عمارت بھی مشہور ہوجائے گی ؟ اس سے آپ کے والد کو نقصان نہیں پہنچے گا، بلکہ ان کا بھلا ہو گا۔ بہت سارے مسافر اس جگہ کو دیکھنے کے لیے بے چین ہوں گے جہاں سے میں غائب ہوا تھا۔ میں اتنا بھاری ہوں کہ کوئی چور مجھے نہیں لے جاسکتا، اور وہ یقین کریں گے کہ یہ دیوتاؤں کا ایک اور معجزہ ہے۔ اوہ، میں وسیع و عریض دنیا میں اچھا وقت گزاروں گا۔

یہ سب سن کر بانس رونے لگا۔

"اب یہ احمق لڑکا کس چیز کے بارے میں بڑبڑا رہا ہے؟" کچھوےنے طنز کیا۔ تم ایک رونے والے بچے ہو اس کے سوا کچھ نہیں؟‘‘

"نہیں، لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم جاؤ۔"

"کیا تم نہیں چاہتے کہ میں جاؤں ، ہاں؟ بالکل دوسروں کی طرح۔ تمایک اچھے ساتھی ہو! کیا وجہ ہے کہ تم مجھے اپنی پیٹھ پر اس پہاڑ جیسے بوجھ کے ساتھ ساری زندگی یہاں دبے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو؟ کیوں، میں نے سوچا کہ تم کومیری اس حالت پر افسوس ہے ، لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ تم بھی اتنے ہی بد تہذیب ہو جتنے کہ دوسرے ہیں ۔"

"میں یہاں بہت تنہا ہوں ، اور میرے پاس کوئی ساتھی نہیں ہے۔ تم میرے واحد دوست ہو۔"

کچھوا زور سے ہنسا۔ "ہا ہا اچھا تویہ وجہ ہے کہ میں تم کو ایک اچھا ساتھی بناتا ہوں، ہاں؟ اگر یہی وجہ ہے، تو یہ ایک اور ہی کہانی ہے۔ اگر ایسا ہے تو تم بھی میرے ساتھ چلو مجھے بھی ایک دوست کی ضرورت ہے، اور اگر تممجھے فرار ہونے میں مدد دیتے ہو ، تو کیوں، تم میرے بہت اچھے دوست ہو۔

"لیکن آپ تختی کو اپنی پیٹھ سے کیسے نکالیں گے؟" بانس نے شکوہ سے پوچھا۔ "یہ بہت بھاری ہے۔"

"یہ آسان ہے، صرف دروازے سے باہر چلو۔ یہ تختہ بہت لمبا ہے جس کا دروازےگزرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ پھسل جائے گا اور میرے خول کے بجائے فرش پر ٹک جائے گا۔

بانس، کچھوے کے ساتھ سفر پر جانے کے بارے میں سوچ کر خوشی سے پاگل ہوگیا ، اس نے کچھوے کی ہر بات ماننے کا وعدہ کیا۔ رات کے کھانے کے بعد، جب چوکیدارکے چھوٹے سے گھر میں سب سو رہے تھے، تو وہ اپنے بستر سے کھسک گیا، اور چوکیدار کی کھونٹی سے بھاری چابی اتار کر مندر کی طرف بھاگا۔

’’اچھا، تم مجھے بھولے نہیں؟‘‘ کچھوے نے اس وقت پوچھا جب بانس نے لوہے کے دروازے کھولے تو

"اوہ، نہیں، میں وعدہ شکن نہیں ہوں. کیا آپ چلنے کوتیار ہیں؟"

’’ہاں بالکل تیار۔‘‘ یہ کہہ کر کچھوے نے ایک قدم اٹھایا۔ تختہ آگے پیچھے جھکا، لیکن گرا نہیں۔ کچھوا چلتا رہا یہاں تک کہ آخر کار اس نے اپنا بدصورت سر دروازے میں پھنسا یا۔ "واہ باہر کتنا اچھا لگتا ہے،" اس نے کہا۔ "تازہ ہوا کتنی خوشگوار محسوس ہوتی ہے! کیا یہ چاند اس کے اوپر سے طلوع ہو رہا ہے؟ برسوں بعد میں نے یہ منظرپہلی بار دیکھا ہے۔لفظ میرا ساتھ نہیں دے رہے! صرف درختوں کو دیکھو! وہ کیسے بڑھے ہیں! جب سے انہوں نے وہ مقبرہ میری پیٹھ پر رکھا ہےباہر اب باقاعدہ جنگل ہے۔"جب اس نے کچھوے کوبھاگتے ہوئے دیکھا تو بانس بہت خوش ہوا۔ "ہوشیار رہو،" اس نے پکارا، "تختیوں کو اتنی سختی سے گرنے نہ دوکہ وہ ٹوٹ جائیں۔"وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ، یہ عجیب الخلقت عفریت دروازے سے باہر نکل گیا۔ یادگار کا اوپری سرادیوار سے ٹکرا یااور فرش پر ایک زبردست دھماکےکے ساتھ گر گیا۔ بانس خوف سے کانپ گیا۔ کہ اب اس کا باپ آکر دیکھے گا کہ کیا ہوا ہے اور کس نے کیا ہے ؟

"ڈرو مت میرے بچے ۔ رات کی اس گھڑی میں کوئی ہماری جاسوسی کرنے نہیں آئے گا۔‘‘

بانس نے جلدی سے دروازے کو تالا لگا دیا، گھر کی طرف بھاگا، اور چابی اپنے کھونٹی پر لٹکا دی۔ اس نے اپنے سوئے ہوئے والدین کو دیر تک دیکھا، اور پھر اپنے دوست کی طرف لوٹ گیا۔ یہ سب کچھ زیادہ دیر تک نہیں رہے گااور اس کا باپ اسے ضرور معاف کر دے گا۔

جلد ہی دونوں ساتھی چوڑی سڑک پر بہت آہستگی سے چل رہے تھے کیونکہ کچھوا تیز قدم نہیں رکھتا اور بانس کی ٹانگیں بھی زیادہ لمبی نہیں تھیں۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟" لڑکے نے آخر کارپوچھا، جب وہ کچھوے کے ساتھ زیادہ قربت محسوس کرنے لگا تھا۔

"جا رہے ہیں؟ تم کو لگتا ہے کہ میں جیل میں اپنے سو سال مکمل کرنے کے بعد کہاں جانا چاہوں گا؟ ، پہلے اپنے والد کے گھر واپس جاؤں گا، اسی جگہ پر واپس، جہاں عظیم دیوتا، پانکو، اور اس کے تین مددگاروں نے دنیا کو بنایاتھا۔

"کیا یہ بہت دور ہے ؟" لڑکا لڑکھڑا گیا، اور کچھ تھکاوٹ محسوس کرنے لگا۔

"اس قیمت پر، لیکن خدامیری زندگی کو برکت دے، تم نے نہیں سوچا تھا کہ ہم اس گھونگھے کی رفتار سے سفر کر سکتے ہیں، مجھے امید ہے۔ میری پیٹھ پر کود جاؤ، اور میں تم کو دکھاؤں گا کہ کیسے جانا ہے۔ صبح سے پہلے ہم دنیا کے آخری کونے میں ہوں گے یا یوں کہیں کہ اس کی شروعات میں ہوں گے"

"دنیا کہاں سے شروع ہوتی ہے؟" بانس نے پوچھا۔ ’’میں نے کبھی جغرافیہ نہیں پڑھا۔‘‘

’’ہمیں چین کو عبور کرنا ہوگا، پھر تبت کو پار کرنا ہوگا، اور آخر کار پہاڑوں میں اس سے کچھ آگے ہم اس جگہ پہنچ جائیں گے جسے پانکو نے اپنی محنت کا مرکز بنایا تھا۔‘‘

اس وقت بانس نے خود کو زمین سے اٹھتےہوئے محسوس کیا۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ وہ کچھوے کے گول خول سے پھسل جائے گا، اور وہ خوف سے چیخا۔

"بالکل نہ ڈرو،" اس کے دوست نے کہا۔ ’’صرف خاموشی سے بیٹھو، کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔‘‘

وہ اب ہوا میں بہت بلند ہو چکے تھے، اور بانس چاندنی کی روشنی میں نہائے ہسی لنگ کے عظیم جنگل کو نیچے دیکھ سکتا تھا۔ شاہی مقبروں تک جانے والی چوڑی سفید سڑکیں، خوبصورت مندر، وہ عمارتیں جہاں قربانی کے لیے بیل اور بھیڑیں تیار کی جاتی تھیں، اونچے مینار اور درختوں سے ڈھکی اونچی پہاڑیاں جن کے نیچے شہنشاہ دفن تھے۔ اس رات تک بانس کو اس شاہی قبرستان کا سائز معلوم نہیں تھا۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کچھوا ،اسے جنگل سے پرے لے جائے؟ یہاں تک کہ جب اس نے اپنے آپ سے یہ سوال کیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک پہاڑ پر پہنچ چکے ہیں، اور کچھوا پتھر کی زبردست دیوار کو عبور کرنے کے لیے اونچا، اوربھی اونچا چڑھ رہا ہے۔

کچھوے کے آسمان کی طرف بڑھتے ہی بانس کو چکر آنے لگا۔ اسے ایسا ہی محسوس ہوا جیسا کہ وہ کبھی کبھی اپنے ننھےدوستوں کے ساتھ گھومتے پھرتے کھیل کھیلتا تھا، اور اسے اتنا چکر آیا کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ تاہم، اس بار وہ جانتا تھا کہ اسے اپنا سر سنبھالناچاہیے اور گرنا نہیں چاہیے، کیونکہ یہ اس کے نیچے زمین سے تقریباً ایک میل دور رہا ہوگا۔ آخر کار وہ پہاڑ کے اوپر سے گزر چکے تھے اور ایک بڑے میدان کے اوپر اڑ رہے تھے۔ بانس کوبہت نیچے سوئے ہوئے گاؤں اور پانی کی چھوٹی نہریں نظر آتی تھیں جو چاند کی روشنی میں میں چاندی کی طرح دکھائی دیتی تھیں۔ اب ان کے نیچے ایک شہر تھا۔ اندھیری تنگ گلیوں میں چند کمزور روشنیاں دیکھی جا سکتی تھیں، اور بانس نے سوچا کہ وہ آدھی رات کوسامان کو بیچنے والوں کے چلانے کی ہلکی ہلکی آوازیںسن سکتا ہے۔

’’یہ ہمارے بالکل نیچے شان شی کا دارالحکومت ہے،‘‘ کچھوے نے اپنی طویل خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ ’’یہاں سے آپ کے والد کے گھر سےتقریباً دو سو میل دور ہے اور ہمیں آدھے گھنٹے سے بھی کم وقت لگا ہے۔ اس سے آگے مغربی وادیوں کا صوبہ ہے۔ ایک گھنٹے میں ہم تبت کےاوپر سے گزریں گے۔

وہ بجلی کی تیزرفتاری سے سفر کررہے تھےاور فضا سائیں سائیں کررہی تھی۔ اگر گرمی کا موسم نہ ہوتا تو بانس تقریباً جم چکا ہوتا۔ جیسا کہ تھا، اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے اور اکڑ گئے تھے۔ کچھوے نے یہ جان کر کہ بانس کو کتنی ٹھنڈ لگ رہی ہے، زمین کے قریب ہو کر وہاں سے اڑنے لگا گیا جہاں موسم زیادہ گرم تھا۔ بانس کے لیے کتنا خوشگوار! وہ اتنا تھکا ہوا تھا کہ اب آنکھیں نہیں کھول سکتا تھا اور وہ جلد ہی خوابوں کی دنیا میں چلا گیا۔

جب وہ بیدار ہوا تو صبح ہو چکی تھی۔ وہ ایک جنگلی، پتھریلی علاقے میں زمین پر پڑا تھا۔ کچھ فاصلے پر لکڑی کی آگ جل رہی تھی، اور کچھوا برتن میں کچھ کھانا پکتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

"ہو، ہو، میرے بچے! توتم آخر کار اپنی لمبی سواری کے بعد جاگ گئے ۔ تم جانتے ہو کہ ہم جلدی میں ہیں ۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ اگر ڈریگن یہ سوچتا ہے کہ وہ تیزی سے اڑ سکتا ہے، میں نے اسے مارا، کیا میں نے نہیں کیا؟ کیوں، ققنس بھی مجھ پر ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ میں سست ہوں، لیکن ققنس بھی ابھی تک نہیں آیا۔ ہاں، میں نے واضح طور پر رفتار کا ریکارڈ توڑ دیا ہے، اور میرے پاس ایک بوجھ بھی تھا، جو کسی دوسرے کے پاس نہیں تھا، مجھے یقین ہے۔"

"ہم کہاں ہیں؟" بانس نے سوال کیا۔

"شروع کی سرزمین میں،" دوسرے نے دانشمندی سے کہا۔ "ہم نے تبت کے اوپر سے اڑان بھری، اور پھر دو گھنٹے کے لیے شمال مغرب میں چلے گئے۔ اگر تم نے جغرافیہ نہیں پڑھا ہے تو تم کو ملک کا نام نہیں معلوم ہوگا۔ لیکن، ہم یہاں ہیں، اور یہ کافی ہے، کیا یہ کسی کے لیے کافی نہیں ہے؟ اور آج کا دن دنیا کی تخلیق کے اعزاز میں سالانہ دعوت کا دن ہے۔ یہ میرے لیے بڑی خوش قسمتی تھی کہ کل دروازے کھلے رہ گئے۔ مجھے ڈر ہے کہ میرے پرانے دوست، ڈریگن اور ققنس، تقریباً بھول گئے ہیں کہ میں کیسا نظر آتاہوں۔ انہیں مجھے دیکھے کافی عرصہ ہو گیا ہے۔ وہ خوش قسمت عفریت ہیں، جوکسی شہنشاہ کی تختی کے نیچے نہیں دبے ہوئے ۔ ہیلو! میں نے ڈریگن کو اب آتے ہوئے سنا ہے، اگر میں غلط نہیں ہوں۔ ہاں، وہ یہاں ہے۔ میں اسے دیکھ کر کتنا خوش ہوں!‘‘

بانس نے بہت بڑے پروں کی سرسراہٹ کی طرح ایک زبردست آواز سنی اور پھر اوپر دیکھا تو اپنے سامنے ایک بہت بڑا اژدہا دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ایک اژدہا ہے جس کی تصویریں اس نے اور مندروں میں کی گئی نقش و نگار سے مزین دیکھی تھیں ۔

ڈریگن اور کچھوے نے ایک دوسرے کو سلام کیا ، دونوں مل کربہت خوش تھے، ان کے ساتھ ایک عجیب و غریب پرندہ بھی شامل ہو گیا تھا، جسےبانس نے کبھی نہیں دیکھا تھا، لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ ققنس تھا۔ یہ ققنس کسی حد تک جنگلی ہنس کی طرح نظر آتا تھا، لیکن اس کی چونچ مرغے کے جیسی تھی، گردن سانپ کی طرح ،دم مچھلی کی طرح اور پروں پرڈریگن کی طرح دھاریاں تھیں۔ اس کے پنکھ پانچ رنگوں کے تھے۔جب تینوں دوست چند منٹوں تک خوش گپیوں میں مصروف تھے تو کچھوے نے انہیں بتایا کہ کس طرح بانس نے اسے مندر سے فرار ہونے میں مدد کی تھی۔

"ایک ہوشیار لڑکا،" ڈریگن نے بانس کو آہستہ سے پیٹھ پر تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ہاں، واقعی ایک ہوشیار لڑکا،" ققنس کی گونج سنائی دی۔

’’آہ،‘‘ کچھوے نے آہ بھری، ’’اگر صرف خدائے مہربان پانکو، یہاں ہوتا، تو کیا ہمیں خوش نہیں ہونا چاہیے! لیکن، مجھے ڈر ہے کہ وہ اس جلسہ گاہ میں کبھی نہیں آئے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کسی دور کی جگہ پر ہے، دوسری دنیا کو تراش رہا ہے۔ اگر میں اسے صرف ایک بار پھر دیکھ سکتا تو مجھے لگتا ہے کہ میں سکون سے مر سکوں گا۔

"صرف سنو!" ڈریگن ہنسا. "گویا ہم میں سے کوئی مر سکتا ہے! کیوں، تم محض ایک انسان کی طرح بات کر رہے ہو۔‘‘

سارا دن تینوں دوستوں نے گپ شپ کی، کھانا کھایا، اور ان مقامات کو دیکھتے ہوئے اچھا وقت گزارا جہاں وہ بہت خوشی سے رہ رہے تھے جب پانکو دنیا کو تراش چکے تھے۔ وہ بانس کے ساتھ بھی اچھے تھے اور انہوں نے اسے بہت سی حیرت انگیز چیزیں دکھائیں جن کواس نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔

’’تم اتنے گھٹیا اور بزدل نہیں ہو جتنے وہ تمہیں جھنڈوں پر پینٹ کرتے ہیں،‘‘ بانس نے ڈریگن سے دوستانہ آواز میں کہا جیسے وہ الگ ہونے ہی والے تھے۔

تینوں دوست دل کھول کرہنسے۔

"ارےنہیں، وہ ایک بہت ہی مہذب آدمی ہے، چاہے وہ مچھلی کےچھلکوں سے ڈھکا ہوا ہو،" ققنس نے مذاق کیا۔

اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو الوداع کہتے، ققنس نے بانس کو ایک لمبا سرخ رنگ کا پنکھوں کا پنکھ دیا اور اژدھے نے اسے ایک بڑا پیمانہ دیا جو لڑکے کے ہاتھ میں لیتے ہی سونے میں بدل گیا۔

"آؤ، آؤ، ہمیں جلدی کرنی چاہیے،" کچھوے نے کہا۔ "مجھے ڈر ہے کہ تمہارا باپ یہ نہ سمجھے کہ تم کھو گئے ہو۔" چنانچہ بانس، اپنی زندگی کا سب سے خوشگوار دن گزارنے کے بعد، کچھوے کی پیٹھ پر چڑھ گیا، اور وہ ایک بار پھر بادلوں کے اوپر چڑھ گیا۔ اپنی آمد سے بھی زیادہ تیزی سے اڑ گئے۔ بانس کے پاس بات کرنے کے لیے بہت سی چیزیں تھیں کہ اس نے ایک بار بھی نیند لینےکے بارے میں نہیں سوچا، کیونکہ اس نے واقعی اژدھے اور ققنس کو دیکھا تھا، اور اگر اسے اپنی زندگی میں کبھی کوئی اور چیز نظر نہ آئے تو وہ ہمیشہ خوش رہے گا۔

اچانک کچھوا اپنی تیز پرواز میں تھوڑی دیر رک گیا، اور بانس نے خود کو پھسلتا ہوا محسوس کیا۔ لیکن مدد کے لیے پکارنے میں بہت دیر ہوچکی تھی اسی طرح اس کے پاس اپنے آپ کو بچانے کا بھی موقع نہیں رہا تھا۔ نیچے، اس چکراتی اونچائی سے وہ نیچے گرا، مڑتا، مڑتا، اس خوفناک موت کے بارے میں سوچتا جو یقیناً آنے والی تھی درختوں کی مہربان شاخوں کو اس نے پکڑنے کی ناکام کوشش کی ۔ پھر ایک زوردار چیخ کے ساتھ وہ زمین سے ٹکرایا اور اس کا طویل سفر ختم ہو گیا۔

'آہ،' کچھوے نے آہ بھری، 'اگر صرف اچھا خدا، پنکو، یہاں ہوتا۔'

’’اس کچھوے کے نیچے سے نکل آؤ، لڑکے! مندر کے اندر گندگی میں کیا کر رہے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ تمہارے کے لیے مناسب جگہ نہیں ہے؟‘‘

بانس نے آنکھیں رگڑیں۔ اگرچہ وہ نیم خوابیدہ تھا، لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ اس کے والد کی آواز ہے۔

"لیکن کیا اس نے مجھے نہیں مارا؟" اس نے کہا۔ویسے ہی اس کے والد نے اسے پتھر کے بڑے کچھوے کے نیچے سے لات مار کرباہر نکالا۔

"تمہیں کس نے مارا، نادان لڑکے؟ تم کس کے بارے میں بات کر رہے ہو؟ لیکن میں تمہیں ضرور مار ڈالوں گااگر تم اس سے جلدی نہ نکلو اور کھانا کھانے کے لیےنہیں آئے ۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم کھانا کھانے میں بہت سست ہو۔ جلدی نکلو کیااس کچھوے کے پیٹ کے نیچے پوری دوپہر سونے کا خیال ہے ۔

بانس، ابھی پوری طرح بیدار بھی نہیں ہوا تھا کہ ٹھوکر کھا کر وہ تختی والے کمرے سے باہر نکلا، اور اس کے والد نے لوہے کے دروازے بند کر دیے۔

۷

لیو کنگ کی خوبصورت بیٹی

چین کی اس طویل سلطنت کے مرکزی صوبوں میں سے ایک میں بہت ابتدائی زمانے میں چان نام کا ایک آدمی رہتا تھا۔ وہ ایک روشن، فعال طبیعت کا حامل شخص تھا ۔اپنے مزاج کی وجہ سے وہ زندگی سے لطف اندوز ہوتا تھا، اور وہ اپنے ساتھیوں میں مقبول اور ان کے جاننے والوں میں پسندیدہ تھے۔ وہ ایک عالم بھی تھا، اپنے ملک کے ادب سے بھی خوب واقف تھا اور اس نے مطالعے میں ہر لمحہ صرف کیا جیسے پہلے زمانے کے مشہور تصانیف لکھنے والے کیا کرتے تھے۔

سیکھنے کی جستجو میں کم سے کم رکاوٹ ہو اس لیے اس نے اپنے گھر سے کچھ میل دور ایک مشہور خانقاہ میں ایک کمرہ بنالیا۔ اس خانقاہ کے رہنے والے صرف ایک درجن یا اس سے زیادہ بدھ مت کے پجاری تھے، وہ مندر کی دیکھ بھال کے علاوہ کچھ نہیں کرتے تھے۔ وہ پہاڑی مناظر سے گھرے ہوئے ایک پرسکون، لیکن بے مزہ ماحول میں ، کاہل قسم کی زندگی گزارتے تھے جو تنہائی اور شاندار خاموشی کے ساتھ ہم آہنگتھی۔

یہ خانقاہ درحقیقت چین کی خوبصورت ترین خانقاہوں میں سے ایک تھی۔ یہ ایک پہاڑی کی ڈھلوان پر واقع تھی، جس کے نیچے ایک خوبصورت وادی تھی ، جہاں قدرتی تنہائی اتنی ہی بھرپور تھی جتنی کہ ایک سچا عبادت گزار چاہتا ہے۔ اس تک پہنچنے کا واحد ذریعہ تنگ پہاڑی راستے تھے جن کے ساتھ عظیم شہر اور اس کے ساتھ بکھرے ہوئے دیہاتوں سے آنے والے زائرین تہوار کے دنوں میں اس وقتزخمی ہو جاتے، جب وہ مندر میں موجود مشہور خدا ؤں کو اپنا نذرانہ پیش کرنے کے لیے آتے تھے۔

چان ایک محنتی طالب علم تھا، اور شاذ و نادر ہی کسی قسم کی تفریح میں شامل ہوتا تھا۔ کبھی کبھار، جب اس کا دماغ ضرورت سے زیادہ مطالعہ سے تھک جاتا تو وہ خاموشی سےپہاڑی کے کنارے چہل قدمی کے لیے چلا جاتا۔ لیکن اسے یہ مواقعبہت کم ملتے تھے، کیونکہ وہ اپنی محبوب کتابوں سے زیادہ دور نہیں رہ سکتا تھاا اور پھر وہ کتابوں کے ساتھ مزید وقت گزارتا ۔

ایک دن وہ پہاڑی کے کنارے بے مقصد ٹہل رہا تھا کہ اچانک پڑوسی شہر "ابدی بہار" سے شکاریوں کی ایک جماعت نظر آئی۔ وہ جوش و خروش سے بھرا ہوا ایک گروپ تھا، کیونکہ انہوں نے ابھی ایک لومڑی کو دیکھا تھا جسے چان نے شکاریوں کے خوف سے تیز رفتاری سے تقریباً اڑتے ہوئے دیکھا تھا۔شکاریوں میں ایک نوجوان لڑکی نمایاں تھی، جو ایک برق رفتار گھوڑےپر سوار تھی، وہ پرجوش اور دیوانہ وار شکار کے تعاقب میں اس قدر بے تاب تھی کہ اس کی سوار ی کو اسے روکنے میں کچھ دقت محسوس ہوتی تھی۔ لڑکی کا سراپا بہت خوبصورت تھا،اس کا چہرہ سب سے پیارا تھا ۔چان اسے دیکھتا رہ گیا اور اس کی صورت، جسے اس کے تراشے ہوئے شکاری لباس نے اور زیادہ حسین بنا دیا تھا، انتہائی خوبصورت تھی۔ جب وہ اپنے چہرے پر جوش و خروش کے ساتھچان کے قریب آرہی تھی اور اس کے تمام خدوخال اس کی بھر پورصحت کے ساتھ چمک رہے تھے، چان نے ایک دم محسوس کیا کہ اس کا دل بندھو گیا ہے اور اسے اس لڑکی سے شدید محبت ہوگئی ہے۔

تعارف پر اسے معلوم ہوا کہ اس کا نام" ولو "ہے، وہ اس قصبے کے سردار کی بیٹی تھی جہانوہ رہتی تھی، اور وہ شکار کا پیچھا کرنے کا شدید شوق رکھتی تھی وہاں پائے جانے والے جنگلی جانوروں کےتعاقب میں پہاڑیوں اور وادیوں پر سرپٹ دوڑ کر

خوش ہوتی تھی۔" ولو "کے بارے میں یہ سب کچھ جان کر چان بہت متاثر ہوا تھا کہ اس نے اسے اپنی بیوی بنانے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن جب اس کا ذہن اس خوشگوار امکان سے بھرا ہوا تھا تو وہ یہ سن کر شدید غم میں ڈوب گیا کہ اس لڑکی کی اچانک موت ہوگئی۔ کچھ دنوں تک وہ اس غم میں مبتلا رہا کہ اس کی زندگی میں دلچسپی ختم ہو گئی اور وہ باقی زندگی اس کی یاد میں گزارنےکے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا جس سے وہ اپنے دل کے بھرپور جذبےکے ساتھ پیار کرنے آیا تھا۔

اس کی موت کی خبر کے چند ہفتے بعد تنہائیوں کی اس خاموشی کو ایک بہت بڑے جلوس نے توڑا جو کہ پہاڑی راستے سے خانقاہ کے دروازوں کی طرف اس دن آیا تھا۔ باہر دیکھنے پر، چان نے دیکھا کہ اس جلوس میں شامل بہت سے آدمی ٹاٹ پہنے ہوئے تھے، اور اس کے سامنے موسیقاروں کا ایک گروپ تھا جو اپنے مختلف آلات پر عجیب و غریب دھن بنا رہا تھا۔چان جانتا تھا کہ یہ ایک جنازے کی نشانیاں ہیں ۔، اور وہ جانتا تھاکہ سوگواروں کی لمبی قطار پہاڑی کے کنارے کسی ایسی جگہ پر گزرے گی جہاں میت کو دفن کیا جائے گا۔ البتہ اس راستے کے بجائے ، وہ خانقاہ کے بڑے دروازوں سے داخل ہوئے، اور تابوت، جس کاسرخ کفن یہ بتا رہا تھا کہ اس میں ایک عورت کی لاش ہے، عمارت کے ایک اندرونی کمرے میں لے جایا گیا اور اسے ان ٹائلوں پر رکھا گیاجو اس کے لئے تیار کی گئی تھیں ۔

سوگواروں کے منتشر ہونے کے بعد، چان نے ایک پجاری سے اس عورت کا نام پوچھا جو مر گئی تھی، کیوں کہ تابوت میت کے گھر کے بجائے مندر کے احاطے میں رکھا گیا تھا، جہاں اسے دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کے رشتہ داروں کی طرف سے اور جہاں مرنے والوں کی روح کو روایتی قربانیاں خانقاہ کے مقابلے میں زیادہ آسانی سے پیش کی جاسکتی ہیں۔چینی راہب نے

جواب دیا کہ یہ ایک عجیب معاملہ ہے، یہ میت خصوصی علاج کے لیے لائی گئی ہے ۔اس نے کہا، "غریب نوجوان لڑکی کا باپ جو اچانک مر گیا،" وہ پڑوسی شہر " ابدی بہار " کا حاکم تھا۔ بیٹی کی موت کے فوراً بعد شہنشاہ کی طرف سے حکم آیا کہ اسے یہاں سے ایک ہزار میل دور کسی دوسرے ضلع میں منتقل کر دیا جائے۔"حکم پر عملدرامدبہت ضروری تھا کہ وہ بغیر کسی تاخیر کے دور دراز صوبے میں اپنا عہدہ سنبھالنے کے لیے چل پڑے، اور یہ کہ وہ ایسا کرنے میں کسی چیز کو رکاوٹ نہ بننے دے۔ وہ اپنی بیٹی کی لاش کو اتنے لمبے سفر میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا، اور اسے تابوت کو اپنے گھر لے جانے کی اجازت نہیں تھی، جہاں اسے اپنے ہی رشتہ داروں میں دفن کیا جائے۔ تابوت کو یامن (چینی قصبہ)میں رکھنا بھی اتنا ہی ناممکن تھا جس سے وہ نکلنے والا تھا، کیونکہ نیا حاکم جو جلد ہی پہنچنے والا تھا، یقیناً اپنے خاندان کے اتنے قریب کسی اجنبی کی لاش رکھنے پر اعتراض کرے گا۔ یہ اس کی بد قسمتی کو دعوت دے سکتا ہے، اور ایک اہلکار کے طور پر اس کا کیریئر تباہ ہو سکتا ہے۔
"لہٰذا ہمارے راہب سے اجازت لی گئی کہ تابوت کو ہمارے کسی خالی کمرے میں رکھا جائے، جب تک کہ مستقبل میں کسی دن باپ آکر اپنی پیاری بیٹی کی لاش کو اپنے آباؤ اجداد کے گھر نہ لے جائے، لاش کویہاںموجود ہونا چاہیے تاکہ اسے اپنے ہی لوگوں کے درمیان سپرد خاک کیا جاسکے ۔

"یہ درخواست آسانی سے منظور کر لی گئی تھی، کیونکہ جب وہ حاکم تھے تو انہوں نے ہمارا بہت ساتھ دیا، اور ان کی بیٹی ایک خوبصورت لڑکی تھی جو سب کی محبوب تھی۔ اور اس لیے ہم اس ناخوشگوار معاملے میں مدد کرنے کے لیے ہم اپنے مقدور بھر راضی تھے۔

چان کو یہ معلوم کرکے اس وقت گہرا صدمہ ہوا کہ وہ عورت جس سے اس نے اپنی جان سے زیادہ پیار کیا تھا وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر ایک حجرے کے اندر مردہ پڑی تھی۔ اسے خیال آیا کہ یہ اس کی پہنچ سے باہر ہے اس کے جذبے، اور اس کے لیے کسی یادداشت سے بڑھ کر کوئی امکان نہیں ہو سکتا، اس کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، جب اسے ہوش آیا تو بالکل ناامیدی تھی۔

اسی شام، تقریباً آدھی رات کو، جب خانقاہ پر خاموشی چھائی ہوئی تھی، اورسارے پجاری خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے، چان، ہاتھ میں ایک روشن شمع لیے، بے آواز قدموں کے ساتھ اندھیرے راستوں سے موت کے حجرے میں داخل ہوا، جہاں اس کی محبوب شخصیت محو استراحت تھی جذبات سے بھرے دل کے ساتھ تابوت کے پاس گھٹنے ٹیکتے ہوئے، کانپتے ہوئے لہجے میں اس نےاپنی محبوب " ولو "کو اپنے شوق کی کہانی سنانےکے لیے پکارا۔

اس نے اس سے یوں بات کی جیسے وہ اس کے سامنے کھڑی ہو، اور اس نے اسے بتایا کہ کس طرح اسے اسی دن اس سے پیار ہو گیا تھا جس دن اس نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی جب وہ ایک لومڑی کے تعاقب میں سرپٹ دوڑ رہی تھی اور اس کا شکار وادی میں بھاگ چکا تھا۔ ، اس نے میت سے کہا اس نے یہ طے کیا تھا کہ وہ اسے اپنی بیوی بنائے گا ، اور یہ سب کچھ اس نے ایسے لہجے میں بیان کیا جس کو سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں گے، اس نے ولو کو بتایا کہ اس کی موت کی خبر سن کر اس کا دل ٹوٹ گیا تھا۔

"میں تم کو دیکھنا چاہتا ہوں،" اس نے اپنی گفتگو جاریرکھی ، "کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تم میرے قریب ہو، اور پھر بھی اوہ! کتنی دور ہو. کیا تم سائے کی سرزمین سےواپس نہیں آسکتیجہاں تم ابھی موجود ہو، اور

مجھے اپنے روشنچہرے کے ایک نظارے سے، اور ایک آواز سے تسلی نہیں دے سکتینجو میری روح کو شیرین موسیقی سے بھر دے؟"

کئی مہینوں تک چان کی زندگی کا سکون رات کو اسکمرےکا دورہ تھا جہاں اس کی مردہ محبت پڑی تھی۔ ایک بھی رات ایسی نہیں گزری جب وہ اسے اپنے دل میں بھرے ہوئے غیر متزلزل اور لازوال پیار کے بارے میں بتائے۔ اور جب کہ مندر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، اور خاموشی کو توڑنے والی آوازیں ہی وہ ناقابلِ فہم آوازیں تھیں جن میں فطرت اس وقت مگن ہوتی ہے جب انسان کو نیند کے ذریعے اسمنظر سے ہٹا دیا جاتا ہے، چان ان محبتوں کی یادیں بیان کر رہا تھا جو اس کی روح کےاندر چھپے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے دل کی مکمل ویرانی کم نہ ہوئی ۔ان یادوں کے محض اظہار سے اس کے درد کو کم کرنے کے لئے اس کی روح پھٹ پڑی ہے۔

ایک رات جب وہ بیٹھا اپنی کتابوں کو گھور رہا تھا، اس نے پلٹ کر دیکھا کہ اس کے کمرے کے دروازے کے بالکل اندر ایک نوجوان لڑکی کھڑی ہے وہ یہ دیکھ کر چونکا۔ یہ بالکل انسانی روپ تھا، اور پھر بھی یہ اتنا غیر حقیقی تھا کہ اس میں دوسری دنیا کی روح دکھائی دیتی تھی۔ جب اس نے حیرت بھری نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھا تو ایک مسکراہٹ نے اس کے خوبصورت خدوخال روشن کر دیے، اور پھر اس نے اپنی بڑی خوشی سے دریافت کیا کہ وہ کوئی اور نہیں بلکہ "ولو "تھی، اس کی کھوئی ہوئی محبت جسے وہ دوبارہ دیکھنے سے مایوس ہو چکا تھا۔

مسکراہٹوں سے لبریز چہرے کے ساتھ، وہ اس کے پاس بیٹھ گئی اور شرمیلے اورشائستہ انداز میں بولی”میں آج رات یہاں اس عظیم محبت کے جواب میں ہوں جو میری موت کے دن سے کبھی نہیں مانی گئی۔ یہ وہ مقناطیس ہے جو مجھے سائے کی سرزمین سے کھینچنے کی طاقت رکھتا ہے۔ میں نے اسے وہاں محسوس کیا، اور بہت سے لوگ اس سورج کے بغیر ملک میں اس کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ یام لو، اس خوفناک دنیا کی روحوں کا مالک، آپ کی غیر متغیرمحبت سے متاثر ہوا ہے۔ اس قدر کہ اس نے مجھے آپ سے ملاقات کے لیےآنے کی اجازت دی ہے تاکہ میں آپ کو بتا سکوں کہ آپ نے ان تمام مہینوں میں جن میں آپ کو کبھی بھی اس کی توقع نہیں تھی اس گہری محبت سے میرا دل کس قدر متاثر ہوا ہےآپ کو وہ محبت لوٹائی جارہی ہے ۔"

کئی مہینوں تک چان اور اس کے پیاری "ولو "کے درمیان یہ شیریں میل جول جاری رہا، اور پوری خانقاہ میں کسی کو اس کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ یہ ملاقاتیںہمیشہ آدھی رات کے قریبہوتی تھیں، اور "ولو"، جو بند دروازوں یا سب سے مضبوط دیواروں سے آزادی کے ساتھ گزرتی دکھائی دیتی تھی ، صبح کے اوقات میں ہمیشہ غائب ہو جاتی تھی ۔

ایک شام جب وہ دونوں باہمی دلچسپی پر بات کر رہے تھے، ولو نے اپنے دل کا بوجھ چان کے لیے اتارا، اور اسے بتایا کہ وہ روحوں کی دنیا میں کتنی اداس اور مایوس ہے۔

"تم جانتے ہو،" اس نے کہا، "میں نے مرنے سے پہلے شادی نہیں کی تھی، اور اس لیے میں صرف ایک آوارہ روح ہوں اور میرےلیےکوئی جگہ نہیں ہے جہاں میں آرام کر سکوں، اور نہ ہی کوئی دوست ہے جسے میں ساتھ لے جاسکوں ۔ میں یہاں اور وہاں اور ہر جگہ سفر کرتی ہوں، یہ محسوسکرتی ہوں کہ کوئی میری پرواہ نہیں کرتا ہے، اور یہ کہ مجھے کسی خاص جگہ یا چیز سے باندھنے کے لئے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ مجھ جیسی نوجوان لڑکی کے لیے یہ انتہائی افسوسناک کیفیت ہے۔

"ایک اور چیز ہے جو سائے کی سرزمین میں میرے غم میں اضافہ کرتی ہے، اس نے اپنے پیارے چہرے پر غمگین نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ مجھے شکار کا بہت شوق تھا جب میں اپنے والد کے گھر میں تھی ، اور بہت سے جنگلی جانور شکار کی ان مہموں میں مارے گئے جن میں ،میں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ یہ سب میرے خلاف گیا ہے اس دنیا میں جہاں میں میں اب رہ رہی ہوں، اور میں نے جانوروں کی زندگی کو تباہ کرنے میں جو حصہ لیا اس کے بدلے میں مجھے بہت سے درد اور عذاب جھیلنا پڑا جو برداشت کرنا میرے لیے مشکل ہے۔

"میرا گناہ بہت بڑا تھا،" اس نے کہا، "اور اس لیے میں اس مندر میں رحمت کی دیوی کے لیے خصوصی نذرانہ پیش کرنا چاہتی ہوں اور اس سے التجا کرتی ہوں کہ وہ یام لو کو میرے بارے میں ایک اچھی رپورٹ بھیجے اور شفاعت کرے۔ اُس کے ساتھ اُن گناہوں کو معاف کرنے کے لیے جن کے لیے میں قصوروار ہوں۔ اگر آپ میرے لیے یہ کریں گے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں دنیا میں دوبارہ پیدا ہونے کے بعد آپ کو کبھی نہیں بھولوں گی ، اور اگر آپ میرا انتظار کرنا پسند کریں گے تو میں خوشی سے آپ کی بیوی بنوں گی اور دل سے آپ کی خدمت کروں گی جس کومجھ سےبہت زیادہ محبت ہے۔ ، جب تک جنت آپ کو اور مجھے شوہر اور بیوی کے طور پر رہنے کی اجازت دے۔

اس وقت سے، ، چان نے دیوی کی خدمت کے لیے غیر ارادی طور پر جوش و خروش کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا، خانقاہ کے پجاریوں کو اس پر بہت حیرانی تھی کہ چان کیا کررہا ہے وہ بعض اوقات "ولو" کی تصویر کے سامنے گھنٹوں بیٹھے رہتےاور

اس کے لیے لمبی دعائیں کرتے تھے۔ یہ سب سے زیادہ قابل ذکر تھا، کیونکہ اس اسکالرنے شاذ و نادر ہی کبھی ان متعدد دیوتاؤں سے کوئی تعلق رکھنے کی خواہش ظاہر کی ہو جو مندر کے مختلف حصوں میں رکھے گئے تھے۔

رحمت کی دیوی سے اس روزانہ کی اپیل کے کچھ مہینوں کے بعد، "ولو "نے اسے بتایا کہ اس کی دعائیں اب تک کامیاب رہی ہیں کہ سائے کی سرزمین میں اس کےبہت سے مصائب کو بہت حد تک کم کیا گیا ہے۔ یام لو کے ساتھ دیوی کی التجا نے اس کے دل کو ولو کی طرف اس قدر متاثر کیا کہ اسے یقین ہو گیا کہ جانوروں کی زندگی کی تباہی میں اس کا بڑا گناہ معاف کر دیا گیا ہے، اور ایسی نشانیاں تھیں کہ اس اندرونی دنیا کا خوفناک حکمران اس کی طرف مہربانی سے دیکھ رہا تھا۔

چان اس خبر سے بہت خوش ہوا، اور اس کی دعائیں اور نذرانے اب بھی زیادہ اور زیادہ پرجوش ہو گئے اور ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگیا۔ اسے امید نہیں تھی کہ دیوی سے اس کی عقیدت اس کی ولو سے تیزی سے علیحدگی کا ذریعہ ہوگی، لیکن ایسا ہی ہوا۔ ایک شام وہ حسب معمول اس سے ملنے آئی، لیکن مسکراتے چہرے اور آنکھوں میں قہقہے لیے اندر آنے کی بجائے وہ بلک بلک کر رو رہی تھی جیسے وہ شدید غم میں مبتلا ہو۔

یہ دیکھ کر چان بہت زیادہ تکلیف میں آگیا تھا اور اس سے اپنے غم کی وجہ پوچھی ۔ اس نے کہا، ''میرے آنسوؤں کی وجہ یہ ہے کہ آج شام کے بعد میں تمہیں دوبارہ نہیں دیکھوں گی۔ دیوی سے آپ کی درخواستوں کا اس پر اتنا زبردست اثر ہوا ہے کہ اس نے یام لو کے ساتھ اپنا تمام اثر و رسوخ استعمال کیا ہے تاکہ وہ مجھے سائے کی سرزمین کے مصائب سے نجات دلائے، اور میں اس سورج کے بغیر ملک کو چھوڑنا چاہتی ہوناور اس ظاہری دنیا میں زندگی میں دوبارہ جنم لینا چاہتی ہوں ۔"

جیسے ہی اس نے یہ الفاظ کہے اس کے آنسو ایک بار پھر بہنے لگے اور اس کا پورا ہیولا سسکیوں سے تڑپ گیا۔

''مجھے خوشی ہے،'' اس نے کہا، ''میں ایک بار پھر پیدا ہونے والی ہوں اور مردوں کے درمیان رہنے والی ہوں، لیکن میں تم سے اتنی دیر الگ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ تاہم، ہمیں زیادہ غم نہیں کرنا چاہیے۔ یہ ہماری قسمت ہے، اور ہم اس کے خلاف بغاوت نہیں کر سکتے ہیں. یام لو مجھ پر اس سے زیادہ مہربان رہا ہے جتنا کہ وہ ماضی میں کسی کے ساتھ نہیں رہا

ہے، کیونکہ اس نے مجھے وہ خاندان بتایا ہے جس میں میں پیدا ہونے والی ہوں اور وہ جگہ جہاں وہ رہتے ہیں، لہذا اگر تماٹھارہ سال کے بعدمیرے پاس آؤ گےتوتم مجھے اپنے انتظار میں پاؤ گے۔ تمہاری محبت اس قدر عظیم ہے کہ وہ میری روح میں داخل ہو گئی ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اسے میرے دل سے کبھی مٹا سکے۔ ایک ہزار دوبارہ جنم لے سکتے ہیں، لیکن میں کبھی کسی سے محبت نہیں کرونگی کیوں کہ میں تم سے پیار کرتی ہوں۔

چان نے دعوی کیا کہ اسے اس کی محبت کے اس اعتراف سے بہت تسلی ملی، لیکن جب اس نے مستقبل کے بارے میں سوچا تو اسے مایوسی کا احساس ہوا۔

اس نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا، ''آئندہ جب میں تمہیں دیکھوں گا،'' اس نے کہا، ''میں اتنا بوڑھا ہو جاؤں گا کہ تم، عورت کی پہلی جھلک میں ایک نوجوان لڑکی، میری طرف دیکھنے کی پرواہ نہیں کرو گی۔ میرے بال سفید ہو جائیں گے اور میرے چہرے پر جھریوں کا نشان ہو جائے گا، اور دوبارہ جنم لینے میں تم سایوں کی سرزمین میں جو کچھ ہوا اسے بھول چکی ہوگی، اور میری یاد تمہارے دل سے ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائے گی۔"

"ولو "نے پیار بھری لیکن غمگین نظروں سے اپنے عاشق کی طرف دیکھا جب وہ مستقبل کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کر رہا تھا، لیکن جلدی سے اسے یقین دلایا کہ دنیا کی کوئی بھی چیز اسے کبھی بھی پیار سے یاد کرنے سے باز نہیں آئے گی۔

''تمہیں خوف سےنجات دینے کے لیے،''اس نے کہا، ''میں تم کو دو چیزوں کے بارے میں بتاتی ہوں ،تمہاری مجھ سے محبت کے پیش نظریام لو نے ، مجھے دو چیزیں عطا کی ہیں جو اس نے کسی دوسرے انسان کو کبھی نہیں دی تھیں۔ جو اس کی حکمرانی کے علاقے میں آیا ہے۔ پہلا یہ کہ اس نے مجھے زندگی اور موت کی کتاب کا معائنہ کرنے کی اجازت دی ہے، جس میں ہر انسان کی تاریخ، ان کے دوبارہ پیدا ہونے کے اوقات اور ان کی پیدائش کے مقامات درج ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اسی لمحے وہ راز لکھ دیں جو مجھ پر میرے نئے نام اور خاندان اور اس جگہ کے بارے میں کھلا ہے جہاں میں رہوں گی، تاکہ آپ کو مجھے ڈھونڈنے میں کوئی دقت نہ ہو، جب اٹھارہ سال بعد آپ مجھے اپنی بیوی کے طور پر لینے کے لئےآئیں گے۔

"اگلا تحفہ اتنا قیمتی ہے کہ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں اس کا شکریہ ادا کروں۔ یہ ہے. مجھے سائے کی سرزمین میں میرے قیام کے دوران جو کچھ ہوا ،اسے فراموش نہ کرنے کا اعزاز دیا گیا ہے، اور اس لیے جب میں چین کے کسی دوسرے حصے میں ایک نئے والد اور والدہ کے ساتھ دوبارہ پیدا ہوں گی ، تو میں اپنی یادوں کو اپنی نئی یادداشت میں محفوظ رکھونگی ۔ یہ سال تیزی سے گزر جائیں گے، کیوں کہ میں آپ کوتلاش کرتی رہوں گی ، اور جب میں اٹھارہ سال کی ہوں گی تو وہ میری زندگی میں سب سے زیادہ خوشی کا دن ہوگا، کیونکہ یہ آپ کو مجھ سے مزید جدا نہ ہونے کے لیے آئےگا۔

’’لیکن مجھے جلدی کرنی چاہیے،‘‘ اس نے جلدی سے کہا، ’’کیونکہ تقدیر کے قدم میری طرف بڑھ رہے ہیں۔ چند منٹوں میں عالم برزخ کے دروازے میرے لیےبند ہو جائیں گے، اور ولو غائب ہو جائے گی، اور میں ایک بار پھر اپنے سامنے اپنی نئی زندگی کے ساتھ بچہ بن جاؤنگی ۔ دیکھو، لیکن میرے پاس ایک منٹ اور رہ گیا ہے، اور لگتا ہے کہ میرے پاس کہنے کو بہت کچھ ہے۔ الوداع مجھے کبھی نہیں بھولنا! میں آپ کو ہمیشہ یاد کروں گی ، لیکن میرا وقت آ گیا ہے!

جیسے ہی اس نے یہ الفاظ کہے، اس کے خوبصورت چہرے پر ناقابل بیان مٹھاس آمیزمسکراہٹ پھیل گئی اور وہ چلی گئی۔

"ولو "کی دوبارہ پیدائش اور اسے کھو دینےپر چان ناقابل بیان حد تک غمگین تھا، اور اپنے غم کو دور کرنے کے لیے اس نے اپنے دل اور روح کو اپنی پڑھائی میں لگا دیا۔ اس کی کتابیں اس کی مستقل ساتھی بن گئیں، اور اس نے ان میں اس تنہائی کا سکون تلاش کرنے کی کوشش کی جو "ولو "کی ملاقاتیں بند ہونے کے بعد سے اس کی ساتھی تھی ۔ وہ بتوں کا مستعد پجاری بھی بن گیا، اور خاص طور پر رحمت کی دیوی کا، جس نے اس کی اپنی پیاری " ولو "کی محبت میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

سال دھیرے دھیرے گزرتے گئے اور چان کو محسوس ہونے لگا کہ وہ بوڑھا ہو رہا ہے۔ اس کے بالوں میں چاندی بکھر گئی تھی ، اور اس کی پیشانی اور آنکھوں کے نیچے جھریاں نمودار ہو گئیں۔ ایک عورت کے انتظار کی شدت جس نے اس کے دل پر مکمل قبضہ کر لیا تھا اس کے لیے بہت زیادہ تھا۔ جوں جوں وقت قریب آ رہا تھا کہ جب وہ اس سے ملنے جائے گا تو ایک زبردست اور بے چین خوف اسے بے چینی سے بھرنے لگا۔ کیا وہ اسے پہچان لے گی؟ اور کیا وہ، ایک اٹھارہ سال کی نوجوان لڑکی، ایک شوہر کے طور پر قبول کرنے پر راضی ہوگی کیونکہ وہ اس ے کئی سال بڑا تھا؟ یہ سوالات اس کے دماغ میں مسلسل گردش کر رہے تھے۔

آخر کار اسے دور دراز صوبے کے سفر پر روانہ ہونے میں صرف چند ماہ باقی تھے جہاں یام لو نے فیصلہ کیا تھا کہ" ولو "زمین پر اپنی نئی زندگی شروع کرے گی۔

وہ ایک شام اپنی مطالعہ گاہ میں بیٹھا اس عظیم مسئلے پر غور کر رہا تھا جو بہت دیر سے حل ہو جائے گا، جب سیاہ لباس میں ملبوس ایک شخصیت خاموشی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ چان کی طرف ایک مہربان مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتے ہوئے جو اس کے دل میں فوری طور پر اپنا راستہ تلاش کر رہی تھی، اس نے اسے بتایا کہ وہ مغربی آسمان کی ایک پری ہے اور اسے وہاں کے حکمرانوں نے خصوصی طور پر تعینات کیا ہے تاکہ اس خاص بحران پر اس کی ہر طرح کی مدد کی جا سکے۔ ، جب کہ وہ جانتے تھے کہ اس کا دل بے چین ہے۔

"ہم سب نے اس دور دراز پریوں کے ملک میں سنا ہے،" انہوں نے جاری رکھا، "آپ نے "ولو" کے ساتھ جو محبت کی ہے، اور کس طرح ان تمام سالوں کے دوران جو آپ نے اسے آخری بار دیکھنے کے بعدبھی، آپ نے اس کے لیے اپنی محبت میں کبھی کمی نہیں کی۔ انسانوں میں ایسا پیار نایاب ہے، اور پریوں کے دیس میں رہنے والے ایسے دو پیار کرنے والے دلوں کو اکٹھا کرنے میں مدد کرنا چاہیں گے۔ کیونکہ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ جس کے لیے آپ کو دوبارہ دیکھنے کے لیے آپ کا احساس کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو، وہ اپنی طرف سے آپ سے اتنی ہی گہری محبت کرتی ہے، اور اب وہ دن گن رہی ہے جب تک کہ وہ آپ کو دیکھ نہیں پائے گی۔ جب تک کہ آپ کو دوبارہ کبھی ایک دوسرے سے جدا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس خوش کن تکمیل میں مدد کرنے کے لیے، میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے ساتھ ایک مختصر سفر کریں۔ اس میں صرف چند گھنٹے لگیں گے، اور پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کے تمام خوف کو دور کرنے کے لیے یہ کچھ ہوا ہے کہ" ولو "آپ کا استقبال کیسے کرے گی
۔

پری پھر چان کو دروازے کی طرف لے گئی ، اور آسمان کی سمت اپنے ہاتھ کو لہرایا۔ فوراً ہی پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی اور ایک ہی لمحے میں ایک شاندار عقاب ان کے قدموں میں آگیا۔ اس کی پشت پر اپنی نشستیں لے کر، انہوں نے خود کو رات کی تاریکی میں بجلی کی رفتار سے چمکتے ہوئے پایا۔ وہ بلند سے بلند ہوتے چلے گئے ، یہاں تک کہ انہوں نے آسمان پر منڈلا رہے بادلوں کو بھی چیر ڈالا۔ ایک تیر کی طرح تیزی سے عقاب اب بھی اپنا راستہ اوپر کی طرف کرتا رہا یہاں تک کہ بادل ان کے نیچے لامحدود فاصلے تک غائب ہو گئے۔ اور پھر بھی وہ ایک وسیع و عریض خاموشی میں داخل ہوئےجہاں سے پہلے کبھی کسی انسان نے سفر نہیں کیا تھا۔

چان نے گھبراہٹ کے ساتھ اپنے دل کی دھڑکن محسوس کی جس پر وہ قابو نہ پا سکا۔ اس نے سوچا کہ اگر پرندہ تھک جائے تو کیا ہوگا اور اسے نیچے کی بے ہنگم کھائی میں گرا دیا جائے گا؟ زندگی کا سفر پھر ایک المناک انجام کو پہنچے گا۔ اسے بھی کہاں لے جایا جا رہا تھا اور وہ کیسے زمین پر اپنے دور دراز گھر واپس جا سکے گا؟ وہ زیادہ سے زیادہ مشتعل ہو رہا تھا، جب پری نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ایک آواز آئی جس نے اس کے خوف کو ایک دم ختم کر دیا، اسے یقین دلایا کہ ہوا کے اس سفر میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

"ہم یہاں اتنے محفوظ ہیں،" اس نے اسے یقین دلایا، "جیسے ہم ایک پہاڑ پر کھڑے ہیں جس کی جڑیں زمین کی سطح سے میلوں نیچے ہیں۔ اور دیکھو،" اس نے آگے بڑھتے ہوئے، فاصلے پر کسی چیز کی طرف اشارہ کیا، "ہم چند سیکنڈوں میں اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔"

یہ سچ ہے کہ، اس نے مشکل سے اپنی بات مکمل کی تھی جب ایک زمین، چان نے اس سے زیادہ خوبصورت، زمین کبھی نہیں دیکھی تھی ، اچانک ان کے سامنے آ گئی۔ اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے حیران کن خیالات کو اکٹھا کر پاتا، عقاب نے انہیں اپنے ساحلوں پر اتار دیا تھا، اور پھیلے ہوئے پروں کے ساتھ پرے نامعلوم کے اسرار میں اڑ رہا تھا۔

پری اب چان کو ایک ایسی سڑک پر لے گئی جس کے چاروں طرف انتہائی حیران کن خوبصورتی تھی۔ نایاب پھول، خوبصورت درخت اور پرندے جوباغوں کو مدھرترین موسیقی سے نغمہ زار بنائے ہوئے تھے، وہ ایسی چیزیں تھیں جو اس کے ذہن کو ایک ہی مسرت کی حالت میں رکھتی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک شاندار محل کے سامنے پہنچ گئے، اتنا بڑا اور وسیع تھا کہ چان کو اس کی راہداری میں داخل ہونے یا یہاں تک کہ اس کی طرف جانے والے راستے پر چلنے سے ڈر لگتا تھا۔

پری نے چان کو پریشان دیکھ کر یہ یقین دلایا کہ وہ متوقع مہمان ہے، اور پریوں کی ملکہ نے اسے زمین پر خصوصی طور پر بھیجا ہے کہ وہ اسے آنے اور اس سے ملنے کی دعوت دے، تاکہ وہ اسے نعمت عطا کرے۔ جو اس کی پوری زندگی کو مالا مال کر دے اور اسے اس قابل بنائے گی کہ وہ ولوکے ساتھ بہت سارے خوشگوار سال گزار سکے جس سے اس نے اتنی شدت سے پیار کیا تھا۔

چان کو ایک بڑے استقبالیہ ہال میں لے جایا گیا، جہاں اس کی ملاقات ایک انتہائی باوقار خاتون سے ہوئی، جس کا چہرہ احسان سے بھرا ہوا تھا، جسے اس نے فوراً پہچان لیا، یہ رحمت کی دیوی تھی جس کے نقوش کی وہ کثرت سے پوجا کرتا تھا۔ وہ چونک گیا جب اس نے دریافت کیا کہ وہ کس کی آغوش میں کھڑا ہے، اور جوش سے کانپنے لگا کیونکہ اسے معلوم ہوا کہ اصل زندگی میں یہ وہ مشہور شخصیت ہے جس کی تصویر کو کروڑوں چینی پوجا کرتے تھے، اور جس کا اثر سائے کی زمین تک پھیل گیا تھا۔ سائے کی۔

چان کی عاجزی اور اس میں واضح دہشت کو دیکھ کر دیوی نے اس سے نرم اور پیار بھری آواز میں بات کی اور اسے کہا کہ ڈرو نہیں کیونکہ اس نے اسے ڈانٹنے کے لیے نہیں بلکہ تسلی دینے کے لیے اپنے پاس بلایا تھا۔

"میں آپ کی کہانی جانتی ہوں،" اس نے کہا، "اور مجھے لگتا ہے کہ یہ ایک خوبصورت کہانی ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوں ایک وقت تھا کہ میں "ولو "جیسی عورت تھی، اور میں آپ کی اس کے لیے محبت میں اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرسکتی ہوں کیونکہ آپ نے اس سے پہلے ہی لمحے سے جس شاندار محبت کا مظاہرہ کیا ہے ہم نے اسے دیکھا ہے۔

تمہاری عمر کے بارے میں تمہاری بے چینیمیں بھی جانتی ہوں ، اور تمہارا ڈر ایسا نہ ہو کہ کب"ولو "آپ کو اپنی محبت، آپ پر بڑھتے ہوئے سالوں کے نشانات کے ساتھ دیکھتی ہے۔ہو سکتا ہے کہ آپ مر جائیں اور آپ کا دل ٹوٹے ہوئے اور مایوسی میں رہ جائے گامیں نے اس مشکل کا اندازہ لگایا ہے، اور میں اسے دور کرنے جا رہی ہوں۔

"وہ پری جو تمہیں یہاں لے کر آئی تھی،" اس نے آگے کہا، "اب تمہیں محل کے چاروں طرف لے جائے گی، اور اگر تم میری خواہشات پر عمل کرو گے، تو وہ خوف جو تمہیں برسوں سے پریشان کر رہے تھے، بالکل ختم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آپ" ولو "سے ایسے دل کے ساتھ ملیں گے جتنے ہلکے پھلکے جوانی میں کسی بھی مرد کا ہوتا ہے ، جو دلہن کی ڈولی کے آنے کا انتظار کر رہا ہے ۔"

چان فوراً بغیر کسی ہچکچاہٹ کے، محل کے چاروں طرف وسیع و عریض میدانوں میں سے اپنے گائیڈ کی پیروی کرتا رہا، اور آخر کار اسے درختوں اور جھرنوں اور نایاب اور خوشبودار پھولوں کے بیچ ایک خوبصورت چھوٹی جھیل کے کنارے لے جایا گیا۔ یہ سب سے نفیس منظر تھا جس پر اس کی نظرٹھہر گئی تھی۔

پری نے اپنے ساتھی کی طرف شفقت بھری نظر ڈالتے ہوئے کہا، "پانی کا یہ خوبصورت ٹکڑا "ابدی جوانی کے چشمے "کے نام سے جاتا ہے، اور یہ ملکہ کی واضح خواہش ہے کہ آپ اس میں نہائیں۔"

چان نے تیزی سے کپڑے اتارے اورتالاب میں کودگیا اور ایک لمحے کے لیے پانی کی سطح کے نیچے ڈوب گیا۔ ان میں سے تیزی سے ابھرتے ہوئے، پیدا ہونے والی نئی طاقت کا ایک خوشگوار احساس اس کے جسم کے ہر حصے میں اپنی موجودگی بتا رہا تھا۔ عمر بڑھنے کا احساس ختم ہو گیا اور اس کی جوانی لوٹ آئی ۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ ایک بار پھر جوان ہو گیا؛

بڑھاپے کے خوف سے تھکے ہوئے شبہات جنہوں نے پچھلے کچھ سالوں سے اس کے قدموں کو پیچھے کر دیا تھا، ان خوشبودار پانیوں میں پہلی چھلانگ لگا کر چلا گیا تھا۔

وہ اس "ابدی جوانی کے چشمے" سے اپنی جوانی کے خوابوں اور عزائم کے ساتھ دوڑتا ہوا نکلا۔ اس کی قوتیں ، جو کہ دیر سے دھیمی اور کاہلی کا شکار نظر آتی تھیں، چشمے نے وہ محرک بحال کر دیا تھا جس نے ابتدائی سالوں میں اسے بہت سے سخت امتحانات سے کامیابی سے ہمکنار کیا تھا۔ "ولو "کے بارے میں اس کے خیالات بھی اس قدر بدل چکے تھے کہ اس دن سے ڈرنے کے بجائے جب اسے اس کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے تھا، اب "ولو"کے ساتھ اپنی ملاقات کے لیے اس کی ایک پرجوش خواہش تھی اس کے لیے اسےاپنے سفر کا آغاز کرنا تھا۔

چان اور پری اس کے بعد دیوی کے محل سے متصل وسیع اور لامحدود وسعت کے کنارے کی طرف بڑھے، اور انہیں ایک شاندار ڈریگن ملا جو انہیں زمین پر واپس پہنچانے کے لیے منتظر تھا۔ جیسے ہی انہوں نے اس کی پشت پر اپنی نشستیں سنبھالی تھیں کہ وہ ہوا کی تیز رفتاری کے ساتھ ہوا کی بے قابو جگہوں سے بھی بچ نکلا ، یہاں تک کہ پہاڑ مدھم اور سایہ دار فاصلے سے باہر نکل آئے، اور اچانک چان نے خود کو محفوظ پایا۔ وہ مندر کے دروازے پر اترا جہاں سے اس نے مغربی آسمان کی طرف اپنے حیرت انگیز سفر کا آغاز کیا تھا۔

جب یہ حیرت انگیز چیزیں ہو رہی تھیں، ولو — یا قیمتی پرل ، جیسا کہ اس کا نام اس کے نئے والدین نے رکھا تھا، جنہیں یقیناً اس کی پچھلی زندگی ک کوئی علم نہیں تھا — اب وہ بڑی ہو کر ایک خوبصورت اور دلکش لڑکیبن چکی تھی۔

ان تمام برسوں کے دوران اس نے اس دن کا انتظار کرنا کبھی نہیں چھوڑا تھا جب وہ ایک بار پھر اس شخص سے ملے گی جس سے اس نے اٹھارہ سال پہلے شادی کا وعدہ کیا تھا ۔ آخر کار اس نے ان دنوں کو گننا شروع کر دیا تھا جو اسے دوبارہ دیکھنے سے پہلے گزرنے والے تھے۔ مندر میں وہ رات کبھی نہیں بھولی جب اس نے اس دنیا میں دوبارہ پیدا ہونے سے پہلے اسے "الوداع" کہا۔ دن اور گھڑی اس کی یادداشت میں محفوظ تھے ، اور اس کے بعد سے سال ایسے لگ رہے تھے جیسے رکے ہوئے، فولادی دھاتی پیروں کے ساتھ سفر کر رہے ہوں، جیسے کہ وہ آگے بڑھنے کے لیے تیار نہ ہوں ہوں۔ لیکن اب صرف چند ماہ رہ گئے تھے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کو کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ چان اسےمایوس کرے گا۔

جب وہ اٹھارہ سال کی ہوگئی تو تقریباً اسی وقت اس کی والدہ نے اس کے لیے ایک بہت امیر اور معزز گھرانے سے شادی کی پیشکش کی اور چین میں ماؤں کے معمول کے برعکس اس نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ اس تجویز کے بارے میں اس کا کیا خیال ہے۔ پرل حد سے زیادہ پریشان تھی ، اور اس نے اپنی ماں سے التجا کی کہ وہ اس موضوع کو دوبارہ اس کے سامنے نہ بیان کرے، کیونکہ وہ کبھی بھی اس قسم کی کوئی پیش کش قبول نہیں کرسکتی۔

اس کے اس بیان پر حیران ہو کر اس کی ماں نے اس سے اس طرح کے عجیب و غریب خیالات کی وجہ بتانے کی التجا کی۔ "تمہاریعمر کی لڑکیاں،" اس نے کہا، "عام طور پر منگنی کرتی ہیں اور وہ اپنے گھر بنانے کا سوچتی ہیں۔ پوری سلطنت میں یہیرواج ہے، اور اس لیے کوئی نہ کوئی سنجیدہ وجہ ضرور ہو گی کہ تم مجھے کسی معزز خاندان سے اپنے رشتے کی اجازت نہیں دے رہی ہو۔"

پرل محسوس کر رہی تھی کہ وہ وقت قریب آ رہا ہے جب اسےاپنی پچھلی زندگی کے عشق کے راز سے پردہ اٹھانا پڑے گا اور یہ اس انکشاف کا بہترین موقع ہے۔ اس لیے اس کی ماں کو حیرت ہوئی، جس کا خیال تھا کہ وہ کہیں اوررومانس کر رہی ہے ، پرل نے ماں کو اپنی پچھلی زندگی کی ساری کہانی سنائی۔ چان کو اس سے کیسے پیار ہوا تھا، اور کس طرح اس کی موت کے بعد اور سائے کی سرزمین میں یام لو کے کنٹرول میں آنے کے بعد، اس خوفناک خدانے اس کی روح کو اس مندر میں اپنے عاشق سے ملنے کی اجازت دی تھی جہاں اس کا جسم رکھا گیا تھا۔ اس وقت تک رکھا گیا جب تک کہ اس کے لیے پہاڑی پر ایک خوش قسمت آرام گاہ نہ مل جائے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ ان کے درمیان یہ کیسے طے پایا تھا کہ وہ اٹھارہ سال گزر جانے تک اس کا انتظار کرے گی، جب وہ اس کی بیوی بننے کے لیے جوان ہو جائے گی۔ "چند مہینوں میں وقت ختم ہو جائے گا،" اس لیے میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ میری کسی اور سے شادی کی بات نہ کریں، کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ اگر میں چان کے علاوہ کسی اور سے شادی کرنے پر مجبور کی گئی تو میں مر جاؤں گی۔ "

ماں اس حیرت انگیز کہانی پر صدمے میں آگئی جو اس کی بیٹی نے اسے سنائی۔ وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ شاید پرل پر کوئی جادو کر دیا گیا ہے ، اور وہ ایک مہلک فریب میں مبتلا تھی کہ وہ کسی خیالی ہیرو سے محبت کر رہی ہے ، جس سے اس کا خیال تھا کہ اس کی منگنی ہوئی ہے۔ پھر بھی، اس کی بیٹی ہمیشہ سے ہی اس کے لیے سب سے زیادہ پیار ی اور اس کی توجہ کا مرکز تھی تھی، اور اس نے اپنی عمر کی چینی لڑکیوں سے زیادہ ہوشیاری دکھائی تھی۔ اس کی ماں کو پسند نہیں آیا کہ وہ اسے انمضحکہ خیز خیالات کے لیے ملامت کرے، اس لیے اس نے اپنی حماقت سے نجات کے لیے ایک اور منصوبہ آزمانے کا عزم کیا۔

اس نے پوچھا، "یہ آدمی چان کس عمر کا تھا، جب تم نے اس کے ساتھ منگنی کی؟"

"وہ صرف تیس سال کا تھا،" پرل نے جواب دیا۔ "وہ بہت اچھے خاندان کا فرد اور ایک عالم تھے، اور چین کے قدیم ادب میں اپنی مہارت کی وجہ سے ممتاز تھے۔"

"اوہ! تب اس کی عمر پچاس کے قریب ہوگی۔ ایک عمدہ ساتھی جو وہ آپ کے لیے بنا ہے، صرف اٹھارہ سال کی ایک نوجوان لڑکی! لیکن کون جانتا ہے کہ جب سے آپ نے اسے آخری بار دیکھا ہے وہ کیسے بدلا ہوگا؟ اس کے بال بھورےہو رہے ہوں گے، اور اس کے دانت نکل چکے ہوں گے۔ اور شاید وہ مر گیا ہو اور آپ کو معلوم نہ ہوکہ اس کو اتنا عرصہ پہلے دفن کیا گیا ہو کہ اس وقت تک وہ اس کی ہڈیاں اٹھا چکے ہوں گے، اور اس کے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں بچا ہے مگر اس کے جنازے کی راکھ ہو سکتی ہے۔"

"اوہ! میں دعا کرتی ہوں کہ اس کے ساتھ ایسا کچھ نہ ہوا ہو،" پرل نے آواز کے لہجے میں پکارا جس سے وہ تکلیف میں مبتلا تھی۔ "چند مہینوں کے لیے اس سوال کو چھوڑ دیں، پھر جب وہ میرے پاس آئے گا، جیسا کہ میں جانتی ہوں کہ وہ آئےگا، آپ اس سے ملیں گی تومعلوم ہوگا کہ وہ کتنا شاندار آدمی ہے، اور وہ آپ کا داماد ہونے کا کتنا حقدار ہے۔

اٹھارہ سال پہلے اس طرح کے رومانوی حالات میں یہ طے ہوا تھا، چان قصبے میں پہنچا، اور ایک سرائے میں کمرہ لے کر اور کچھ پوچھ گچھ کرنے کے بعد، اس نے اس گھر کا راستہ اختیار کیا جہاں اسے یقین تھا کہ "ولو "رہتی ہے۔ تاہم، ان کی آمد پر، اسے نوکر نے روکھے انداز میں بتایا کہ وہاں "ولو "جیسا کوئی نہیں رہتا، اور یہ کہ وہ گھر میں اجنبیوں کا آنا پسند نہیں کرتے۔ درحقیقت یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا تھا کہ اسے بھگا دیا جائےاور وہ جتنا جلدی چلا جائے گا اتنا ہی زیادہ یہ لوگ خوش ہوں گے ۔ یقیناً یہ سلوک اس اسکیم کا حصہ تھا جو پرل کے والدین کی طرف سےبنائی گئی تھی تاکہ کسی ایسے منصوبے کو ناکام بنایا جا سکے جو چان نے اسے دیکھنے کے لیے بنائے تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو اتنی عمر کے آدمی کو نہ دینے کا تہیہ کر رکھا تھا، اور اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ دونوں کے درمیانملاقات کو ہر طرح سے روکنا چاہیے۔

چان کو اس جھڑکی سے بہت تکلیف ہوئی جو اسے ملی تھی۔ کیا "ولو "سے اٹھارہ سال پہلے غلطی ہوئی تھی جب اس نے اسے اس قصبے کا نام اس جگہ کے طور پر دیا تھا جہاں اس کا نیا گھر ہونا تھا؟ اس نے اسے احتیاط سے اس کے حکم پر لکھ دیا تھا، اور یہ اس کے دماغ میں برسوں سے جل رہا تھا۔ نہیں، اس میں کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی تھا، تو وہ تھا جو یام لو نے ان دونوں کو دھوکہ دینے کے لیے جان بوجھ کر بنایا تھا۔ تاہم، یہ خیال ناقابل تصور تھا، اور اس لیے ولو کو اس کی توقع کے مطابق نہ ملنے کے لیے کچھ اور ہونا چاہیے۔ اس نے فوراً اس سرائے سے دریافت کیا جس میں وہ ٹھہرا ہوا تھا، اور معلوم ہوا کہ جس گھر میں وہ گیا تھا وہاں ایک بیٹی تھی، اور یہ کہ تقریباً ہر خاص و عام میں اس کی جو تفصیل اسے دی گئی ہے وہ اس کی پیاری "ولو "سے ملتی ہے۔

اس دوران غریب پرل سب سے زیادہ پریشانی کی حالت میں تھا۔ وہ اہم دن جس دن وہ اپنے عاشق سے ملنے والی تھی وہ ان کی طویل اور رومانوی علیحدگی کے بعد اس سے ملنے کی شدید امید کے ساتھ کھلا تھا۔ اسے ایک لمحے کے لیے بھی شک نہیں ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ اپنی منگنی برقرار رکھے گا۔ ایک جبلت جس کی وہ وضاحت نہیں کر سکتی تھی اس نے اسے یقین دلایا کہ وہ ابھی تک زندہ ہے، اور دنیا کی کوئی چیز اسے اس سے ملنے سے نہیں روک سکتی، جیسا کہ اٹھارہ سال پہلے مندرمیں ہونے والی جدائی کے موقع پر ان کے درمیان طے پایا تھا۔

دن چڑھتا گیا، تاہم، اور چان کے کوئی آثار نہیں تھے، پرل کی تکلیف انتہائی قابل رحم ہو گئی۔ اور جب رات آئی اور اس کی ماں نے اعلان کیا کہ اس کے بارے میں کچھ نہیں دیکھا گیا ہے، وہ اس قدر مایوسی کا شکار ہو گئی تھی کہ وہ ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی، اور اسے بستر پر لے جانا پڑا تھا، جہاں وہ کچھ دیر کے لیے ایک طرح کے سکون میں پڑی تھی۔ ، اسے بیدار کرنا ،ناممکن لگ رہا تھا۔

آخر کار جب اسے ہوش آیا تو اس کی ماں نے اسے یہ کہہ کر تسلی دینے کی کوشش کی کہ شاید چان مر گیا تھا، یا وہ اسے برسوں کے طویل عرصے میں بھول گیا تھا، اس لیے اسے زیادہ غم نہیں کرنا چاہیے۔ "تم ایک جوان لڑکی ہو،" اس نے کہا، "اور تم سے پہلے تمہاری زندگی لمبی ہے۔ چان اس وقت بوڑھا آدمی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی شادی بہت پہلے ہو چکی ہو، اور اس نے جو گھریلو رشتے بنائے ہیں وہ تمہیں بھول گئے ہیں۔ لیکن تم کو اس رشتےپر دل شکستہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت سے دوسرے مرد ہیں جو تمہارے لیے اس سے زیادہ موزوں ہوں گے جتنا وہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال ہم تمہاری شادی کا بندوبست کریں گے، اور پھر تم کو زندگی اس سے بالکل مختلف نظر آئے گی جو اب نظر آتی ہے۔"

تاہم، مطمئن ہونے کے بجائے، پرل اپنی ماں کے الفاظ سے زیادہ پریشان تھی۔ اس کی محبت، جو سائے کی سرزمین میں شروع ہوئی تھی، اور جو اس کے دل میں پچھلے اٹھارہ برسوں سے پروان چڑھ رہی تھی، اس طرح کے دلائل سے اسے آسانی سے

وہ دوبارہ مفلوج ہوگئی اور کئی دنوں تکوہزندگی اور woقائل نہیں کیا جا سکتا تھا جو اس نے ابھی سنی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موت کی کشمکش میں رہی ۔

ہماں باپ نے، اب اس ڈر سے کہ ان کی بیٹی کی موت ہو جائے گی، یہ سوچ کر کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ وہ چان کو اپنے گھر لے آئیں، اور دیکھیں کہ کیا اس کی موجودگی سے پرل اس خطرے سے باہر آجائے گی جو ڈاکٹروں نے بتایا ہے ۔

پھر پرل کا باپ اس سرائے میں گیا جہاں چان رہ رہا تھا، اور پرل کے باپ نے حیرت سے دیکھاکہ وہ تو تقریباً پچیس سال کا ایک نوجوان ہے ، انداز میں ہینڈسم ، اور غیر معمولی ذہانت کا مالک تھا۔ پرل کے باپ کو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ خوبصورت نوجوان واقعی وہی آدمی ہے جس کے ساتھ پرل کواتنی گہری محبت ہے ۔، جب تک چان نے اسے اپنی زندگی کی رومانوی کہانی نہیں سنائی تھی ۔ اسے پھر بھی یقین نہیں آرہا تھا۔کہ وہ بالکل یقین نہیں کر سکتا تھا کہ وہ پر ل پرمسلط نہیں کیا جا رہا ہے. تاہم، آخر کار، اسے چان نے یہاں تک قائل کرلیا اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ اس کی شادیکرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے کا عزم کر لیا۔

’’چلو فوراً میرے ساتھ آؤ،‘‘ اس نے کہا، ’’اور دیکھتے ہیں کہ کیا تمہاری موجودگی قصبے کے ہوشیار ڈاکٹروں سے زیادہ کام نہیں کرے گی۔ تم کو نہ دیکھ کر پرل کو اتنی تکلیف ہوئی ہے کہ وہ اب شدید بیمار ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ وہ دل شکستہ ہو کرمر جائے گی۔‘‘

جب وہ گھر پہنچے تو چان کو بیمار کےکمرے میں لے جایا گیا، اور لڑکی نے حیرت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ "لگتا ہے میں آپ کو پہچانتی نہیں ہوں" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ "آپ توچان سے بہت چھوٹے ہیں، اور اگرچہ آپ میں کچھ ایسا ہے جو مجھے اس کی یاد دلاتا ہے، لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکتی کہ آپ وہی شخص ہیں جس کے ساتھ میری روح نے اٹھارہ سال قبل اس خانقاہ میں رفاقت کی تھی جہاں میرا جسم بغیر دفن پڑا تھا۔"

چان اسرار کو سمجھانے کے لیے آگے بڑھا۔ برسوں تک میں اس بات سے پریشان تھا کہ جب میں تم سے ملوں گا تو ہماری عمروں میں بہت فرق ہوگا ۔ مجھے ڈر تھا کہ جب تم مجھے سفید بالوں اور چہرے پر جھریوں کے ساتھ دیکھو گی تو تمہاری محبت کو ایک جھٹکا لگے گا اور تمہیں پچھتاوا ہو گا کہ تم نے کبھی خود کو میرے لیے وقف کیا تھا۔ اگرچہ تم میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تھیں ، پھر بھی رحمت کی دیوی کے حضور میری دعائیں جاری تھیں۔ جسے اس نے اس نے انہیں تمہارے لیے سنا تھا، تم کو یاد ہے، جب تم سائے کی سرزمین میں تھیں، اور اس کی شفاعت کے ذریعے یام لو نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا تھا، اور اس اداس ملک میں تمہاری زندگی آسان کر دی تھی۔

"میں پھر بھی اس سے دعا کرتا رہا، کسی مبہم انداز میں اس امید پر کہ وہ میرے دل کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے مداخلت کرے گی، اور جب وقت آنے پر میں تم سے دوبارہ ملوں گا، تو ہماری باہمی محبت کی ہر رکاوٹ ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے گی۔ .

"ایک دن ایک پری اس کمرے میں آئی جہاں تمہاری روح اکثر مجھ سے بات کرتی تھی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ مغربی آسمان پر لے گئی اور مجھے رحمت کی دیوی کے حضور میں پیش کیا۔ اس نے مجھے ’ابدی جوانی کے چشمے‘ میں نہانے کی ہدایت دی، اور میں اسغسل کے بعد پھر سے جوان ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب تم مجھے جوان چہرے اور جوان فطرت کے ساتھ دیکھ رہی ہو ، لیکن آپ کی محبت میں میرا دل کبھی نہیں بدلا، اور جب تک زندگی رہے گی کبھی نہیں بدلے گا ۔"

جب چان یہ دلفریب کہانی سنا رہا تھا تو پرل کے خوبصورت چہرے پر بے لوث محبت کی جھلک پھیل گئی۔ تو پرلدھیرے دھیرے زندگی کی طرف لوٹنے لگی ، اور اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کر لیتا، وہ سستی اور تھکن جو اس کی زندگی کو خطرہ بنا رہی تھی، بالکل غائب ہو گئی۔ اس کے چہرے پر گلابی رنگ نمایاں ہونے لگا، اور اس کی کوئلہ سیاہ آنکھیں محبت کی حدت سےچمک رہی تھیں۔

"اب میں جانتی ہوں،" اس نے پکارا، "کہ تم چان ہو۔ تم اتنے بدل گئےہو کہ جب میں نے تم کو جب پہلی بار دیکھا تو میرا دل ڈوب گیا، کیونکہ میں نےتمہارے حوالے سے ایک بوڑھے آدمی کی تصویر کشی کی تھی، اور میں ایک دم یہ نہیں سمجھ سکی کہ تم وہی چان ہوجس نے گزشتہ برسوں میں مجھ سے ایسی بے پناہ محبت کا اظہار کیا۔

"ایسا نہیں تھا کہ مجھے تم سے کم پیار تھا جبکہ تم واقعی بڑی ہو چکی تھیں ۔ پرل نے کہا کہ میرا دل کبھی نہیں بدلتا۔ تمہاری حقیقت کے بارے میں صرف میرا شک تھا جس نے مجھے ہچکچاہٹ کا شکار کیا، لیکن اب میری خوشی واقعی بہت زیادہ ہے۔ چونکہ دیوی کی مہربانی سے تم نے اپنی جوانی بحال کی ہے، اس لیے مجھے اس بات سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مستقبل قریب میں ہمارے درمیان عمروں کا فرق ہمارے لیے ابدی جدائی کا باعث بن سکے گا ۔‘‘

کچھ ہی دنوں میں پرل بالکل صحت مند ہوگئی ۔ اس کے والدین، اس رومانوی موڑ سے خوش تھے کہ کہ سب کچھ ٹھیک ہوگیا تھاخود چان سے بہت خوش تھے، اس نے اپنی بیٹی کی شادی کا بندوبست کیا۔ اور چند ہی مہینوں میں محبت کرنے والا جوڑا شادی کے بندھن میں بندھ گیا اور اس طرح، برسوں کے انتظار کے بعد، وہ خوش کن وعدہ پورا کیا گیا، جسے نبھانے میں جنت اور رحمت کی دیوی اور یہاں تک کہ سائے کی سرزمین کے خوفناک حکمران سمیت ہر ایک نےحصہ لیا تھا اور کئی برسوں تک چان اور اس کی بیوی داستان اس علاقے میں سنائی دیتی رہی جہاں وہ لوگ رہا کرتے تھے۔

٨

درندوں کا غار

ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک گھر میں سات بیٹیاں تھیں۔ ایک دن باپ لکڑیاں اکٹھا کرنے نکلا تو اسے جنگلی بطخ کے سات انڈے ملے۔ وہ انہیں گھر لے آیا، لیکن اپنے بچوں کو کچھ نہ دینے کا سوچا، اپنی بیوی کے ساتھ خود کھانے کا ارادہ کیا۔ شام کو سب سے بڑی بیٹی اٹھی، اور اپنی ماں سے پوچھا کہ وہ کیا بنا رہی ہے۔

ماں نے کہا: "میں جنگلی بطخ کے انڈے پکا رہی ہوں۔ میں تمکو ایک انڈا دوں گی ، لیکن تم اپنی بہنوں کو نہیں بتاؤ گی اور اس طرح اس نے اسے ایک انڈا دیا۔

پھر دوسری بیٹی اٹھی، اور اپنی ماں سے پوچھا کہ وہ کیا پکا رہی ہے؟ اس نے کہاجنگلی بطخ کے انڈے۔ اگر تم اپنی بہنوں کو نہیں بتاؤ گیتو میں تمہیں ایک انڈا دے دوں گی ۔

اور یوں ہی چلتا رہا ۔ آخر میں ساتوں بیٹیاں سارے انڈے کھا گئی تھیں، اور ایک بھی انڈا باقی نہیں بچا تھا ۔

صبح ہوئی تو باپ بچوں پر بہت غصے میں تھا، اور کہنے لگا دادی کے پاس کون جانا چاہتا ہے؟ لیکن اس کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی بچیوں کو پہاڑوں میں لے جائےتاکہ وہاں بھیڑیے ان کو کھا جائیں۔ بڑی بیٹیوں کو باپ کی اس پیش کش پرشک تھاتو انھوں باپ سے کہا کہ "ہم ساتھ نہیں جا رہے ہیں!" لیکن دو چھوٹی بیٹیوںنے کہا: "ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔"

اور یوں وہ اپنے باپ کے ساتھ چل پڑیں کافی دیرچلنے کے بعد، انہوں نے پوچھا: "ہم کتنی دیر میں دادی کے گھر پہنچ جائیں گے؟" ’’فوراً،‘‘ ان کے باپ نے کہا۔

اور جب یہ لوگ پہاڑوں پر پہنچے تو لڑکیوں کے باپ نے اُن سے کہا: "یہاں ٹھہرو۔ میں تم لوگوں سے پہلے گاؤں جاکر تمہاری دادی کو بتاؤں گا کہ تم لوگ آرہے ہو۔" اور یہ کہہ کر وہ اپنی گدھا گاڑی لے کر چلا گیا۔

لڑکیاں انتظار کرتی رہیں لیکن ان کا باپ نہیں آیا۔ آخرکار وہ سمجھ گئیں کہ ان کا باپ انہیں لینے واپس نہیں آئے گا، اور وہ انہیں پہاڑوں میں اکیلا چھوڑ گیا ہے۔

چنانچہ وہ رات گزارنے کے لیے پناہ کی تلاش میں پہاڑیوں میں اور آگے بڑھیں۔ پھر انہوں نے ایک بڑے پتھر کو تلاش کیا۔ جسے وہ پنا تکیہ بنانا چاہتی تھیں ، اور اسی لیے انہوں نے اسے اٹھا کر اس جگہ رکھا جہاں وہ سونا چاہتی تھیں تو تب انہوں نے دیکھا کہ وہ پتھر دراصل ایک غار کا دروازہ تھا۔ غار میں روشنی تھی اور وہ اس میں چلی گئیں۔ انہوں نے غار میں جو روشنی دیکھی تھی وہ غار میں موجود مختلف قسم کے قیمتی پتھروں اور زیورات کی چمک تھی، اس خزانے کے مالک ایک بھیڑیا اور لومڑی تھے ۔ ان کے پاس قیمتی پتھروں اور موتیوں کے کئی مرتبان تھے جو راتمیں بہت چمک رہے تھے۔ لڑکیوں نے کہا: "یہ کتنا پیارا غار ہے! اب ہم سیدھے سیدھے بستر پرہی لیٹ جائیں گے۔" کیونکہ وہاں سونے کی کڑھائی والے غلافوں کے ساتھ دو سونے کے بستر سجے ہوئے تھے۔

چنانچہ وہ لیٹ گئیں اور سو گئیں۔ رات کو جب بھیڑیا اور لومڑیغار میں آئےتوبھیڑیے نے کہا: "مجھے انسانی جسمکی بو آتی ہے!"

لیکن لومڑی نے جواب دیا: "اوہ، بکواس نہ کرو یہاں کوئی انسان نہیں جو ہمارے غار میں داخل ہو سکے۔ ہم تو اسے بہت اچھی طرح سے بند کر کے باہر جاتےہیں۔

بھیڑیے نے کہا''اچھا، چلو پھر ہم اپنے بستروں پر لیٹ کر سو جائیں۔''

لیکن لومڑی نے جواب دیاسردی بہت ہے آؤ ہم چولہے پر رکھی کیتلیوں میں گھس جاتے ہیں۔ وہ اب بھی آگ پر رکھے ہونے کی وجہ سے گرم ہیں ۔" ایک کیتلی سونے کی تھی اور دوسری چاندی کی اور بھیڑیا اور لومڑی ان میں گھس گئے ۔

لڑکیاں صبح سویرے اٹھیں تو انہوں نے بھیڑیے اور لومڑی کو کیتلیوں میں سوتے ہوئے دیکھاتوبہت خوفزدہ ہو گئیں۔ اور اُنہوں نے کیتلیوں پر غلاف ڈالے اور اُن پر بڑے بڑے پتھروں کا ڈھیر لگا دیا تاکہ بھیڑیا اور لومڑی دوبارہ باہر نہ نکل سکیں۔ پھر انہوں نے ان کے نیچےآگ لگائی۔

بھیڑیا اور لومڑی نے کہا: "اوہ، آج کی صبح کتنی اچھی اور گرم ہے! یہ کیسے ہوا؟" لیکن کچھ ہی دیر میں انہوں نے محسوس کیا کہ گرمی کی شدت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے ۔ پھر اُنہوں نے جھانک کر دیکھا کہ دو لڑکیوں نے آگ بھڑکائی ہے یہ دیکھ کرلومڑی اور بھیڑیا چیخے "ہمیں باہر جانے دو! ہم تم کو بہت سے قیمتی پتھر اور سونا دیں گے اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

لیکن لڑکیوں نے ان کی بات نہ مانی اور آگ مزید تیز کرنے لگی۔ بھیڑیے اور لومڑی کیتلیوں میں ہی اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

لڑکیاں غار میں کئی دن تک آرام اور ہنسی خوشی سے رہیں۔ لیکن اُن کے باپ کو اپنی بیٹیوں کی یاد ستانے لگی اور وہ اُن کی تلاش کے لیے پہاڑوں کی طرف چل پڑا گ لڑکیوں کی تلاش سے تھک کر وہ آرام کرنے کے لیے غار کے سامنے پتھر پر بیٹھ گیا، اور راکھ کو خالی کرنے کے لیے اس پر اپنا پائپ جھاڑا۔ ٹھک ٹھک کی آواز سن کر لڑکیوں نے غار کے اندر سے آواز دی: "ہمارے دروازے پر کون دستک دے رہا ہے؟"

یہ سن کر باپ نے کہا: کیا یہ میری بیٹیوں کی آوازیں نہیں ہیں؟ جبکہ بیٹیوں نے جواب دیایہ تو ہمارے باپ کی آواز ہے؟ پھر انہوں نے پتھر کو ایک طرف دھکیل دیا اور دیکھا کہ یہ ان کا باپ ہے، اور ان کا باپ انہیں زندہ دیکھ کر خوش ہوا۔ وہ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا کہ اس کی بیٹیاں قیمتی پتھروں اور زیورات سے بھرے اس غار میں ہیں وہ یہاں کیسے پہنچیں ، اور لڑکیوں نے اسے ساری کہانی سنائی۔

پھر ان کاباپ لوگوں کو بلا کر لایا تاکہ وہ زیورات گھر لے جانے میں اس کی مدد کریناور جب وہ گھر پہنچے تو لڑکیوں کی ماں بہت حیران ہوئی کہ اس نے یہ سارے خزانے کہاں سے حاصل کیے ہیں۔ چنانچہ باپ اور بیٹیوں نے اسے سب کچھ بتا دیا، اور وہ ایک بہت مال دارخاندان بن گئے، اور اپنے آخری ایام تک ہنسی خوشی زندگی گزاری۔

۹

کانسٹیبل

کیا یوت شوکے پڑوس کے ایک شہر میں ڈنگ نام کا ایک کانسٹیبل رہتا تھا۔ ایک دن جب وہ چوروں کےتعاقب سے واپس آیا تو شام ڈھلنے لگی تھی۔ لہٰذا اس سے پہلے کہ وہ شہر سے گزرنے والی ندی میں سے گزرتا، وہ ندی کےکنارے پر بیٹھ گیا، اپناپائپ سلگایااور جوتے اتارے۔ جب اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اچانک سرخ ٹوپی میں ملبوس ایک آدمی کو اس کو اپنے پاس بیٹھا ہوا نظر آیا جو ایک کانسٹیبل کے روپ میں تھا۔

اس نے حیران ہو کر پوچھا: تم کون ہو؟ تمہارا یونیفارم بتاتا ہے کہ تم ہمارے ہم پیشہ ہو، لیکن میں نےتم کو اپنی مقامی فورس کے جوانوں میں کبھی نہیں دیکھا۔ بتاؤ، ، تم کہاں سے آئے ہو؟"

دوسرے نے جواب دیا: "میں تھکا ہوا ہوں، ایک لمبا سفر کر کے، اور تمہاری صحبت میں تمباکو سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس پر اعتراض نہیں کروگے۔''

ڈنگ نے اسے ایک پائپ اور تمباکو دینا چاہا۔

لیکن دوسرے کانسٹیبل نے کہا: "مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ بس تم تمباکو نوشی کرتےرہو۔ میرے لیے یہ کافی ہے کہ اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوں۔"

چنانچہ انہوں نے کچھ دیر اکٹھے باتیں کیں، اور ایک ساتھ ہی ندی میں سے گزر گئے۔ اور آہستہ آہستہ وہ کافی بے تکلف اور رازدار ہو گئے ،اجنبی نے کہا: "میں آپ کے ساتھ بالکل صاف گوئی سے بات کروں گا۔ میں عالم اسفل کا ہیڈ کانسٹیبل ہوں، اور عظیم پہاڑ کے خداکے تابع ہوں۔ آپ خود یہاں اوپرکیدنیا میں شہرت کے حامل کانسٹیبل ہیں۔ اور، اپنی مہارت کی وجہ سے، میں نیچے کی دنیا میں کھڑا ہوا ہوں۔ چونکہ ہم ایک دوسرے کی مدد کرنےکے لیے بہت موزوں ہیں، اس لیے میں آپ کے ساتھ بھائی چارے کے بندھن میں بندھناچاہوں گا۔''

ڈنگ اس بات پر راضی ہوا اور پوچھا: "ٹھیک ہے لیکن آپ کو یہاں کون سی ضرورت کھینچ لائی ؟"

دوسرے نے کہا: "آپ کے ضلع میں وانگ نامی کوئی آدمی رہتا ہے ہے، جو پہلے اناج کے گودام کا نگران تھا، اور اس وقت ایک افسر کی موت کا سبب بنا۔ اس شخص نے اب عالم اسفل میں اس پریہ الزام لگایا ہے۔ عالم اسفل کا بادشاہ اس معاملے میں کوئی فیصلہ نہیں کرپارہا ہے ، اور اس لیے اس نے عظیم پہاڑ کے خداسے اسے مسئلے کوحل کرنے کے لیےکہا ہے۔

عظیم پہاڑ کے خدانے حکم دیا ہے کہ وانگ کی جائیداد اور زندگی کو مختصر کیا جائے۔ پہلے اس کی جائیداد یہاں اوپری دنیا میں ضبط کرلی جائے گی، پھر اس کی روح کو گھسیٹ کر نیچے عالم اسفل میں لے جانا ہے۔ مجھے ملک الموت نے اسے لانے کے لیے عالم اسفل سے باہر بھیجا ہے۔ اور یہ ہمارا قاعدہ ہے کہ جب کسی کا نستٹیبل کو عالم اسفل سے باہر بھیجا جاتا ہے تو سب سے پہلے کانسٹیبل کو شہر کے دیوتا کو اطلاع کرنی ہوتی ہے۔ شہر کا دیوتا پھر ایک سمن جاری کرتا ہے، اور اپنے ایک روحانی کانسٹیبل کو بھیجتا ہے کہ وہ روح قبض کر لے اور اسے میرے حوالے کر دے۔ تب ہی میں اسے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔"

ڈنگ نے اس سے مزید تفصیلات پوچھیں۔ لیکن دوسرے کانسٹیبل نے صرف اتنا کہا: "بعد میں آپ یہ سب خود دیکھ لیں گے۔"جب وہ شہر پہنچے تو ڈنگ نے اپنے ساتھی کو اپنے گھر رہنے کی دعوت دی، اور مشروب اور کھانے سے اس کی تواضع کی۔ لیکن دوسرا کانسٹیبل صرف بات کرتا تھا اور نہ تو پیالے کو چھوتا تھا اور نہ ہی چاپ اسٹکس کو۔

ڈنگ نے کہا عجلت میں مجھے آپ کے لیے اس سے بہتر کھانا نہیں مل سکا۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ بہت اچھا نہیں ہے

لیکن اس کے مہمان نے جواب دیا: "ارے نہیں، میرا پیٹ پہلے ہی بھرا ہوا ہے میں مطمئن ہوں! ہم روحیں صرف بو پر کھانا کھاتے ہیں۔ اسلحاظ سے ہم انسانوں سے مختلف ہیں۔"

اس سے پہلے کہ وہ شہر کے دیوتا کے مندر میں جانے کے لیے نکلتےتو رات بہت ہو چکی تھی۔

صبح ہوتے ہی وہ الوداع کہنےکے لیے دوبارہ نمودار ہوا اور کہا: "اب سب کچھ ٹھیک ہے: میں رخصت ہوتا ہوں! دو سال کے عرصے میں آپ عظیم پہاڑ کے قریب شہر "تائیانفو "جائیں گے اور وہاں ہم دوبارہ ملیں گے۔

ڈنگکو بے چینی ہونے لگی ۔ کچھ دنوں بعد خبر آئی کہ وانگ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ضلع حاکم نے ہمدردی کے اظہار کے لیے مردہ شخص کے پیدائشی گاؤں کا سفر کیا۔ اس کےساتھ چلنے والوں میں ڈنگ بھی تھا۔ وہاں کیسرائے وانگ کا کرایہ دار تھا۔

ڈنگ نے اس سے پوچھا: "جب جنابوانگ کی موت ہوئی تو کیا کچھ غیر معمولی واقعہ ہوا تھا؟"

"یہ سب بہت عجیب تھا،" سرائے والے نے جواب دیا، "اور میری والدہ جو اس کےگھر مینکام کرتی تھیں، اپنے گھر آئیں اور شدید بخار میں مبتلا ہوگئیں۔ وہ ایک دن ایک رات بے ہوش رہی اور بہت مشکل سے سانس لے سکتی تھی۔ وہ اسی دن ہوش میں آئی جب سر وانگ کی موت کی خبر عام ہوئی، اور کہنے لگی میں عالم اسفل گئی ہوں اور وہانسروانگ سے ملی۔ اس کے گلے میں زنجیریں تھیں اور کئی شیطان اسے گھسیٹ رہے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس نے کیا کیا ہے،تو اس نے کہا"میرے پاس ابھی تم کو بتانے کا وقت نہیں ہے۔ جب تم واپس آؤ تو میری بیوی سے پوچھو وہ تمہیں سب بتا دے گی!'' اور کل میری ماں وہاں گئی اور اس سے پوچھا۔ اور وانگ کی بیوی نے روتے ہوئے اس سے کہا: 'میرا مالک (شوہر)ایک سرکاری اہلکار تھا، لیکن ایک طویل عرصے تک اس نے کوئیترقی نہیں کی۔ وہ نانکنگ میں اناج خانوں کا سپرنٹنڈنٹ تھا اور اسی شہر میں ایک اعلیٰ افسر تھا جس سے میرےشوہر کا بہت گہرا تعلق تھا۔ وہ ہمیشہ ہمارے گھر آتا ،وہ اور میرا شوہر مل کر پیتے اور باتیں کرتے ۔

ایک دن میرے آقا نے اس سے کہا: " انتظامی حکام کی تنخواہ بھی زیادہ ہے اور اس کے علاوہ اچھی آمدنی ہے۔ آپ ایک افسر ہیں، اور رینک کے دوسرے مرحلے تک بھی پہنچ چکے ہیں، پھر بھی آپ کی تنخواہ اتنی کم ہے کہ آپ اس میں گزارانہیں کر سکتے۔ کیا اس کے علاوہ آپ کی کوئی اور آمدنی ہے؟" افسر نے جواب دیا: "ہم اتنے اچھے دوست ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ میں آپ سے کھل کر بات کر سکتا ہوں۔ ہم افسران آمدنی کے کچھ اضافی ذرائع تلاش کرنے پر مجبور ہیں تاکہ ہماری جیبیں بالکل خالی نہ ہوں۔ جب ہم اپنے لوگوں کو ادائیگی کرتے ہیں تو ہم زر مبادلہ پر منافع کا چند فیصد حاصل کرتے ہیں اور ہم اپنےرجسٹر پر اس سے کہیں زیادہ سپاہیوں کے ناموں کا اندراج کرتے ہیں جبکہ سپاہیوں کی اصل تعداد اس سےکم ہوتی ہے ۔ اگر ہمیں اپنی تنخواہوں پر گزارہ کرنا پڑے تو ہم بھوکے مر جائیں گے!

’’جب میرے شوہر نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا تو وہ اس خیال سے خود کو چھٹکارا نہیں دے سکے کہ ان مجرمانہ کارروائیوں کو ظاہر کرنے سے ریاست اس کی احسان مندہو جائے گی، اور یہ کہ اس کے ترقی کرنےکے منصوبوں میں ضرور فائدہ ہوگا۔ دوسری طرف، اس نے سوچا کہ اپنے دوست کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانادرست نہیں ہوگا۔ ان خیالات کو ذہن میں لے کر وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ صحن میں ایک گول برآمدہ تھا۔ بھاری سوچوں میں گم، اس نے اپنے ہاتھ پیچھے پیچھے کیے، اور کافی دیر تک برآمدے کے چکر لگاتا رہا۔ آخر کار اس نے ایک آہ بھر کر کہا: “نیکی گھر سے شروع ہوتی ہے۔ میں اپنے دوست کو قربان کروں گا! پھر اس نے اپنی رپورٹ تیار کی، جس میںافسر پر فرد جرم عائد کی گئی۔

ایک شاہی حکم جاری کیا گیا، معاملے کی چھان بین کی گئی، اور افسر کو موت کی سزا سنائی گئی۔ تاہم، میرے شوہر کے عہدے میں ایک دم اضافہ ہوا، اور اس وقت سے وہ تیزی سے ترقی کر رہے تھے۔ اور میرے علاوہ کسی کو بھی اس معاملے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔‘‘ جب میری والدہ نے انہیںعالم اسفل میں وانگ کے ساتھ ہونے والی ملاقات اور سلوک کے بارے میں بتایا تو پورا خاندان بین کرنےلگا۔ بدھ مت اور تاؤمت کے پجاریوں سے بھرے چار خیمے بھیجے گئے، جنہوں نے پینتیس دن تک روزہ رکھا اور دعائیں پڑھیں تاکہ وانگ کو نجات مل سکے۔ کاغذی رقوم ، ریشم اور بھوسے کےپہاڑ کے پہاڑ جلا دیے گئے، اور یہ مذہبی تقریبات ابھی تک ختم نہیں ہوئیں۔یہ سن کر ڈنگ بہت خوفزدہ ہوا۔

دو سال بعد اسے کچھ ڈاکوؤں کو گرفتار کرنے کے لیے "تائیانفو "جانے کا حکم ملا۔ اس نے اپنے آپ سے سوچامیرا دوست، روح، واقعی بہت طاقتور ہے، اس سفر کے بارے میں اب تک پہلے سے جان چکا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں پوچھنا چاہیے۔ شاید میں اسے دوبارہ دیکھونگا۔جب وہ تائی یان فوپہنچا تو اس نے ایک سرائے تلاش کی۔سرائے کے منیجر نے اس کا استقبال ان الفاظ میں کیا: "کیا تم استاد ڈنگ ہو، اور کیا تم کائیتشو کی خلیج سے آئے ہو؟"

"میں وہی آدمی ہوں،" ڈنگ نے گھبرا کر جواب دیا، "تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"سرائے کے رکھوالے نے جواب دیا: "پچھلی رات عظیم پہاڑ کے مندر کا کانسٹیبل میرے خواب میں آیا اور کہا 'کل ڈنگ نام کا ایک شخص جو میرا اچھا دوست ہے، کائیتشو کی خلیج سے آرہا ہے! اور پھر اس نے مجھ سے تمہاری شکل و صورت اور تمہارے کپڑے بالکل ٹھیک بیان کیے اور مجھ سے کہا کہ ان کا خیال رکھو، اور جب بھی تم یہاں آؤتو میں تم سے کوئی معاوضہ نہ لوں ، کیونکہ وہ مجھے بہت اچھا معاوضہ دے گا۔ . لہٰذا جب میں نے آپ کو آتے دیکھا تو سب کچھ بالکل اسی طرح تھا جیسا کہ میرے خوابوں نے پیش گوئی کی تھی، اور میں آپ کو فوراً ہی پہچان گیا۔ میں نے پہلے ہی آپ کے لیے ایک پُرسکون کمرہ تیار کر رکھا ہے، اور میری گزارش ہے کہآپ وہیں آرام فرمائیں گے۔‘‘

ڈنگ خوشی خوشی اس کے پیچھے چل پڑا اور سرائے کامنیجر بڑی عقیدت سے اس کے حکم کا انتظار کرنے لگا، اور ڈنگ نےدیکھا کہ اس کے پاس کھانے پینے کے لیے بہت کچھ ہے۔

آدھی رات کو ڈنگ کی دوست روح آ گئی۔ دروازہ کھولے بغیر، وہ ڈنگ کے پلنگ کے پاس کھڑا ہوا، اسے اپنا ہاتھ دیا، اور پوچھا کہ جب سے اس نے اسے آخری بار دیکھا تھا، اس کے ساتھ حالات کیسے گزرے ہیں۔ڈنگ نے اس کے اس کے تمام سوالوں کے جواب دیے اور اس کا شکریہ ادا کیا کہ وہ خواب میں سرائے کے مالک کو دکھائی دیا۔وہ کچھ دن سرائے میں رہتا رہا۔ دن کے وقت وہ عظیم پہاڑ پر چہل قدمی کرتا تھا اور رات کو اس کا دوست اس سے ملنے آیا اور اس سے باتیں کرتا رہا اور اسی وقت اس سے پوچھا کہ سر وانگ کو کیا ہوا ہے؟

’’اس کو پہلے ہی سزا سنائی جاچکی ہے،‘‘روح نے جواب دیا۔ "اس شخص نے باضمیر ہونے کا بہانہ کیا، اور غداری کے ساتھ اپنے دوست کی موت کا سبب بنا۔ تمام گناہوں میں اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ سزا کے طور پر اسے دوبارہ دنیا میں جانور بنا کربھیج دیا جائے گا۔ پھر اس نے مزید کہا: "جب آپ گھر پہنچیں تو آپ کو اپنی صحت کا مستقل خیال رکھنا چاہیے۔ قسمت نے آپ کو ۸۸ سال کی فانی زندگی کی اجازت دی ہے۔ جب تمہارا وقت ہو جائے گا تو میں خود تمہیں لینے آؤں گا۔ تب میں دیکھوں گا کہ آپ عالم اسفل میں کانسٹیبل کے طور پر اپنا مقام حاصل کریں گے، جہاں ہم ہمیشہ ساتھ رہ سکتے ہیں۔یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

۱۰

لکڑی کے پل پر کیک شاپ

کئی سال پہلے پنگ چینگ شہر میں سان نام کی ایک بوڑھی نوکرانی رہتی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں سے آئی ہے۔ اس کے محلے والے بھی اس کے بارے میں صرف اتنا جانتے تھے کہ پچھلے ۳۰ سال سے لکڑی کے پل پر اس کی کیک کی دکان

ہےاور اس سارے عرصے میں اس نے بڑی ہی خاموش زندگی گزاری تھی اور دکان میں بھی ، نہ نوکر اور نہ نوکرانی اور نہ ہی کوئی رشتہ دار اس سے ملنےآتا تھا۔لیکن کہا یہ جاتا تھا کہ وہ بہت امیر ہے۔ اس کا گھر بہت بڑا تھا اور اسکے پاس بہت سارےخچر تھے۔ اپنے مہمانوں کو مقامی محصول چنگی سےبچانے کے لیے، اس نے ان کے سازوسامان کو وصول نہ کرنے کا رواج بنایا، اس طریقے کو مہمانوں نے بہت پسند کیا، اور اس کے نتیجے میں وہ لوگ جو ایک بار اس کی سرائے میں ٹہرے تھے اس کے بعد وہ بار بار آتےتھے۔

اب یوں ہوا کہ تقریباً اسی وقت شہنشاہ ''عظیم ہم آہنگی'' نے جنرل چاؤکو ، جو ''پتلے اور مہربان'' کے نام سے مشہور تھے، مشرقی دارالحکومت کی مہم پر بھیجا، اور جنرل اپنے چھ یا سات نوکروں کے ساتھ کے ساتھ پنگ چینگ سے گزرا۔ یہ طے ہوا کہ وہ ، لکڑی کے پل کی دکان میں رات گزاریں گے ۔ نوکروں کو فوراً ایک مشترکہ کمرے میں ٹھہرایا گیا، اور " پتلے اور مہربان " کو سان کے رہائشی کمروں سے متصل ایک علیحدہ گھرمیں ٹہرایاگیا۔

سان نے اپنے مہمانوں کی بہت تواضع کی ، اور رات کو ان کی خاطر مشروب پیش کرکے کی ، اور سب کے ساتھ خوشیاں منائیں۔لیکن "پتلے اور مہربان" جنرل نے مشروب چکھنے سے پرہیز کیا، لیکن گفتگو اور قہقہوں میں شریک رہا۔ جب چوکیدار نے رات کے دوسرے پہر کا اعلان کیا، تو اس وقت سان کے کے زیادہ تر مہمان غفلت کی نیند سو رہے تھے، تو سان اپنے کمرے میں گئی اور دروازہ بند کر دیا، اور روشنی بجھا دی۔

آدھی رات کو، "پتلا اور مہربان "جنرل بستر پر کروٹیں بدل رہا تھا وہ سو نہیں پا رہا تھا، اس نے سان کے کمرے میں ایسا شور سنا جیسے کوئی چیزوں کو الٹ پلٹ رہا ہو۔ اسےتجسس ہواپھر اس نے سان کے کمرے میں ایک سوراخ میں سے جھانکا اور اس نے دیکھا کہ سان نےایک موم بتی روشن کی اور کپڑے کے ڈبے سے ہل، ایک چھوٹا سا لکڑی کا آدمی، اور ایک چھوٹا سا لکڑی کا بیل نکال کر، رکھ دیا ان میں سے ہرکھلونا ایک تقریباً چھ یا سات انچ اونچا تھا۔ چمنی کے نیچے. اس نے پھر ان پر پانی ڈالا اور وہ فوراً زندہ ہوگئے اور حرکت کرنے لگے۔ چھوٹے آدمی نے بیل کو ہل سے باندھا، اور بستر کے سامنے والے کمرے کے حصے میں ہل چلاناشروع کر دیا۔ جب اس نے کافی زمین تیار کر لی تو سان نے اسے گندم کی ایک بوری دی، جو اس نے بودی۔ کچھ ہی منٹوں میں یہ زمین میں گندم کا کھیت اُگ آیا اور فصل آئی پھول نکلے، پھل نکلے اور پک گئے۔ اس کے بعد وہ آدمی اسے کاٹنے اور جھاڑنےکے لیے کام کرنے لگا، اور اپنی مالکن کو سات یا آٹھ پونٹ اناج (چارساڑھے چار کلو گرام)کی فصل پیش کی۔ پھر ، اسے مکئی کو ایک چھوٹی چکی میں پیسنے کے لیے دیاگیا، یہ کام مکمل ہونے پر، پھر اس کوبیل اور ہل کے ساتھ دوبارہ ڈبے میں ڈال دیا گیا۔

سان نے اب اپنے حصے کا کام شروع کر دیااور آٹے کو اچھی طرح گوندھ کر اسے پکے ہوئے کیک میں تبدیل کر دیا۔ مرغوں بانگ پر سپاہی اپنے آپ تیارکرنے لگے، لیکن سان ان کے سامنےکھڑی تھی ، اور ان کے لیے چراغ جلا کر گرم کیک کو خوب صورت انداز میں ان کے سامنے رکھ دیا ۔

"پتلےاور مہربان" نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اس کے بعد وہ بہت زیادہ بے چین تھا، لہذا وہ گھر سے باہر چلا گیا؛ لیکن، انجام دیکھنے کی جستجو میں ، اس نے دروازے کے ایک شگاف سے جھانکا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے سپاہی ایک دائرے میں بیٹھے ہوئے مزے دارگرم کیک کھا رہے تھے، تو اس نے ہنہنانےکی آواز سنی،وہ یہ منظر دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا، اس نے ایک ہی لمحے میں اپنے سپاہیوں کو خچروں میں تبدیل ہوتے دیکھا۔ تبدیلی کا اثر فوراًہی نہیں ہوا تھا کہ سان انہیں دکان کے پچھلے حصے کےصحن میں لے گئی تھی۔

"دبلے پتلے اور مہربان" نے کسی کو یہ نہیں بتایا کہ اس نے کیا دیکھا تھا، لیکن چھپ کر اس مہم جوئی پر بہت غور کیا، اور جب ایک مہینے کے آخر میں وہ اسی راستے سے واپس آرہا تھا، تو وہ دوبارہ اس لکڑی کے پل والی دکان پر رک گیالیکن سرائے میں داخل ہونے سے پہلے وہ اپنے ساتھ بہت سے کیک لے کر آیاان سب کا سائز اور شکل ایک جیسی تھی یہ سب بالکل ویسے ہی تھے جیسے اس نے سان کو بناتے دیکھا تھا۔

سان نے اسے دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا، اور چونکہ وہ تنہا مہمان تھا، اس لیے سان کی ساری توجہ اس کی طرف تھی ۔ جب رات ہوئی تو سان نے اس سے پوچھا کہ اس کی کیا خواہش ہے۔

"میرےپاس بہت کام ہے،" "پتلے اور مہربان" نے کہا، "لہذا جب دن ڈھلنے لگے تو مجھے اٹھانا ۔"

سان نے کہا، "کوئی مشکل نہیں لیکن آپ آرام سے سوجائیے"

آدھی رات کے قریب "پتلا اور مہربان" اٹھا اور اس نے پچھلی بار جو کچھ دیکھا تھا وہی دوھرایا جارہا تھا۔ سان صبح سویرے اٹھی ، اور اپنے مہمان کے لیے ناشتہ تیار کیا، اس نے وہی گرم کیک اس کے سامنے رکھ دیے جو جنرل جانتا تھا کہ سان نے کس طرح تیار کیا ہے۔

ت جب سان دوسری چیزیں لینے گئی ہوئی تھی ، "پتلےاور مہربان" نے اپنے ساتھ لائے ہوئے کیک میں سے ایک کو سان کے کیک سےبدل دیا، اور سان سے معافی مانگتے ہوئے کہا کہ وہ خود کیک کی فروخت کا کاروبار کرتا ہے ۔ اس لیے کسی دوسرے کا کیک نہیں کھاتا ۔ سان نے اپنے مہمان کا ناشتہ ختم ہونے کا انتظار کرتی رہی اور جب وہ کھانا کھا چکا تو اس کے لیے چائے لے آئی ۔

"پتلےاور مہربان" نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"میں اپنی میزبان سے التجا کرتا ہوں کہ وہ میرا ایک کیک آزمائے اس نے وہی کیک جو سان نے بنایا تھا اسے ہی واپس کردیا ۔

سان نے اسے شکریہ کے ساتھ قبول کیا، لیکن بمشکل اس نےاس کا مزہ چکھا ہی تھا کہوہ زمین پر گر پڑی، اور فوراً ہی ایک مضبوط خچر میں تبدیل ہوگئی۔

"پتلے اور مہربان" نے اس پر زین ڈالی، اور پھر لکڑی کے چھوٹے آدمی اور بیل کو تلاش کرنے چلا گیا۔ اس نے انہیں ڈھونڈ لیا، لیکنوہ منتر نہیں جانتا تھا اس لیے کچھ نہ کرسکا۔ چنانچہ وہ خچر پر سوار ہوا اور گھر واپس چلا گیا۔

البتہ وہ اس نئی دریافت سے بہت فائدے میں رہا ، اور ایک دن میں سو میل کا سفر کرکے بھی نہیں تھکا۔

ان واقعات کے چار سال بعد "پتلا اور مہربان" اپنے خچر پر سوار "ہوان "مندر جا رہا تھا۔ سڑک کے کنارے ایک بوڑھے آدمی کے قریب سےگزرا، جس نے اسے دیکھ کر تالیاں بجائیں اور ہنستے ہوئے کہا:

’’کیوں، لکڑی کے پل کیسان، تم یہاں تک کیسے آئی ہو؟‘‘

پھر، خچر کو پکڑتے ہوئے، اس نے "پتلےاور مہربان" سے کہا: "اگرچہ وہ اصل میں بہت زیادہ قصوروار تھی، اس نے آپ کی اچھی خدمت کی ہے۔ اس پر رحم کرو اور مجھے اسے آزاد کرنے دو۔

اس کے ساتھ ہی اس نے خچر کی لگام کھولی اور بوڑھی نوکرانی نےچھلانگ لگا دی، اورپہلے کی طرح ہوگئی۔اس نے بوڑھے کا شکریہ ادا کیا اور پھر چلی گئی ۔

اس کے بعدکیا ہوا مجھے نہیں معلوم۔

۱۱

موسم سرما کی نیند کے بعد ڈریگن

ایک عالم تھا جو اپنے گھر کی بالائی منزل میں مطالعے میں مصروف تھا۔ یہ ایک بارش والا، ابر آلود دن اور اداس موسم تھا۔ اچانک اسے ایک چھوٹی سی چیز نظر آئی جو جگنوکی طرح چمک رہی تھی۔ لیکن یہ میز پر رینگتی تھی، اور جہاں بھی جاتی تھی جلنے کے نشانات چھوڑتی جاتی، جو کینچوے کی پٹریوں کی طرح مڑے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ اس نے عالم کی کتاب کو بھی نقصان پہنچادیااور کتاب بھی کالی ہو گئی۔ عالم کو خیال آیا کہ یہ ڈریگن ہوسکتاہے۔ چنانچہ وہ کتاب کو کمرے سے باہر لے گیا۔ وہ کچھ دیر وہاں کھڑا رہا۔ لیکن کیڑا وہاں بھی ہلے جلے بغیر پڑا رہا

پھر عالم نے کہا: ’’میرے بارے میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ میری عزت میں کمی تھی‘‘۔ ان الفاظ کے ساتھ اس نے کتاب واپس اٹھائی اور ایک بار پھر میز پر رکھ دی۔ پھر اس نے اپنی تقریب کا لباس پہنا، ایک گہرا کمان بنایا اور ڈریگن کو دوبارہ اس پر باہر لے گیا۔

جیسے ہی وہ دروازے سے نکلا تھا، اس نے دیکھا کہ ڈریگن نے اپنا سر اٹھایا اور خود کو پھیلایا۔ پھر وہ کتاب سے چمکتی ہوئی لکیر کی طرحہنستا ہوا اڑ گیا، ۔ ایک بار پھر وہ عالم کی طرف متوجہ ہوا، اور اس کا سر پہلے ہی ایکپیپے کے سائز کا ہو چکا تھا، جب کہ اس کے جسم کی لمبائی چھ فٹ تھی۔ اس نے سانپ کی طرح بل کھایا، اور پھر ایک گرج دار آواز آئی اور ڈریگن ہوا میں چلا گیا۔عالم پھر واپس آیا اور دیکھنے لگا کہ ننھی مخلوق کس راستے سے آئی ہے۔ اور وہ اپنی کتابوں کے صندوق پاس اس کا راستہ دیکھنے لگا۔

نوٹ: یہ کہانی بھی "عجیب کہانیاں" میں سے ہے۔ اژدہا، تمام تر چھال دارمخلوقات اور حشرات الارض کا سربراہ، چینی عقیدے کے مطابق سردیوں میں سوتا رہتا ہے۔ اس وقت وہ کافی چھوٹا ہوتاہے۔ جب بہار کا پہلا طوفان آتا ہے تو وہ آسمانی بجلی پر بادلوں کی طرف اڑ جاتا ہے۔ یہاں ڈریگن کی فطرت بطور ماحول ظاہر کی گئی ہے۔

۱۲

ڈریگن شہزادی

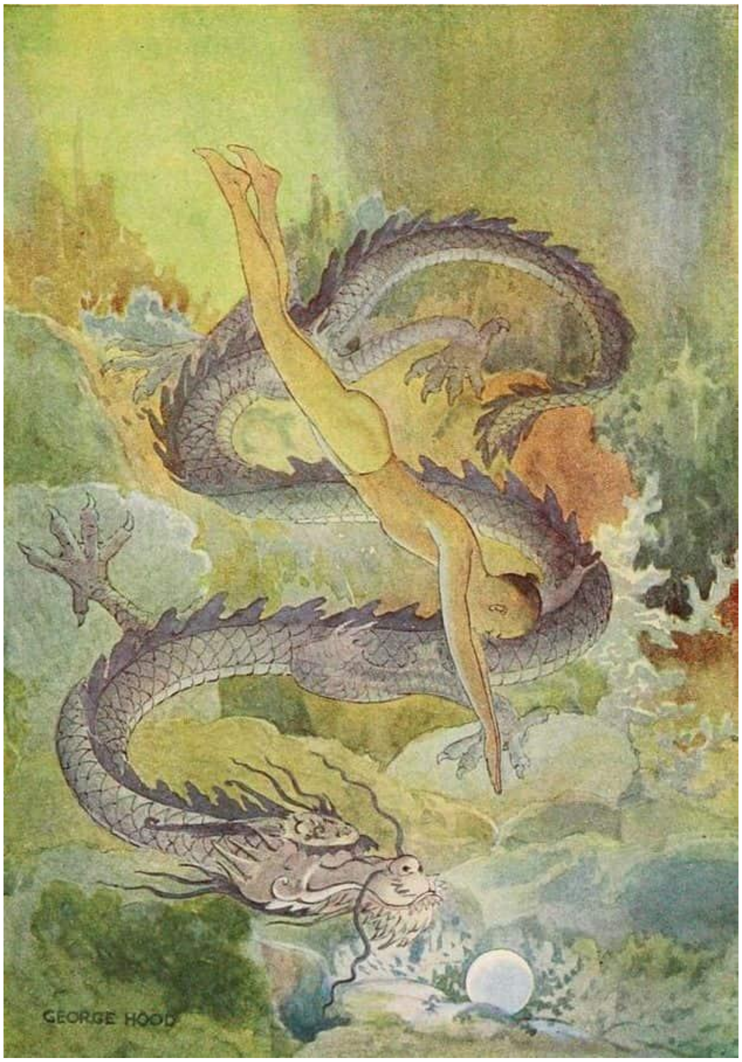

ڈنگ ٹنگ کے سمندر میں ایک پہاڑی ہےاوراس پہاڑی میں ایک سوراخ ہےاوریہ سوراخ اتناگہراہےکہ اس کی کوئی تہہ نہیں ہے۔ایک دفعہ ایک مچھیرا وہاں سے گزر رہا تھا جو پھسل کر گڑھے میں گر گیا۔ وہاں سے وہ ایسے ملک میں پہنچ گیا جو چکر دار راستوں سے بھرا ہوا تھاجو پہاڑی اور خلیج پر کئی میل تک جاتا رہا۔ آخر کار وہ ایک بڑے میدان میں موجودڈریگن کے قلعے کے پاس پہنچا۔ وہاں سبز کیچڑ تھا جو اس کے گھٹنوں تک پہنچ رہا تھا۔ وہ قلعے کے گیٹ تک گیا۔ گیٹ کی حفاظت ایک اژدہا کررہا تھاجس نے منہ سے پانی اگلا وہ پانی اوس کی صورت فضا میں بکھر گیا۔ دروازے کے اندر ایک چھوٹا بےسینگ اژدہا پڑا تھا اسے دیکھ کر اس نے اپنا سر اٹھایااورمنہ کھول کر اسے ڈرایا اور اسے قلعے کے اندر نہیں جانے دیا۔مچھیرے نے غار میں کئی دن گزارے، سبز کیچڑ سے اپنی بھوک مٹائی، جو اسے کھانے کے قابل معلوم ہوتی تھی اور جس کا ذائقہ چاول کی کھیر جیسا تھا۔ آخرکار اس نے ایک راستہ نکال ہی لیا۔ اس نے ضلع حاکم کو بتایا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا، اور بعد میں اس نے معاملے کی اطلاع شہنشاہ کو دی۔ شہنشاہ نے ایک عقلمند آدمی کو بھیجا اور اس سے اس کے متعلق سوال کیا۔

عقلمند نے کہا: اس غار میں چار راستے ہیں۔ ایک راستہ بحیرہ ڈنگٹنگ کے جنوب مغربی کنارے کی طرف جاتا ہے، دوسرا راستہ چار دریاؤں کی سرزمین میں ایک وادی کی طرف جاتا ہے، تیسرا راستہ لو فو کے پہاڑ پر ایک غار میں اور چوتھا ایک جزیرے میں ختم ہوتا ہے۔ مشرقی سمندر کے. اس غار میں مشرقی سمندر کے ڈریگن کنگ کی ساتویں بیٹی رہتی ہے، جو اپنے موتیوں اور اپنے خزانے کی حفاظت کرتی ہے۔ قدیم زمانے میں ایک بار ایسا ہوا تھا کہ ایک ماہی گیر نے پانی میں غوطہ لگایا

اور کالے اژدھے کی ٹھوڑی کے نیچے سے ایک موتی نکالا۔ڈریگن سو رہا تھا، یہی وجہ تھی کہ مچھیرا موتی کو نقصان پہنچائے بغیر سطح پر لے آیا۔ وہ خزانہ جو ڈریگن کنگ کی بیٹی کے پاس ہے اس طرح کے ہزاروں اور لاکھوں جواہرات پر مشتمل ہے۔ کئی ہزار چھوٹے ڈریگن ان جواہرات کی نگرانی کرتے ہیں۔ ڈریگن میں موم کی شرمیلی سے لڑنے کی خاصیت ہے۔ لیکن وہ خوبصورتسبز پتھروں اور کنگ سنگ یعنی کھوکھلی سبز لکڑی کے شوقین ہیں اور اسے نگلنا پسند کرتے ہیں۔ اگر کوئی خط کے ساتھ قاصد بھیجے تو قیمتی موتی مل سکتا ہے۔شہنشاہ بہت خوش ہوا، اور اس شخص کے لیے بڑے انعام کا اعلان کیا جو اس کے قاصد کے طور پر ڈریگن کے قلعے میں جانے کا اہل ہو۔قاصدوں کا امتحان شروع ہوا۔آگے آنے والے پہلے آدمی کا نام سو پائی لو تھا۔ لیکن عقلمند آدمی نے کہا: "تمہارے ایک پردادا نے ایک بار مشرقی سمندر کے سو سے زیادہ ڈریگنوں کو مار ڈالا تھا، اور آخرکار خود ڈریگنوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ ڈریگن تمہارے خاندان کے دشمن ہیں اس لیے تم نہیں جا سکتے۔اس کے بعد کینٹن، لو-ڈی-سچون سے ایک شخص اپنے دو بھائیوں کے ساتھ آیا، جس نے کہا کہ اس کے آباؤ اجداد کا تعلق ڈریگن کنگ سے تھا۔ اس لیے وہ ڈریگنوں کو پسند کرتے تھے اور ان کے لیے مشہور تھے۔ انہوں نے التجا کی کہ وہ پیغام ان کے سپرد کیا جائے۔عقلمند آدمی نے پوچھا: "اور کیا آپ کے پاس اب بھی وہ پتھر ہے جو ڈریگنوں کو آپ کی مرضی کے مطابق کام کرنے پر مجبور کرتا ہے؟"

''ہاں،'' انہوں نے کہا، ''ہم اسے اپنے ساتھ لائے ہیں۔''

عقلمند آدمی نے انہیں پتھر دکھانے کو کہا۔ پھر اس نے کہا: "یہ پتھر صرف ان ڈریگنوں کو فرماں بردار بناتا ہے جو بادل بناتے ہیں اور بارش برساتے ہیں۔ یہ اُن ڈریگنوں کے لیے کام نہیں کرے گا جو سمندری بادشاہ کے موتیوں کی حفاظت کرتے ہیں۔'' پھر اس نے ان سے مزید سوال کیا: "کیا آپ کے پاس ڈریگن دماغ کے بخارات ہیں؟"

جب اُنہوں نے اقرار کیا کہ اُن کے پاس نہیں ہے تو دانشمند نے کہا: ''پھر تم اژدھے کو اپنا خزانہ دینے پر کیسے مجبور کرو گے؟''

اور شہنشاہ نے کہاتو پھر ہم کیاکریں؟

عقلمند آدمی نے جواب دیا: "مغربی سمندر پر غیر ملکی تاجر جو ڈریگن برین ویپرکا سودا کرتے ہیں۔ کوئی بھی ان کے پاس جائے اور ان سے یہ مانگ لے۔ میں ایک مقدس آدمی کو بھی جانتا ہوں جو ڈریگنوں کو قابو کرنےکے فن میں ماہر ہے، اور جس نے ڈریگن پتھر کے دس پاؤنڈ تیار کیے ہیں۔ اس کے لیے بھی کسی کو بھیجا جائے۔''

بادشاہ نے اپنے قاصد بھیجے۔ وہ مقدس آدمی کے شاگردوں میں سے ایک سے ملے اور اس سے ڈریگن پتھر کے دو ٹکڑے حاصل کیے۔

عقلمند نے کہا: "ہم یہی چاہتے ہیں!"

مزید کئی مہینے گزر گئے، اور آخر کار ڈریگن برین ویپرکی ایک دوائی گولی بھی محفوظ ہو گئی۔ شہنشاہ بہت خوش ہوا اور اس نے اپنے زیورات کے لیے بہترین جیڈ کے دو چھوٹے بکس تراشنے کے لیے کہا۔ یہ ووٹنگ درخت کی راکھ سے پالش کیے گئے تھے۔ اور اس کے پاس بہترین کھوکھلی سبز لکڑی کا ایک جوہر تھا، جسے سمندری مچھلی کے چونے سے جوڑاگیا تھا، اور آگ میں پختہکیا گیا تھا۔ اس سے دو گلدان بنائے گئے۔ پھر قاصدونکے جسموناور کپڑوں کو درختوں کے موم سے رگڑا گیا، اور انہیں پانچ سو بھنے ہوئے نگل دیئے گئے تاکہ وہ اپنے ساتھ لے جائیں۔

وہ غار میں چلے گئے۔ جب وہ ڈریگن کے قلعے میں پہنچے تو دروازے کی حفاظت کرنے والے چھوٹے ڈریگن نے درخت کے موم کو سونگھ لیا، اس لیے وہ نیچے جھک گیا اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ اُنہوں نے اُسے سو بھنی ہوئی نگلیاں رشوت کے طور پر دی تاکہ اُن کی ملاقات ڈریگن کنگ کی بیٹی سے کرائی جائے۔ انہیں شہزادی کے سامنے پیش کیا گیا اور انہوں نے اسے جیڈ کا بنا ہوا ڈبہ، گلدان اور چار سو بھنی ہوئی نگلیاں بطور تحفہ پیش کیں۔ ڈریگن کی بیٹی نے ان کا استقبال کیا، اور شہنشاہ کا خط کھولا۔

اس کےمحل میں ایک اژدہا رہتا تھا جس کی عمر ایک ہزار سال سے زیادہ تھی۔ وہ خود کو انسان بنا سکتا تھا، اور انسانوں کی زبان کی ترجمانی کر سکتا تھا۔ اس کے ذریعے ڈریگن کی بیٹی کو معلوم ہوا کہ شہنشاہ اسے تحائف بھیج رہا ہے، اور اس نے انہیں تین بڑے موتی، سات چھوٹے موتی اور عام موتیونکا ایک پورا گچھاکے تحفے کے ساتھ واپس کر دیا۔ قاصد رخصت ہوئے، اژدہے کی پیٹھ پر موتی لے کر سوار ہوئے، اور ایک ہی لمحے میں وہ یانگ زی کیانگ کے کنارے پہنچ گئے۔ انہوں نے شاہی دارالحکومت نانکنگ کا راستہ بنایا اور وہاں اپنے جواہرات کا خزانہ حوالے کیا۔

شہنشاہ بہت خوش ہوا اور ان جواہرات کوعقلمند آدمی کو دکھایا۔ اس نے کہا: "تین عظیم موتیوں میں سے ایک تیسرے درجے کا خدائیخواہش والا موتی ہے، اور دو درمیانے درجے کے سیاہ ڈریگن موتی ہیں۔ سات چھوٹے موتیوں میں سے دو سانپ موتی ہیں، اور پانچ عام موتی ہیں۔ بقیہ موتی جزوی طور پر سمندری کرین موتیوں میں، جزوی گھونگھے اور سیپ موتیوں میں ہیں۔ وہ قیمتی موتیوں کے قریب بھی نہیں پہنچتے، اور پھر بھی زمین پر ان کے برابر بہت کم ملیں گے۔"

شہنشاہ نے انہیں اپنے تمام نوکروں کو بھی دکھایا۔ تاہم، شہنشاہ نے سوچا کہ عقلمند آدمی کی ساری درست نہیں ہوتیں اور اُس کی باتوں پر یقین نہیں کیا۔

پھر عقلمند آدمی نے کہا: ’’پہلےدرجے کے موتیوں کی چمک چالیس میل تک، دوسرے درجےکی بیس میل اور تیسرے درجے کی دس میل تک دکھائی دیتی ہے۔ جہاں تک ان کی چمک ہے وہاں تک ، نہ آندھی، نہ بارش، نہ گرج، نہ بجلی، نہ پانی، نہ آگ اور نہ ہتھیار پہنچ سکتے ہیں ۔ بلیک ڈریگن کے موتی نو رنگ کے ہوتے ہیں اور رات کو چمکتے ہیں۔ ان کی روشنی کے دائرے میں سانپوں اور کیڑوں کا زہر بے اثرہے۔ سانپ کے موتی سات رنگ کے ہوتے ہیں، سیپ کے کیڑے کےموتی پانچ رنگ کے ہوتے ہیں۔ رات کو دونوں چمکتے ہیں۔ جو دھبوں سے پاک ہیں وہ بہترین ہیں۔ وہ سیپ کے اندر بڑھتے ہیں، اور چاند کے گھٹنے اور بڑھنے سے ہی ان کےسائز میں اضافہ اور کمی ہوتی ہے۔"

کسی نے پوچھا کہ سانپ اور سمندریکونج کے موتیوں کو کیسے الگ کیا جا سکتا ہے، اور عقل مند آدمی نے جواب دیا: "جانور خود انہیں پہچانتے ہیں۔"

پھر شہنشاہ نے ایک سانپ موتی اور ایک سمندری کونج موتی کا انتخاب کیا، انہیں عام موتیوں کے گچھے کے ساتھ کے ساتھ ملا کر صحن میں ڈال دیا۔ پھر ایک بڑا زرد ناگ اور ایک سیاہ کونج کولا کر موتیوں کے درمیان رکھ دیا گیا۔ ایک دم کونج نے ایک سمندری کونج کا موتی اپنی چونچ میں اٹھا لیا اور ناچنے اور گانا شروع کر دیا۔ لیکن سانپ نے سانپ موتی کو چھین لیا، اور خود کوکئی کنڈلیوں میں جکڑ کر زخمی کر لیا۔ اور جب لوگوں نے یہ دیکھا تو اُنہوں نے عقل مندکی بڑے اور چھوٹے موتیوں کی چمک کے بارے میں بات کی سچائی کو تسلیم کر لیا۔ اور موتیوں کی چمک کے بارے میں بھی اس کی بات درست نکلی ۔

ڈریگن کے قلعے میں قاصدوں نے لذیذ کھانے کا لطف اٹھایا تھا، جس کا ذائقہ پھول، جڑی بوٹیاں، مرہم اور چینی کی طرح تھا۔ وہ اپنے ساتھ اس کی باقیات کو دارالحکومت لے آئے تھے۔ لیکن یہ ہوا لگتے ہی پتھر کی طرح سخت ہو گیا تھا۔ شہنشاہ نے حکم دیا کہ ان ٹکڑوں کو خزانے میں محفوظ کر لیا جائے۔ پھر اس نے تینوں بھائیوں کو اعلیٰ مقام اور القابات سے نوازا اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ہزار ریشم کے باریک تھان کا تحفہ دیا۔ اس نے یہ بھی چھان بین کی تھی جب مچھیرے ڈریگن کے غار میں گئے تو ڈریگن نے ان کو ختم کیوں نہیں کیاتو یہ معلوم ہوا کہ اس کے ماہی گیری کے کپڑے تیل اور درختوں کے موم میں لتھڑے ہوئے تھے اورڈریگن بدبو سے خوفزدہ تھے۔

گنگڈشو سے کوئی بیس میل مشرق میں میڈنز کی جھیل واقع ہے۔ یہ کئی میل مربع ہے اور چاروں طرف سے گھنے سبز جھاڑیوں اور لمبے جنگلوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس کا پانی صاف اور گہرا نیلا ہے۔ اکثر ہر قسم کی حیرت انگیز مخلوق جھیل میں اپنے آپ کو دکھاتی ہے۔ آس پاس کے لوگوں نے ڈریگن شہزادی کے لیے وہاں ایک مندر بنا رکھا ہے۔ اور خشک سالی کے وقت سب وہاںپوجا کے لیے یاتراکرتے ہیں۔

گنگڈشوکے مغرب میں، دو سو میل دور، ایک اور جھیل ہے، جس کے دیوتا کا نام شاونا ہے، اور جو بہت سے معجزے کرتا ہے۔ تانگ خاندان کے زمانے میں گنگڈشو میں ڈیسکو باؤ کے نام سے ایک حاکم تھا۔ جب وہ دفتر میں تھا تو پانچویں مہینے میں اچانک آسمان پر بادل نمودار ہوگئے اور، پہاڑوں کی طرح اپنے آپ کو ڈھیر کر دیا، ان بادلوں کے درمیان ڈریگن اور سانپ گھل مل گئے۔ وہ دو سمندروں کے بیچ اوپر نیچے لڑھک گئے۔ کڑک اور بجلی کے ساتھ ایسی آندھی اور بارشاٹھی کہ مکانات ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، درخت جڑوں سے اکھڑ گئے اور فصلوں کو بہت نقصان پہنچا۔ ڈشو بو نے الزام اپنے اوپر لیا، اور آسمانوں سے دعا کی کہ اس کے لوگوں کو معاف کیا جائے۔

چھٹے مہینے کے پانچویں دن وہ لوگوں کے سامنے بیٹھا فیصلے کررہا تھا کہ اس نے اچانک تھکن محسوس کی اور اسے نیند آنے لگی ۔ اس نے ٹوپی اتاری اور تکیوں پر لیٹ گیا۔ جیسے ہی اس نے آنکھیں بند کی تھیں کہ اس نے ایک جنگجو کو خوداور بکتر پہنے دیکھا، جس کے ہاتھ میں گنڈاساتھا، وہ ہال کی طرف جانے والی سیڑھیوں پر کھڑا تھا، جس نے اعلان کیا: "ایک خاتون باہر انتظار کر رہی ہے جو داخل ہونا چاہتی ہے!" ڈشو بو نے اس سے پوچھا: "تم کون ہو؟" جواب ملا: "میں تمہارا دربان ہوں۔ میں غیر مرئی دنیا میں کئی سالوں سے یہ فرض ادا کر رہا ہوں۔ اسی دوران سبز لباس میں ملبوس دو شخصیتیں سیڑھیوں پر آئیں، اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کہنے لگیں: "ہماری مالکن آپ سے ملنے آئی ہیں۔" ڈشو بو کھڑا ہوااس نے خوبصورت بادلوں کو دیکھا، جن میں سے خوب بارش برس رہی تھی، اور عجیب خوشبوؤں نے اسے مسحور کر دیا تھا۔ اچانک اس نے ایک عورت کو دیکھا جو سادہ لباس میں ملبوس تھی، لیکن نیچے سے اوپر تک خوبصورت تھی، اس کی کئی نوکرانیاں تھیں۔ یہ سب

صاف ستھرے لباس میں تھیں ، اور اس عورت کا یوں انتظار کر ہی تھیں جیسے وہ کوئی شہزادی ہو۔ جب وہ ہال میں داخل ہوئی تو اس نے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔ ڈشو ہو اس سے ملنے آگے آیا اور اسے بیٹھنےکی دعوت دی۔ ہر طرف سے چمکدار رنگ کے بادل تیرتے ہوئے اندر آئے اور صحن ارغوانی آسمان سے بھر گیا۔ ڈشو ہو نے مشروب اور کھانے سے ان کی تواضع کی ۔ لیکن تیوری چڑھی بھنوؤں کے ساتھ دیوی اس کوگھورتی رہی اوروہ بہت اداس لگ رہی تھی۔ پھر وہ اٹھی اور شرمندہ ہو کر بولی: "میں اس محلے میں کئی سالوں سے رہ رہی ہوں۔ ایک غلط کام جو مجھ سے سرزد ہوا ہے، اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ میں اپنی حدود سے نکل کرآپ سے کہوں کہ مجھ پر احسان کریں ۔ پھر بھی میں نہیں جانتی کہ آپ مجھے معاف کرتے ہیں یا نہیں!

"کیا میں یہ جان سکتا ہوں کہ آپ کس لیے ایسا کررہی ہیں ،" ڈشو ہو نے جواب دیا۔ "اگر میں آپ کے لیے کچھ کرسکوں تو مجھے بہت خوشی ہوگی ،
دیوی نے کہا: "سینکڑوں سالوں سے میرا خاندان مشرقی سمندر کی گہرائی میں رہ رہا ہے۔ لیکن ہم بدقسمت تھے کہ ہمارے خزانوں نے مردوں کے حسد کو جوش دیا۔ پائی لو کے آباؤ اجداد نے تقریباً ہمارے پورے قبیلے کو آگ سے تباہ کر دیا تھا۔ میرے آباؤ اجداد کو اڑ کر چھپنا پڑا۔ اور کچھ عرصہ پہلے، ہمارا دشمن پائی لو خود بحیرہ ڈنگ ٹنگ کے غار میں ایک شاہی خط پہنچانا چاہتا تھا۔ موتیوں اور خزانوں کی بھیک مانگنے کے بہانے وہ ڈریگن کے قلعے میں داخل ہو کر ہمارے خاندان کو تباہ کرنا چاہتا تھا۔ خوش قسمتی سے ایک عقلمند آدمی نےاس کے ناپاک ارادوں کو سمجھ لیا، اور لو دسی تسچان اور اس کے بھائیوں کو ان کے اصل ٹھکانوں پر بھیج دیا۔ اس کے باوجود میرے لوگ اپنے آپ کو مستقبل کے حملوں سے خود کو محفوظ نہیں سمجھتے یہی وجہ ہے کہ وہ یہاں سے دور مغرب کی طرف چلے گئے۔ میرے والد نے بنی نوع انسان کے لیے بہت اچھا کام کیا ہے اس لیے وہاں بہت عزت کی جاتی ہے۔ میں ان کی نویں بیٹی ہوں۔ جب میں سولہ سال کی تھی تو میری شادی راک ڈریگن کے سب سے چھوٹے بیٹے سے ہوئی۔ لیکن میرے شوہر اچھے ہیں لیکن ان کا غصہ بہت شدید ہوتا ہے ، جس کی وجہ سے وہ اکثر شرافت حدیں بھی پار کر جاتے ہیں ، اور ایک سال سے بھی کم جنت کی سزا مل گئی ۔ میں اکیلی رہ گئی اور اپنے والدین کے گھر واپس آگئی۔ میرے والد کی خواہش تھی کہ میں دوبارہ شادی کروں۔ لیکن میں نے اپنے شوہر کی یاد میں زندگی گزارنے کا عہد کرلیا تھا، اور اپنے والد کی خواہش پر عمل نہ کرنے کا عہد کیا تھا۔ میرے والدین ناراض ہو گئے، اور ان کے غصے کے پیش نظر میں اس جگہ کو چھوڑنے پر مجبور ہوگئی ۔

یہ تین سال پہلے کی بات تھی۔ کون سوچ سکتا تھا کہ حقیر ڈریگن شاونا، جو پہلے اپنے سب سے چھوٹے بھائی کے لیے بیوی کی تلاش میں تھا، مجھ سےزبردستی شادی کروانا چاہتا ہے۔ میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن شاونا جانتا ہے کہ میرے والد کے ساتھمل کر کس طرح اپنا مقصد حاصل کرنا ہے اور وہ اپنے ارادے کو پورا کرنے کے لیےضد پر اڑ گیا۔ میرے والد نے میری خواہش کی پرواہ کیے بغیر مجھ سے اس سے شادی کرنے کے لیے کہا ہے ۔ اور پھر ڈریگن شاونا اپنے سب سے چھوٹے بھائی کے ساتھ نمودار ہوا اور مجھے ہتھیاروں اور طاقت کے زور پر لے جانا چاہتا تھا۔ میں نے پچاس وفادار سپاہیوں کے ساتھ اس کا سامنا کیا، اور ہم شہر کے سامنے گھاس کے میدان پر لڑے۔ ہمیں شکست ہوئی، اور میں پہلے سے زیادہ ڈرتی ہوں کہ شاونا مجھے گھسیٹنے کی کوشش کرے گا۔ اس لیے میں نے ہمت کر کے آپ سے التجا کی ہے کہ آپ مجھے اپنے کرائے کے سپاہی ادھار دیں تاکہ میں اپنے دشمنوں کو شکست دے کر اپنی مرضی کی زندگی گزاروں ۔ اگر آپ میری مدد کریں گے تو میں اپنے آخری ایام تک آپ کی شکر گزار رہوں گی۔''

ڈشو ہو نے جواب دیا: "آپ ایک شریف خاندان سے ہیں۔ کیا آپ کاکوئی رشتہ دار نہیں جو آپ کی ضرورت میں آپ کی مدد کے لیے فوراً آئے کہ آپ ایک فانی آدمی کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوگئیں؟''
"یہ سچ ہے کہ میرے رشتہ دار بہت مشہور اور بے شمار ہیں۔ اگر میں خطوط بھیجوں اور وہ میری مدد کو پہنچیں تو وہ اس کھردرےبدمعاش شاونا کو اس طرح رگڑ دیں گے جیسے کوئی لہسن کو رگڑتا ہے۔ لیکن میرے مرحوم شوہر نے آسمانوں کو ناراض کیا اور اسے ابھی تک معاف نہیں کیا گیا۔ اور میرے والدین کی مرضی بھی میرے خلاف ہے، تاکہ میں اپنے رشتہ داروں کو مدد کے لیے پکارنے کی ہمت نہ کروں۔ تم میری ضرورت سمجھو گے۔'' پھر ڈشو ہو نے اس کی مدد کرنے کا وعدہ کیا، اور شہزادی نے اس کا شکریہ ادا کیا اور چلی گئی۔

جب وہ بیدار ہوا تو اس نے اپنے عجیب و غریب تجربے پر سوچتے ہوئے لمبی سانس لی۔ اور اگلے دن اس نے پندرہ سو سپاہیوں کو جھیل آف دی میڈنز کے پاس پہرہ دینے کے لیے روانہ کیا۔

چھٹے مہینے کے ساتویں دن ڈشو ہو سویرے گلاب. کھڑکیوں کے سامنے ابھی بھی اندھیرا چھایا ہوا تھا، پھر بھی اسے ایسا لگتا تھا جیسے وہ پردے کے سامنے کسی آدمی کو دیکھ رہا ہو۔ اس نے پوچھا یہ کون ہو سکتا ہے۔ آدمی نے کہا: میں شہزادی کا مشیر ہوں۔ کل آپ نے ہماری مصیبت میں ہماری مدد کے لیے فوجی بھیجنے کے لیے کافی مہربان تھے۔ لیکن وہ سب زندہ آدمی

تھے، اور ایسے غیر مرئی روحوں کے خلاف نہیں لڑ سکتے۔ اگر آپ ہماری مدد کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنے فوجیوں کو بھیجنا پڑے گا جو مر چکے ہیں۔

ڈشو ہو نے کچھ دیر کے لیے غور کیا، اور پھر اسے خیال آیا کہ یقیناً ایسا ہی ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس نے اپنے فیلڈ سکریٹری سے روسٹر کا جائزہ لینے کے لیے کہا کہ اس کے کتنے فوجی جنگ میں مارے گئے۔ اور مؤخر الذکر کی گنتی تقریباً دو ہزار پیدل سپاہی اور پانچ سو گھڑ سوار تھے۔ ڈشو ہو نے اپنے متوفی افسر مونگ یوان کو اپنا رہنما مقرر کیا، اور اپنے احکام ایک کاغذ پر لکھے جسے اس نے جلایا، تاکہ انہیں شہزادی کے اختیار میں رکھا جا سکے۔ زندہ فوجیوں کو اس نے یاد کیا۔ واپسی کے بعد جب صحن میں ان کا جائزہ لیا جا رہا تھا تو اچانک ایک سپاہی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اگلی صبح تک وہ دوبارہ ہوش میں نہیں آیا تھا۔
اس سے سوال کیا گیا اور جواب دیا: "میں نے ایک سرخ لباس میں ملبوس شخص کو دیکھا جو میرے پاس آیا اور کہا: 'ہماری شہزادی اس مدد کے لئے شکر گزار ہیں جو آپ کے مالک نے اسے اتنی مہربانی سے دی ہے۔ اس کے باوجود اس کے پاس اب بھی ایک درخواست ہے اور اس نے مجھے آپ کو فون کرنے کو کہا ہے۔

میں اس کے پیچھے مندر تک گیا۔ شہزادی نے مجھے آگے آنے کی تلقین کی اور مجھ سے کہا 'میں آپ کے آقا کا دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے بہوت سپاہی بھیجے ہیں، لیکن ان کا لیڈر مونگ یوآن نااہل ہے۔ کل ڈاکو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ آئے، اور انہوں نے مونگ یوآن کی پٹائی کردی ۔ جب تم واپس آکر اپنے آقا کو دیکھو تو کہنا کہ میں ان سے دل کی گہرائیوں سے التجا کرتی ہوں کہ مجھے کوئی اچھا جنرل بھیج دے۔ شاید وہ مجھے اس مصیبت سے بچا لے۔'' پھر اس نے مجھے واپس بیج دیا اور مجھے ہوش آگیا۔
جب ڈشو ہو نے یہ الفاظ سنے تھے، جو اس کے خواب کے ساتھ عجیب طور پر ٹھیک لگ رہے تھے، تو اس نے سوچا کہ وہ یہ دیکھنے کی کوشش کرے گا کہ کیا واقعی ایسا ہے۔ اس لیے اس نے مونگ یوآن کی جگہ لینے کے لیے اپنے فاتح جنرل ڈسکوگ توشوگ فو کا انتخاب کیا۔ اس شام اس نے بخور جلایا، مشروب پیش کیا اور اس کپتان کی روح شہزادی کے حوالے کی۔

مہینے کی چھبیس تاریخ کو جنرل کے کیمپ سے خبر آئی کہ تیرہ تاریخ کی آدھی رات کو اچانک ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ ڈشو ہو خوفزدہ تھا، اور ایک آدمی کو اس کی رپورٹ لانے کے لئے بھیجااس آدمی نے اسے بتایا کہ جنرل کا دل مشکل سے دھڑکنا بند ہوا ہے اور یہ کہ گرمی کے شدید موسم کے باوجود اس کا جسم کسی بھی طرح کے بوسیدہ ہونے کے نشان سے پاک ہے۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ اسے دفن نہ کیا جائے۔

پھر ایک رات ایک برفیلی، آسیبیہوا چلی جس نے ریت اور پتھروں کو بھی اڑا لیا اوردرختوں کو اکھاڑ پھینکا اور مکانات کوتوڑ دیا ۔ کھیتوں میں کھڑی مکئی کی فصل اجڑ گئی۔ طوفان سارا دن چلتا رہا۔ آخر کار، ایک خوفناک کڑک کی آواز سنائی دی، اور پھر آسمان صاف ہو گیا اور بادل بکھر گئے۔ اسی وقت مردہ جنرل اپنے صوفے پر درد سے سانس لینے لگا اور جب اس کے خادم اس کے پاس آئے تو وہ دوبارہ زندہ ہو چکا تھا۔

جنرل سے سوال کیا گیا کہ کیا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ ''پہلے میں نے جامنی رنگ کے گاؤن میں ایک آدمی کو سیاہ گھوڑے پر سوار دیکھا، جو ایک بہت بڑا دستہ لے کر آیا تھا۔ وہ دروازے کے سامنے اترا۔ اس کے ہاتھ میں تقرری کا حکم نامہ تھا جو اس نے مجھے دیا اور کہا: 'ہماری شہزادی آپ سے انتہائی احترام کے ساتھ درخواست کرتی ہے کہ آپان کی فوج کے جنرل بنیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ انکار نہیں کریں گے۔'' پھر اس نے تحائف نکالے اور سیڑھیوں کے آگے ان کا ڈھیر لگا دیا۔ جیڈ سٹون، بروکیڈز، اور ریشمی کپڑے، زین، گھوڑے، خوداور زرہ بکتر—اس نے ان سب کو صحن میں ڈھیر کر دیا۔ میں نے انکار کرنا چاہا، لیکن اس نے اس کی اجازت نہ دی، اور مجھے اس کے ساتھ اپنے رتھ میں داخل ہونے پر زور دیا۔ ہم نے سو میل کا فاصلہ طے کیا اور تین سو بکتر بند گھڑ سواروں کی ٹرین تھی جو مجھے لے جانے کے لیے نکلی تھی۔ وہ مجھے ایک عظیم شہر کی طرف لے گئے، اور شہر سے پہلے ایک خیمہ ایستادہ تھا جس میں موسیقاروں کا ایک گروہ دھنیں بجا رہا تھا۔ ایک اعلیٰ عہدیدار نے میرا استقبال کیا۔ جب میں شہر میں داخل ہوا تو ایک ہجوم دیواروں کی طرح کھڑا تھا۔
نوکر حکم کی تعمیل میں ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ شہزادی تک پہنچنے کے لیے ہم ایک درجن سے زیادہ دروازوں سے گزرے۔ وہاں مجھ سے شہزادی کی موجودگی میں داخل ہونے کے لیے اپنے کپڑے اتارنے اور تبدیل کرنے کی درخواست کی گئی، کیونکہ وہ میرا بطور مہمان استقبال کرنا چاہتی تھیں۔ میں نے اسے بہت بڑا اعزاز سمجھا اور سیڑھیوں پر نیچے اسے سلام کیا۔ تاہم اس نے مجھے ہال میں اپنے پاس بیٹھنے کے لیے مدعو کیا۔ وہ اپنے ملکوتی حسن کے ساتھ نہایت سنجیدہ بیٹھی تھی اس کے چاروں طرف قیمتی جواہرات سے لدی پھندیخواتین موجودتھیں۔ ان لوگوں نے بربط کے تار چھیڑے اور بانسری بجائی ۔ خدمت گزاروں کا ایک ہجوم سنہری لباس میں جامنی رنگ کے جھالر دار پٹکوں کے ساتھ کھڑا تھا، جو اس کےاحکامات کا منتظر تھا۔ ان گنت ہجوم محل کے سامنے جمع تھا۔ پانچ یا چھ ملاقاتیشہزادی کے گرد دائرے میں بیٹھے تھے، اور ایک جنرل مجھے اپنی جگہ لے گیا۔ شہزادی نے مجھ سے کہا: میں نے تم سے التجا کی ہے کہ تم یہاں آؤ تاکہ میں اپنی فوج کی کمان تمہارے سپرد کروں۔ اگر تم میرے دشمن کی طاقت کو توڑ دو گے تو میں تمہیں بہت زیادہ انعام دوں گی ۔'' میں نے اس کی بات

ماننے کا وعدہ کیا۔ پھر مشروب لایا گیا، اور موسیقی کی آواز پر ضیافت شروع ہوئی ۔ جب ہم دسترخوان پر بیٹھے تھے تو ایک قاصد اندر داخل ہوا: ”ڈاکو شونا نے دس ہزار پیادوں اور گھڑ سواروں کے ساتھ ہماری سرزمین پر حملہ کیا ہے، اور مختلف راستوں سے ہمارے شہر کی طرف آرہا ہے۔ اس کا راستہ آگ اور دھوئیں کے دستوں سے نشان زد ہے!“

تمام مہمانوں کے چہرے یہ خبر سن کر دہشت سے پیلے ہوگئے۔ اور شہزادی نے کہا،یہ وہ دشمن ہے جس کی وجہ سے میں نے آپ سے مدد مانگی ہے۔ میری ضرورت کے وقت مجھے بچاؤ!“
پھر اس نے مجھے دو ہتھیار، ایک سنہری زرہ، اور کمامیں واپس جانے نڈر ان چیف کا نشان دیا، اور میرے سامنے احتراماً جھک گئی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور جنگ کی تیاری کے لیےچلا گیا، کپتانوں کو بلایا، فوج کو جمع کیا اور شہر کی طرف کوچ کیا۔ کئی فیصلہ کن مقامات پر میں نے فوجیوں کو گھات لگا کر رکھا۔ دشمن پہلے ہی اپنی سابقہ فتوحات کے نشے میں مست، اور بے پرواہ، بڑی طاقت کے ساتھ قریب آ رہا تھا۔ میں نے اپنے سب سے زیادہ ناقابل اعتماد سپاہیوں کو پیشگی بھیج دیا، جنہوں نے اسے لالچ دینے کے لیے اپنے آپ کو مارنے کی اجازت دی۔ ہلکے ہتھیاروں سے لیس لوگ پھر اس کے خلاف نکلے، اور جھڑپ کے انداز میں پیچھے ہٹ گئے۔ اور یوں وہ میری گھات میں آ گیاڈھول اور نقارے ایک ساتھ بجتے رہے، دشمن کے گرد گھیرا تنگ ہوتا چلا گیا اور ڈاکو فوج کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مردے بھنگ کے ڈنٹھل کی طرح پڑے تھے، لیکن چھوٹا تشوناگھیرے کو توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے ہلکے گھڑ سواروں کو اس کے پیچھے روانہ کیا اور انہوں نے اسے دشمن کے سپہ سالار کے خیمے کے سامنے پکڑ لیا۔
میں نے فوراًشہزادی کو پیغام بھیجا، اور اس نے محل کے سامنے قیدیوں کا جائزہ لیا۔ تمام لوگ، اونچے اور ادنی، اس کے ساتھ تھے۔ چھوٹےشونا کو بازار میں پھانسی دی جانے والی تھی ، تو اسی قتایک قاصد شہزادی کے والد کی طرف سے اسے معاف کرنے کا حکم لے کر آیا۔ شہزادی کو نافرمانی کی ہمت نہ ہوئی۔ چنانچہ اس نے اپنے باغیانہمنصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کےتمام منصوبےترک کرنے کی قسم کھانے کے بعد اسے گھر بھیج دیا گیا۔ میں اپنی جیت کے انعامات سے لدا پھندا تھا ۔ مجھے تین ہزار کسانوں والی زمین کے ساتھ بھاری رقم بھی دی گئی ، اور مجھے ایک محل، گھوڑے اور گاڑیاں، ہر قسم کے زیورات، مرد نوکر اور عورتیں، باغات اور جنگلات، اعزازات اور زرہ بکتردیے گئے۔ اور میرے ماتحت افسروں کو بھی معقول انعام دیا گیا۔ اگلے دن ایک ضیافت کا اہتمام کیا گیا، اور شہزادی نے خود سویوں کاایک پیالہ بھر کر اپنے ایک خدمت گار کے ذریعے میرے پاس بھیجا، اور کہازندگی کے شروع میں ہی بیوہ ہونےکی وجہ سے میں اپنے کٹھور دل باپ کے گھر سے بھاگ گئی تھی .

یہاں بدنام زمانہ شونا نے مجھے ہراساں کیا اور قریب ہی مجھے شرمندہ کیا۔ اگر آپ کے آقا مہربانی نہ کرتے اور آپ کی جرات میری مدد کو نہ آتی تو میرے لیے بہت مشکلات ہوتیں پھر وہ میرا شکریہ ادا کرنے لگی اور اس کے جذبات کے آنسو ندی کی طرح بہہ نکلے۔ میں نے جھک کر اس سے درخواست کی کہ مجھے رخصت دے، تاکہ میں اپنے گھر والوں کا خیال رکھ سکوں۔ مجھے ایک ماہ کی چھٹی دی گئی اور اگلے دن اس نے مجھے ایک شاہانہ الوداعیے کے ساتھ ملازمت سے برخاست کر دیا۔ شہر میں ایک پنڈال سجایا گیاجہاں میں نے رخصتی کا جام پیا اور میں نے واپسی کے سفر کا آغاز کیاور جب میں اپنے ہی گیٹ کے سامنے پہنچا تو ایک گرج چمک کے ساتھ ٹکرا گئی اور میں بیدار ہو گیا۔
اس کے بعد جنرل نے ڈشو ہو کے ساتھ کیا ہوا تھا اس کا احوال لکھا، جس میں اس نے شہزادی کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اس نے دنیاوی معاملات کی طرف مزید توجہ نہیں دی بلکہ اپنا گھر ترتیب دیا اور اسے اپنی بیوی اور بیٹے کے حوالے کر دیا۔ جب ایک مہینہ گزر گیا تو وہ بغیر کسی بیماری کے مر گیا۔
اسی دن اس کا ایک افسر باہر چہل قدمی کر رہا تھا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ دھول کا ایک بھاری بادل شاہراہ کے ساتھ اٹھ رہا ہے، جبکہ جھنڈوں اورجنگی علموں نے سورج کی روشنی کو ماند کر دیا ہے۔ ایک ہزار دلیر ایک ایسے آدمی کی حفاظت کر رہے تھے جو اپنے گھوڑے پر فخر سے اور ہیرو کی طرح بیٹھا تھا اور جب افسر نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو یہ جنرل ڈسکوگ توشوگ فو تھا۔ گھڑ سوار کو گزرنے کا راستہ دینے کے لیے اس نے عجلت میں سڑک کے کنارے پر قدم رکھا اوراس نے سوار کو دیکھا۔ گھڑ سواروں نے کنواریونکی جھیل کا راستہ لیا، جہاں وہ غائب ہو گئے۔

نوٹ: اظہار: "داشاؤ باؤ نےاپنے سر کیوں الزام لیا" کی وضاحت اس حقیقت سے کی گئی ہے کہ علاقائی حاکم اپنے ضلع کے لیے اسی طرح ذمہ دار ہے جس طرح شہنشاہ پوری سلطنت کے لیے ہے۔ چونکہ غیر معمولی قدرتی مظاہر آسمان کی طرف سے سزا ہیں، اس لیے ان کا وقوع پذیر ہونا انسان کا جرم سمجھا جاتا ہے۔ خیال کا یہ سلسلہ اس تصور کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے، جیسا کہ اس معاملے میں، کہ فضاؤں کے درمیان اختلاف رائے بدقسمتی کا باعث بنتا ہے، کیونکہ جہاں فانی دنیا میں فضیلت غالب ہوتی ہے، روحوں کو ایسے مظاہروں کا راستہ دینے سے روکا جاتا ہے۔ "ڈھول اور نقارے ایک ساتھ بجنے لگے"نقارے کی آوازحملے کا اعلان ہے، اور ڈھول کی آواز پسپائی کی اطلاع ہوتی ہے۔ دونوں سگنلز کو بیک وقت بجانے کا مقصد دشمن کی فوج کو غیر منظم کرنا تھا۔

۱۳

منحرف شہزادی

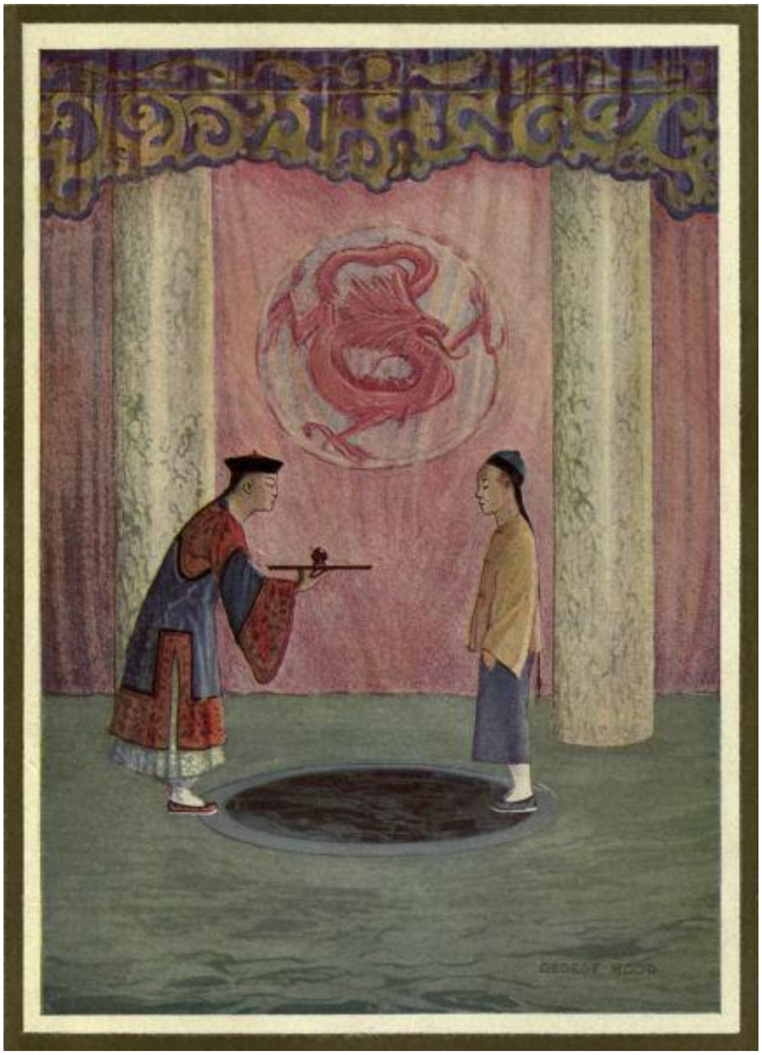

جس وقت تانگ خاندان کا راج تھا وہاں لیو اول نامی ایک شخص رہتا تھا، جو ڈاکٹریٹ کے امتحانات پاس کرنے میں ناکام رہا تھا۔ چنانچہ اس نے دوبارہ گھر کا سفر کیا۔ وہ چھ یا سات میل چلا ہی تھا کہ ایک پرندہ ایک کھیت میں اڑ گیا، اور اس کا گھوڑا خوفزدہ ہوکر دس میل دور بھاگا اس سے پہلے کہ وہ اسے روک سکے۔ وہاں اس نے ایک عورت کو دیکھا جو ایک پہاڑی پر بھیڑیں چرا رہی تھی۔ اس نے اس کی طرف دیکھا اور وہ دیکھنے میں بہت خوب صورتتھی، لیکن اس کے چہرے پر غم کے آثار چھپے تھے۔ لیونے حیران ہو کر اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟

عورت رونے لگی اور کہنے لگی: "میں بد قسمت ہوں ، اور میں محتاج اور شرمسارہوں۔ چونکہ آپ نہایت مہربان ہیں کہ آپ نے مجھ سے میراحال پوچھا ہے میں آپ کو سب بتاؤں گی ۔ میں ڈریگن کنگ آف دی سی آف ڈنگٹنگ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہوں، اور میری شادی ڈریگن کنگ آف گنگ ڈشوکے دوسرے بیٹے سے ہوئی تھی۔ اس کے باوجود میرے شوہر نے مجھ سے برا سلوک کیا اورمجھے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ میں نے اپنے سوتیلے والدین سے شکایت کی، لیکن وہ اپنے بیٹے کے پیار میں اندھے تھے انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ اور جب میں نے اصرار کیا تو وہ دونوں ناراض ہو گئے اور مجھے یہاں بھیڑ بکریاں چرانے کے لیے بھیج دیا گیا۔ یہ بات سنا کر وہ عورت رو پڑی اور اپنے جذباتپر قابو نہ رکھ سکی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر بھی اس نے بات جاری رکھی: "ڈنگٹنگ کا سمندر یہاں سے بہت دور ہے۔ میں جانتی ہوں کہ آپ کو اپنے گھر

کی طرف جاتے ہوئے اس سمندرپر سے گزرنا پڑے گا۔ میں آپ کو اپنے والد کے لیے ایک خط دینا چاہتی ہوں لیکن معلوم نہیں کہ آپ یہ خط لیں گےیا نہیں۔

لیو نے جواب دیا"آپ کی بات نے میرے دل پر بہت اثر کیا ہے۔ کاش میرے پر ہوتے اور میں آپ کےساتھ اڑ سکتا۔ مجھے آپ کےوالد تک خط پہنچانے میں خوشی ہوگی۔ لیکن ڈنگٹنگ کا سمندر لمبا اور چوڑا ہے، اور میں انہیںکیسے تلاش کروں گا؟"

"سمندر کے جنوبی کنارے پر ایک نارنجی کا درخت ہے،" عورت نے جواب دیا، "جسے لوگ قربانی کا درخت کہتے ہیں۔ جب آپ وہاں پہنچیں تو آپ کو اپنی کمر کا بندڈھیلا کرنا ہوگااور درخت کو لگاتار تین بار مارنا ہوگا۔ پھر کوئی نکل کر آئے گا آپ کو اس کے پیچھےچلنا ہوگا۔ جب آپ میرے والد کو دیکھیںتو ان سے کہیں کہ آپ نے مجھے کس حالت میں دیکھا، اور یہ کہ میں ان کی مدد کی بے حدمنتظر ہوں۔

پھر اس نے اپنی چھاتی سے ایک خط نکالا اور اسے لیو اول کو دیا۔وہ لیو کی تعظیم میں جھکی اور، مشرق کی طرف دیکھا اور آہ بھری، اوریہ دیکھ کر غیر متوقع طور پرلیو اول کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے۔ اس نے خط لیا اور اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔

پھر اُس نے اُس سے پوچھا: ”میں سمجھ نہیں سکتا کہ تمہیں بھیڑ بکریاں چرانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا دیوتا جانوروں کو آدمیوں کی طرح ذبح کرتے ہیں؟

’’یہ عام بھیڑیں نہیں ہیں،‘‘ عورت نے جواب دیا۔ "یہ بارش کی بھیڑیں ہیں۔"

" بارش کی بھیڑیں کیا ہوتی ہیں؟"

’’وہ گرجنے والے مینڈھے ہیں،‘‘ عورت نے جواب دیا۔

اور جب اس نے زیادہ قریب سے دیکھا تو اس نے دیکھا کہ یہ بھیڑیں عام بھیڑوں سے بالکل مختلف، مغرور، وحشیانہ انداز میں گھوم رہی ہیں۔

لیو اول نے مزید کہا: " اگر میں آپ کاخط پہنچا دیتا ہوں، اور آپ بحیرہ ڈنگٹنگ میں سلامتی کے ساتھ واپس آنے میں کامیاب ہو جاتیہیں، تو آپ میرے ساتھ اجنبیوں جیسا سلوک نہیں کیجئے گا

عورت نے جواب دیا: "میں آپ کے ساتھ اجنبیوں جیسا سلوک کیسےکر سکتی ہوں؟ آپ تومیرے سب سے پیارے دوست ہوں گے۔"

اور اس گفتگو کے بعد وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے ۔

ایک مہینے کےبعد لیو اول ڈنگٹنگ کے سمندر پر پہنچا، نارنجی رنگ کا درخت تلاش کیا اور وہ اسے مل گیا۔ اس نے اپنی کمر ڈھیلی کی اور درخت کو تین بار مارا۔ ایک دم سمندر کی موجوں سے ایک جنگجو نکلا اور پوچھا: "محترم مہمان کہاں سے آئے ہو؟"

لیو اولنے کہا: "میں ایک اہم مشن پر آیا ہوں اور بادشاہ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

جنگجو نے پانی کی سمت اشارہ کیا، اور لہریں ایک ٹھوس گلی میں بدل گئیں جس کے ساتھ وہ لیو اول کی رہنمائیکر رہا تھا۔ ڈریگن کا قلعہ اپنے ہزار دروازوں کے ساتھ ان کے سامنے نمودارہوا، اور جادوئی پھول اور نایاب گھاس بہت بڑی مقدار میں تھے۔ جنگجو نے اسے ایک بڑے ہال کےکونے میں انتظار کرنے کے لیے۔

لیو اول نے پوچھا: "یہ کون سی جگہ ہے ؟"

’’یہ روحوں کا ہال ہے،‘‘ جواب تھا۔

لیو اول نے اس کے بارے میں دیکھا: زمین پر معلوم تمام زیورات وافر مقدار میں موجود تھے۔ عمارت کے ستون سفید کرسٹل کے بنےتھے، اس میں سنگ سبز جڑے ہوئے تھے۔ نشستیں مرجان سے بنی تھیں، پہاڑی کرسٹل کے پردے پانی کی طرح شفاف تھے، آتشی شیشوں کی کھڑکیاں، جالیوں سے مزین تھیں۔ چھت کے شہتیر، وسیع محرابوں میں گلاب وعنبر سے آراستہ تھے۔ ایک پراسرارخوشبو ہال میں پھیلی ہوئی تھی، جس کی روپ ریکھااندھیرے میں گم تھی۔

لیو اول کافی دیر تک بادشاہ کا انتظار کرتا رہا۔ اس کے تمام سوالوں کے جواب میں جنگجو نے جواب دیا: "ہمارے آقا اس وقت نہایت سکون سےمرجان کے مینار پر سورج کے پجاری سے آگ کی مقدس کتاب کے بارے میں بات کررہے ہیں۔ وہ یقیناً جلدی آئیں گے۔"

لیو اول نے پوچھا: "وہ آگ کی مقدس کتاب میں کیوں دلچسپی رکھتا ہے؟"

جواب ملا: "ہمارا آقا ڈریگن ہے۔ ڈریگن پانی کی طاقت سے طاقتور ہیں۔ وہ ایک ہی لہر کے ساتھ پہاڑی اور درے کا احاطہ کرسکتے ہیں۔ پادری ایک انسان ہے۔ انسان آگ کے ذریعے طاقتور ہے۔ وہ مشعل کے ذریعے عظیم ترین محلات کو جلا سکتے ہیں۔ آگ اور پانی اپنی فطرت میں مختلف ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے آقا اب پجاری سے بات کر رہے ہیں، تاکہ کوئی ایسا راستہ تلاش کریں جس میں آگ اور پانی ایک دوسرے کو مکمل کر سکیں۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی گفتگو ختم کرتے وہاں ایک آدمی جامنی رنگ کے لباس میں نمودار ہوا، اس کے ہاتھ میں جیڈ کا عصا تھا۔

جنگجو نے کہا: "یہ میرا آقا ہے!"

لیو اول اس کے سامنے جھک گیا۔

بادشاہ نے پوچھا: کیا تم زندہ انسان نہیں ہو؟ تمہیں یہاں کون لایا ہے؟"

لیو اول نے اپنا نام بتایا اور وضاحت کی: "میں دارالحکومت گیا اور وہاں اپنا امتحان پاس کرنے میں ناکام رہا۔ جب میں دریائے گنگ ڈشوکے پاس سے گزر رہا تھا، میں نے آپ کی بیٹی کو، جسے آپ پیار کرتے ہیں، بیابان میں بھیڑیں چراتے ہوئے دیکھا۔ ہواؤں نے اس کے بال اڑا رکھے تھے اور بارش نے بھیگا دیا تھا۔ میں اس کی پریشانی کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکا اور اس سے پوچھ بیٹھا کہ کیا ہوا ہے؟۔ اس نے شکایت کی کہ اس کے شوہر نے اسے نکال دیا ہے اور یہ کہہ کر وہ بلک بلک کر رو پڑی۔ پھر اس نے مجھے آپلیے ایک خط دیا۔ اور اسی لیے میں آپ سے ملنے آیا ہوں، اے بادشاہ!۔ان الفاظ کے ساتھ اس نے اپنا خط نکالا اور بادشاہ کو دے دیا۔ جب بادشاہ نے اسے پڑھا تو اس نے چہرہ اپنی آستین میں چھپا لیا اور ایک آہ بھر کر کہا: "یہ میری اپنی غلطی ہے،میں نے اس کے لیے ایک بیکار شوہر کا انتخاب کیا۔ میں نے اس کی خوشیوں کو محفوظ رکھنے کے بجائے اسے دور دراز ملک میں رسوا کر دیا ہے۔ تم ایک اجنبی ہو اور پھر بھی تم اس کی تکلیف میں اس کی مدد کرنے کو تیار ہو جس کے لیے میں تمہارا بہت مشکور ہوں۔'' پھر وہ ایک بار پھر رونے لگا، اور اس کےدربار کےسب لوگ آنسو بہانے لگے۔ اس کے بعد بادشاہ نے یہ خط ایک نوکر کو دیا جو اسے محل کے اندرونی حصے میں لے گیا۔ اور جلد ہی اندر کے کمروں سے اونچی اونچی آوازیں بلند ہوئیں۔

بادشاہ گھبرا گیا اور ایک اہلکار کی طرف متوجہ ہوا: "جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ اتنی زور سے نہ روئیں! میں ڈرتا ہوں کہ تسیان تانگ انہیں سن لے۔

"سیان تانگ کون ہے؟" لیو اول نے پوچھا۔

"وہ میرا پیارا بھائی ہے،" بادشاہ نے جواب دیا۔ "پہلے وہ دریائے تسیان تانگ کے حکمران تھے، لیکن اب انہیں معزول کر دیا گیا ہے۔"

لیو اول نے پوچھا: "یہ معاملہ اس سے کیوں چھپایا جارہا ہے؟"

"وہ وحشی اور بے قابو ہے،" جواب تھا، "مجھے ڈر ہے کہ وہ بہت زیادہ نقصان پہنچائے گا۔ شہنشاہ یاؤ کے زمانے میں نو سال تک زمین کو ڈھانپنے والا سیلاب اسی کے غضب کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ وہ آسمان کے بادشاہوں میں سے ایک کے ساتھ نیچے آیا تھا، اور وہ ایک بہت بڑا سیلاب ساتھ لایا جس نے پانچ اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں کو ڈھانپ دیا۔ تب آسمان کا بادشاہ اُس سے ناراض ہوا، اور اُسے میری حفاظت کے لیے دے دیا۔ مجھے اسے اپنے محل کے ایک ستون میں جکڑنا پڑا۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا ایک زبردست ہنگامہ برپا ہوا جس سے آسمان پھٹ گیا اور زمین لرزنے لگی اورسارا محل لرزنے لگا اور دھواں اور بادل بڑبڑا کر اٹھنے لگے۔ ایک سرخ ڈریگن، ایک ہزار فٹ لمبا، چمکتی ہوئی آنکھیں، خون جیسی سرخ زبان، سرخ رنگ کے ترازو اور آتشیں داڑھی کے ساتھ اوپر آیا۔ وہ اس ستون کو ہوا میں گھسیٹ رہا تھا جس سے وہ زنجیر کے ساتھ جکڑا ہوا تھا۔۔ اس کے جسم کے گرد طوفان اور بجلیاں گرجنے لگیں۔ ژالہ باری اور برفباری، بارش اور اولے اس کے گرد چکرلگا رہےتھے۔ ایک گرج چمکی اور وہ آسمان کی طرف اڑ کر غائب ہو گیا۔لیو اول دہشت کے عالم میں زمین پر

گر گیا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سےاس کو اٹھایااور کہا: "ڈرو مت! یہ میرا بھائی ہے، جو غصے میں گنگ ڈشوکی طرف تیزی سےجارہا ہے۔ ہمیں جلد ہی اچھی خبر ملے گی!"

پھر وہ اپنے مہمان کے لیے کھانے پینے کا سامان لایا۔ جب پیالے نے تین بار چکر لگایا تو ہوا کا ہلکا جھونکا آنے لگا اور خوب بارش ہوئی۔ جامنی رنگ کے گاؤن میں ملبوس اور اونچی ٹوپی پہنے ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے پہلو میں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ اس کی مردانہ وجاہت سے اس کی بہادری ٹپک رہی تھی۔ اس کے پیچھے ایک تابندہ چہرے والی ایکخوبصورت لڑکی چل رہی تھی، جس نے ہلکی خوشبو کا لباس پہنا ہوا تھااور جب لیو اول نے اس کی طرف دیکھا اسے یاد آیا کہ یہ وہ ڈریگن شہزادی تھی جس سے وہ راستے میں ملا تھا! گلابی لباس پہنے کنواریوں کے ایک ہجوم نے ہنستے مسکراتےاس کا استقبال کیا اور اسے محل کے اندرونی حصے میں لے گئے۔ تاہم، بادشاہ نے لیو اولسے نوجوان کا تعارف کرایا اور کہا: "یہ میرا بھائی سیان تانگ ہے!"

تسیان تانگ نے پیغام لانے کے لیے ان کا شکریہ ادا کیا۔ پھر وہ اپنے بھائی کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: "میں نے ملعون ڈریگنوں سے جنگ کی ہے اور انہیں بالکل شکست دی ہے۔"

’’تم نے کتنے مارے؟‘‘

"چھ لاکھ"

"کیا کسی کےکھیتوں کو نقصان پہنچا؟"

"آٹھ سو میل تک کھیتوں کو نقصان پہنچا۔"

’’اور سنگدل شوہر کہاں ہے؟‘‘

"میں اسے زندہ کھاگیا!"

تب بادشاہ گھبرا گیا اور کہنے لگا: "یہ سچ ہے کہ اس بدمعاش لڑکے نے جو کیا وہ قابل برداشت نہیں تھا ۔ لیکن پھر بھی تم اس کے ساتھزیادہ سختی سے پیش آئےتھے۔ آئندہ تم ایسا کچھ نہ کرنا۔" اور تسیان تانگ نے ایسا نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

اسی شام لیو اول کو محل میں دعوت دی گئی۔ موسیقی اور رقص نے ضیافت کو دلکش بنا دیا۔ ایک ہزار جنگجو اپنے ہاتھوں میں جھنڈوں اور نیزوں کے ساتھ مستعد کھڑے تھے۔ ترم اور بگل گونج رہے تھے، اور ڈھول اور نقارےگرج اور برس رہے تھےاورجنگجو اس دھن پرجنگی رقص کررہےتھے۔ یہ موسیقی اس بات کا اظہار تھی کس طرح بے جگری سے تسیان تانگ نے دشمن کی کمر توڑی اس واقعے کی دہشت اتنی تھی کہ اسے سن کر ہال میں موجود مہمانوں کے بال کھڑے ہوگئے اورپھر، ایک بار پھرستار، بانسری اور چھوٹی سنہری گھنٹیوں کی موسیقی سنائی دی۔ سرخ اور سبز ریشم میں ایک ہزار کنواریاں چاروں طرف رقص کرتی تھیں۔ شہزادی کی واپسی بھی موسیقی کے لہجے میں بتائی گئی۔ یہ موسیقی اداس اور سادہ گانے کی طرح لگ رہی تھی، اور جس نے بھی اسے سنا اس کے آنسوبہہ نکلے۔ ڈنگ ٹنگ کے سمندر کا بادشاہ خوشی سے سرشار تھا۔ اس نے اپنا پیالہ اٹھایا اور اپنے مہمان کی صحت کا جام پیا، اور ان سے تمام غم دور ہو گئے۔ دونوں حکمرانوں نے شاعری میں میں لیو اول کا شکریہ ادا کیا، اور لیو اول نے ان کا جواب گرم جوشی سے دیا۔

محل میں درباریوں کے ہجوم نے تالیاں بجائیں۔ تب ڈنگٹنگ کے سمندر کے بادشاہ نے ایک نیلے بادل کا ڈبہ نکالا جس میں گینڈے کا سینگ تھا، جو پانی کو تقسیم کرتا ہے۔ تسیان تانگ نے سرخ عنبر کا ایک تھال نکالا جس پر زمرد بکھراہوا تھا۔ یہ انہوں نے اپنے مہمان کو پیش کیے اور محل کے دوسرے لوگوں نے بھی اس کے پاس کڑھائی، بروکیڈز اور موتیوں کا ڈھیر لگا دیا۔ چمک اور روشنی سے گھرا ہوا لیو اول وہاں بیٹھا، مسکراتا رہا، اور ہر طرف سے اس کا شکریہ ادا کیاگیا۔ جب ضیافت ختم ہوئی تو وہ منجمد چمک کے محل میں سو گیا۔

اگلے دن ایک اور ضیافت ہوئی۔ تسیان تانگ، جو کچھ بے چین تھا، اپنی نشست پر لاپرواہی سے بیٹھ گیا اور کہا"ڈنگ ٹنگ سمندر کی شہزادی خوبصورت اور نازک انداز کی ہے۔ بدقسمتی سے اس کےاپنے شوہر نے قبول کرنے سے انکار کیا ہے، اور آج اس کی شادی کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ مجھے اس کے لیے دوسرا شوہر تلاش کرنا ہے۔ اگر آپ راضی ہیں تو یہ آپ کے فائدے میں ہوگا۔ لیکن اگر آپ اس سے شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو آپ اپنی راہ پر چل سکتے ہیں، اور اگر ہم دوبارہ ملیں گے تو ہم ایک دوسرے کو نہیں پہچان پائیں گے۔

لیو اول تسیان تانگ کے اس اندازگفتگو سے خفا تھا۔اس کا خون کھول گیا اور اس نے جواب دیا"میں نے شہزادی کی ایک قاصد کے طور پر خدمت کی، کیونکہ مجھے شہزادی کی حالت دیکھ کر دکھ ہوا تھا، یہ سب کچھ میں نے اپنے فائدے کے لیے نہیں کیا

تھا۔ شوہر کو مار کراور بیوی کو لے جانا کسی ایماندار آدمی کا کام نہیں ہےاور چونکہ میں صرف ایک عام آدمی ہوں اس لیے میں آپ کے کہے پر عمل کرنے کے بجائے مرنا پسند کروں گا۔‘‘

تسیان تانگ نے اٹھ کر معذرت کی اور کہا: "میرے الفاظ بہت سخت تھے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان کا برا نہیں مانیں گے!" اور ڈنگ ٹنگ سمندر کے بادشاہ نے بھی اس سے نرمی سے بات کی، اور اس کی بدتمیزی کی وجہ سے تسیان تانگ کو بھی ڈانٹا۔ اس لیے شادی کے بارے میں مزید کوئی بات نہیں کی گئی۔

اگلے دن لیو اول نے اس کی رخصت لی، اور ڈنگ ٹنگ سمندر کی ملکہ نے اس کے اعزاز میں الوداعی ضیافت کی۔

آنسوؤں کے ساتھ ملکہ نے لیو اول سے کہا: "میری بیٹی آپ کی بہت زیادہ شکر گزار ہے، اور ہمیں آپ کا احسان اتارنےکا موقع نہیں ملا۔ اب آپ جا رہے ہیں اور ہم آپ کو بھاری دل کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھتے ہیں!پھر اس نے شہزادی کو حکم دیا کہ وہ لیو اول کا شکریہ ادا کرے۔شہزادی وہیں کھڑی رہی، شرماتے ہوئے، اس کے سامنے تعظیماً جھک کر بولی: "ہم شاید دوبارہ کبھی ایک دوسرے کو نہیں دیکھ پائیں!" پھر آنسوؤں نے اس کی آواز کو دبا دیا۔

یہ سچ ہے کہ لیو اولنےشہزادی کے چچا کے جبری اصرار پر انکار کیا تھا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ شہزادی اپنی تمام محبت اور دلکشی ساتھ اس کے سامنے کھڑی ہے تو دل ہی دل میں اپنے فیصلے پر اداس ہوا۔ پھر بھی اس نے اپنے آپ پر قابو رکھا اورواپس اپنے گھر چلا گیا۔ جو خزانے وہ اپنے ساتھ لے گیا تھاوہ بے حساب تھے۔ بادشاہ اور اس کا بھائی خود اسے دریا تک لے گئے۔
اس نے جو کچھ حاصل کیا تھاواپس آکر اس کے سوویں حصے سے بھی زیادہ فروخت نہیں کیا، اس کی دولت پہلے ہی کروڑوں میں تھی، اور وہ اپنے تمام پڑوسیوں سے زیادہ امیرتھا۔اب واپس آکر
اس نےشادی کرنے کا فیصلہ کیا، اور ایک بیوہ کے بارے میں سنا جو اپنی بیٹی کے ساتھ شمال میں رہتی تھی۔ اس کے والد آخری عمر میں تاؤسٹ بن گئے تھے اور کبھی واپس نہ آنے کے لیےبادلوں میں غائب ہو گئے تھے۔ ماں بیٹی کے ساتھ غربت میں میں زندگی گزارہی تھی۔البتہ وہ عورت بے حدخوبصورت تھی وہ اپنے لیے ایک معزز شوہر کی تلاش میں تھی۔

لیو اول اسے لے جانے کے لئے مطمئن تھا، اور شادی کا دن مقرر کیا گیا تھا. اور جب اس نے اپنی دلہن کو اس کی شادی کے دن شام کو بے نقاب ہوتے دیکھا تو وہ بالکل ڈریگن شہزادی کی طرح لگ رہی تھی۔ لیو نے پوچھا کہ کیا وہ ڈریگن شہزادی ہے ؟، لیکن وہ صرف مسکرائی اور کچھ نہیں کہا۔

کچھ عرصے کے بعد آسمان نے ان کو بیٹا دیا۔ پھر اس نے اپنے شوہر سے کہا: "آج میں آپ کے سامنے اعتراف کروں گی کہ میں واقعتاً ڈنگ ٹنگ سمندر کی شہزادی ہوں۔ جب آپ نے میرے چچا کی تجویز کو ٹھکرا دیا اور چلے گئے تو میں آپ کی جدائی کےغم میں مبتلا ہوگئی اور مرنے کے قریب ہوگئی۔ میرے والدین آپ کو بھیجنا چاہتے تھے، لیکن انہیں خدشہ تھا کہ آپ میرے خاندان کے ساتھ رعایت نہیں کر سکتےاور یوں ہوا کہ میں نے آپ سے ایک انسانی لڑکی کے بھیس میں شادی کی۔ میں نے آج تک آپ کو یہ بتانے کا حوصلہ نہیں کیا تھا، لیکن چونکہ جنت نے ہمارے لیے بیٹا بھیجا ہے، مجھے امید ہے کہ آپ بھی اس کی ماں سے محبت کریں گے۔پھر لیو اول کو لگا کہ وہ ایک گہری نیند سے بیدار ہوا ہے ، اور پھردونوں ایک دوسرے کو بہت پسند کرنے لگے۔ایک دن اس کی بیوی نے کہا: ‘‘اگر تم ہمیشہ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو پھر ہم انسانوں کی دنیا میں نہیں رہ سکتے۔ ہم ڈریگن دس ہزار سال تک جیتے ہیں، اور آپ ہماری لمبی عمر میں شریک ہوں گے۔ میرے ساتھ ڈنگٹنگ کے سمندر میں آجاؤ!۔دس سال گزر گئے اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ لیو اول، جو غائب ہو گیا تھا، کہاں ہو سکتا ہے۔ پھر، اتفاق سے، اس کاایک رشتہ دار ڈنگ ٹنگ کے سمندر کے پار چلا گیا۔ اچانک ایک نیلے رنگ کا پہاڑ پانی میں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

بحری جہاز کے ناخدا نے گھبرا کر کہا: "اس جگہ پر کوئی پہاڑ نہیں ہے! یہ پانی کا شیطان ہوگا!‘‘

جب وہ ابھی اس کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے، پہاڑ جہاز کے قریب آ گیا، اور ایک خوش رنگ کشتی اپنی چوٹی سے پھسل کر پانی میں جا گری۔ درمیان میں ایک آدمی بیٹھا تھا اور اس کے دونوں طرف پریاں کھڑی تھیں۔ وہ شخص لیو اول تھا۔ اس نے اپنے کزن کو اشارہ کیا، اور کزن اپنے کپڑے سمیٹ کر اس کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا۔ لیکن جب وہ کشتی میں داخل ہوا تو وہ پہاڑ میں تبدیل ہو گئی۔ پہاڑ پر ایک شاندار قلعہ تھا، اور قلعے میں لیو اول کھڑا تھا، جس کے چاروں طرف چمک تھی، اور ستارکی موسیقی اس کے گردنغمہ زن تھی۔

انہوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا، اور لیو اول نے اپنے کزن سے کہا: "ہم ایک لمحے سے زیادہ جدا نہیں ہوئےاور آپ کے بال پہلے ہی سفید ہو چکے ہیں!"

اس کے کزن نے جواب دیا: " اب آپ ایک دیوتا اور مبارک ہیں: میرے پاس صرف ایک فانی جسم ہے۔ یوں تقدیر نے فیصلہ کر دیا۔"

پھر لیو اول نے اسے پچاس گولیاں دیں اور کہا: "ہر گولی آپ کی عمر ایک سال تک بڑھا دے گی۔ جب آپ یہ زندگی گزار چکیں ، تو میرے پاس آؤ اور مٹی کی اس دنیاوی دنیا میں نہ رہو، جہاں محنت اور پریشانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔"پھر وہ لیو کو واپس سمندر کے پار لے گئے اور وہ غائب ہو گیا۔

اس کا کزن اس دنیا سے رخصت ہو گیا اور پچاس سال بعد جب وہ تمام گولیاں کھا چکا تھا تو وہ غائب ہو گیا اور پھر کبھی نظر نہیں آیا۔

١٤

خطرناک انعام

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہو-وو-باؤ نامی ایک شخص، جو عظیم پہاڑ کے قریب رہتا تھا، ایک دن وہاں پیدل چلاگیا۔ اور وہاں، ایک درخت کے نیچے، اس کی ملاقات سرخ لباس میں ایک قاصد سے ہوئی جس نے اسے پکارا: "عظیم پہاڑ کا خداآپ سے ملنا چاہتا ہے!" آدمی بہت خوفزدہ تھا، لیکن کوئی اعتراض کرنے کی ہمت نہیں کی۔ قاصد نے اسے اپنی آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا اور جب تھوڑی دیر بعد اسے دوبارہ کھولنے کی اجازت دی گئی تو اس نے اپنے آپ کو ایک اونچے محل کے سامنے کھڑا پایا۔ وہ دیوتا کو دیکھنے کے لیے اس میں داخل ہوا۔ دیوتانے اس کے لئے کھانا تیار کیا اور کہا: "میں نے آج آپ کو صرف اس لئے بلایاتھا کہ میں نے سنا تھا کہ آپ مغرب کا سفر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو آپ میری بیٹی کے نام میرا خط لے جائیے گا۔

''لیکن تمہاری بیٹی کہاں ہے؟'' آدمی نے پوچھا۔

''اس کی شادی دریا کے دیوتا سے ہوئی ہے،'' جواب تھا۔ "آپ کوبس اتنا کرنا ہے کہ وہاں پڑے ہوئے خط کو ساتھ لے جانا ہے۔ جب آپ دریائے زرد کے بیچ میں پہنچیں گے، تو جہاز کے کنارے پرزور سے دستک دیجئے اور پکارئیے: 'گرین کوٹ!' پھر کوئی ظاہر ہو گا اور آپ سے خط لے جائےگا۔

اور ان الفاظ کے ساتھ اس نے ہو وو باؤ کو خط دیا، اور اسے دوبارہ زمین پر بھیج دیا گیا۔

جب وہ اپنے سفر دوران میں دریائے زرد کے پاس آیا تو اس نے وہی کیا جو عظیم پہاڑ کے خدانے اسے کہا تھا، اور پکارا"گرین کوٹ!" اورپھر، سبز کپڑوں میں ملبوس ایک لڑکی پانی سے اٹھی، اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کہا کہ وہ اپنی آنکھیں بند کر لے۔ پھر وہ اسے دریا کے دیوتا کے محل میں لے گئی اور اس نے خط پہنچا دیا۔ دریا کے دیوتا نے اس کی شاندار تواضعکی، اور اس کا شکریہ ادا کیا جیسا کہ وہ جانتا تھا کہ کیسے یہ شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ رخصتکے وقت انہوں نے کہا: "میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے دیکھنے کے لیے یہ طویل سفر طے کیا۔ میرے پاس آپ کو دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، البتہ سبز ریشمی جوتوں کا یہ جوڑا حاضر ہے۔ جب آپ انہیں پہنیں گےتو آپ جب تک چاہیں چل سکتے ہیں اور کبھی نہیں تھکیں گے اوران کو پہن کر آپ کو ایسی نظر ملے گی جس سے، آپ روحوں اور دیوتاؤں کو دیکھ سکیں گے۔"

اس شخص نے تحفے کے لیے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنے جہاز کی طرف لوٹ گیا۔ اس نے مغرب کا سفر جاری رکھا اور ایک سال گزرنے کے بعد دوبارہ واپس آیا۔ جب وہ عظیم پہاڑ پر پہنچا تو اس نے سوچا کہ خدا کو اطلاع دینا ضروریاور مناسب ہوگا۔ چنانچہ اس نے ایک بار پھر درخت سے دستک دی اور اپنا نام بتایا۔ ایک لمحے میں سرخ پوش قاصد نمودار ہوا اور اسے

پہاڑ کے خداکی طرف لے گیا۔ چنانچہ اس نے اطلاع دی کہ اس نے خط دریا کے دیوتا کو پہنچا دیا ہے اور وہاں کے حالات بتائے، پہاڑ کے خدانے اس کا شکریہ ادا کیا۔ کھانے کے دوران جو خدا نے اس کے لیے تیار کیا تھا، وہ چند لمحوں کے لیے ایک پرسکون جگہ پر چلا گیا۔ اچانک اس نے اپنے مرحوم والد کو دیکھا جو زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا، جو کئی سو دیگر مجرموں کے ساتھ مل کر معمولی مزدوری کر رہا تھا۔

اس نے روتے ہوئے پوچھا: "اے میرے والد، آپ یہاں کیوں ہیں؟"

اس کے والد نے جواب دیا: "زمین پر میری زندگی کے دوران میں روٹی پر پیر رکھنے کی وجہ سےمجھے اس جگہ سخت مشقت کی سزا دی گئی۔ مجھے اسی طرح دو سال گزر گئے، پھر بھی ان کی تلخی ناقابل بیان ہے۔ چونکہ تم پہاڑ کے خداکے دوست ہو، تم میرے لیے التجا کر سکتےہو، کہ وہ مجھے اس کام سے معاف کر دے اور مجھے ہمارے گاؤں میں کھیت کا دیوتا بنا دے۔

اس کے بیٹے نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا، اور واپس چلا گیا اور پہاڑ کے خداسے درخواست کی جیسا کہ اس نے رضامندی ظاہر کی تھی۔ دیوتااس کی دعا سننے کے لئے مائل نظر آتا تھا، پھر بھی خبردار کرتے ہوئے کہا: "زندہ اور مردہ لوگ مختلف راستوں پر چلتے ہیں۔ مردہ اور زندوں کا ایک دوسرے کے قریب ہمیشہ رہنا اچھا نہیں ہے۔''

وہ آدمی گھر لوٹ آیا۔ پھر بھی، تقریباً ایک سال کے عرصے میں اس کے تقریباً تمام بچے مر چکے تھے۔ اپنے دل کی دہشت سے گھبرا کر اس نے عظیم پہاڑ کے خداکی طرف رجوع کیا۔ اس نے درخت پر دستک دی۔ سرخ کوٹ والا آیا اور اسے محل میں لے گیا۔ وہاں اس نے اپنی بدقسمتی بتائی اور خدا سے اس کی حفاظت کی التجا کی۔ پہاڑ کا خدامسکرایا: "کیا میں نے آپ کو شروع میں نہیں کہا تھا کہ زندہ اور مردہ مختلف راستوں پر چلتے ہیں، اور یہ کہ اگر وہ مستقل طور پر ایک دوسرے کے قریب رہیں تو اچھا نہیں ہے؟ اب آپ دیکھتے ہیں کہ کیا ہوا!'' پھر اس نے اپنے قاصد کو اس آدمی کے باپ کو لانے کے لیے بھیجا ۔ باپ آیا اور خدا نے اس سے اس طرح بات کی"میں نے تیرا جرم معاف کر دیا اور تجھے کھیت کے دیوتا کے طور پر اپنے گھر واپس بھیج دیا۔ تیرافرض تھا کہ تواپنے گھر والوں کو خوشیاں دیتا۔ اس کے بجائے، تیرے تقریباً تماموپوتے مر چکے ہیں ایسا کیوں ہے؟"

توباپ نے کہا: "میں اتنا عرصہ گھر سے دور رہا تھا کہ مجھے واپس آنے پر بہت خوشی ہوئی۔ اس کے علاوہ میرے پاس بہت زیادہ مقدار میں گوشت اور مشروب تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے چھوٹے پوتوں کے بارے میں سوچا اور انہیں اپنے پاس بلالیا۔

پھر عظیم پہاڑ کے خدانے اس گاؤں کے لیے دوسرا کھیت کا دیوتا مقرر کیا، اور باؤ کےباپ کو ایک اور جگہ پر بھیج دیا۔ اور اس وقت سے ہو-وو-باؤ کے خاندان کے ساتھ مزید کوئی بدقسمتی کا واقعہ پیش نہیں آیا۔

۱۵

ڈسچانگ لیانگ

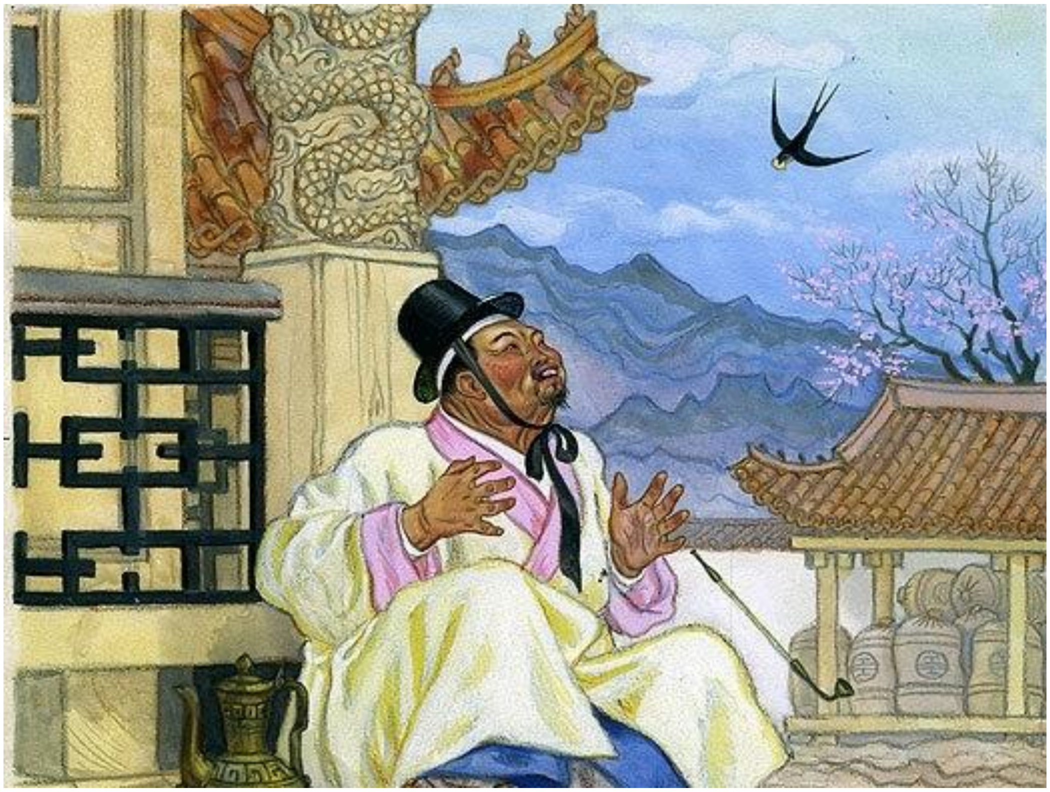

ڈسچانگ لیانگ ان ریاستوں میں سے ایک کا باشندہ تھا جسے شہنشاہ تسن شی ہوانگ نے تباہ کر دیا تھا۔ اور ڈسچانگ لیانگ نے اپنے مردہ بادشاہ کی خاطر ایک کام کرنے کا عزم کیا، اور اس مقصد کے لیے پیروکار اکٹھے کیے جن کے ساتھ مل کر اسےسن شی ہوانگ کو قتل کرنا تھا۔

ایک بار سن شی ہوانگ ملک میں ترقی کے کاموں کا جائزہ لے رہا تھا ۔ جب وہ بو لینگ کے میدان میں آیا تو ڈسچانگ لیانگ نے اسے مارنے کے لیے لوہے کے گرزسے اپنے لوگوں کو مسلح کیا۔ لیکن سن شی ہوانگ کے پاس ہمیشہ دو سفری گاڑیاںہوتی تھیں جو بالکل ایک جیسی ہوتی تھیں ۔ ان میں سے ایک میں وہ خود بیٹھا تھا اور دوسرے میں دوسرا شخص بیٹھا تھا۔ ڈسچانگ لیانگ اور اس کے وفاداردھوکے والی گاڑی پر حملہ آور ہوگئے تھے ، اور ڈسچانگ لیانگ کو شہنشاہ کے غضب سے بچنے کے لیے بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا۔ وہ ایک کھنڈرپل کے پاس آیا،برفیلی ہوا چل رہی تھی اور برفباری ہورہی تھی۔ پل پراس کی ملاقات کالی پگڑی اور پیلے رنگ کا گاؤن پہنے ایک بوڑھے سے ہوئی۔ بوڑھے نے اپنے جوتے میں سے ایک کو پانی میں گرادیا، ڈسچانگ لیانگ کی طرف دیکھا اور کہا: "اسے نکالو، چھوٹے!

ڈسچانگ لیانگ نے خود پر قابو رکھا، جوتا نکالا اور بوڑھے کے پاس لے آیا۔ بوڑھےنے ڈسچانگ لیانگ کی طرف اپنا پاؤں بڑھایا تاکہ وہ اسے جوتا پہنائے، ڈسچانگ لیانگ نے احترام کے ساتھ یہ کام کیا۔ اس بات سے بوڑھے کو خوشی ہوئی اور اس نے کہا: ’’چھوٹے، تمہارے لیے کچھ کیا جاسکتا ہے! کل صبح سویرے یہاں آ جانا، میں تمہارے لیے کچھ لاؤں گا۔‘‘

اگلی صبح فجر کے وقت ، ڈسچانگ لیانگ کھنڈر پل پر پنچ گیا ۔ بوڑھا آدمی پہلے ہی وہاں موجود تھا اور اسے ملامت کرنے لگا: "تم نے بہت دیر کر دی ہے۔ آج میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ کل تم کو اس سےبھی جلدی آنا ہوگا۔‘‘

یہ سلسلہ یونہی تین دن تک چلتا رہا، اور ڈسچانگ لیانگ کے صبر کا پیمانہ لبریز نہیں ہوا۔ تب بوڑھا مطمئن ہو گیا، اس نے خفیہ منتروں کی کتاب نکالی اور اسے دی۔ اس نے کہا، ’’تمہیں اسے ضرور پڑھنا چاہیے اور پھر تم ایک عظیم شہنشاہ کو قابو کرنے کےقابل ہو جاؤ گے۔ جب تمہارا کام مکمل ہو جائے تو مجھے گو شونگ پہاڑ کے دامن میں تلاش کرلینا۔

وہاں تمہیں ایک زرد پتھر ملے گا اور میں اس پیلے پتھر کے پاس موجود ہوں گا۔

ڈسچانگ لیانگ نے کتاب لی اور سلطنت کو فتح کرنے میں ہان خاندان کے آباؤ اجداد کی مدد کی۔ شہنشاہ نے اسے نواب بنا دیا ۔ اس وقت سے آگے ڈسچانگ لیانگ نے کوئی انسانی کھانا نہیں کھایا اور روح پر مرکوز رہا۔ اس نے شانگ پہاڑ کے چار سفید داڑھیوں والوں کے ساتھ صحبت رکھی، اور ان کے ساتھ بادلوں میں غروب آفتاب کے پھول بانٹے۔ ایک دفعہ اس کی ملاقات دو لڑکوں سے ہوئی جو گا رہے تھے اور ناچ رہے تھے۔

"سبز لباس جو آپ کو پہننا چاہئے، اگر آپ جنت کے دروازے پر جائیں گے؛ وہاں سنہری ماں استقبال کرتی ہے،لکڑی کے خدا کے قدموں کے آگے جھکتی ہے!

جب ڈسچانگ لیانگ نے یہ سنا تو اس نے نوجوانوں کے سامنے جھک کر اپنے دوستوں سے کہا: "یہ مشرق کے بادشاہ باپ کے فرشتے بچے ہیں۔ سنہری ماں مغرب کی ملکہ ہے۔ لکڑی کا خدامشرق کا بادشاہ باپ ہے۔ وہ دو بنیادی طاقتیں ہیں، تمام نر و مادہ کے والدین، آسمان و زمین کی جڑ اور چشمہ، جن کی تخلیق اور پرورش کے لیے ہر چیز ان کی مرہون منت ہے۔

لکڑی کا خداتمام مرد سادھووں کا مالک ہے، سنہری ماں تمام خواتین سادھوؤں کی مالکن ہے۔ جو بھی امرہونا چاہتا ہے، اسے پہلے سنہری ماں کو سلام کرنا چاہیے اور پھر بادشاہ باپ کے سامنے جھکنا چاہیے۔ پھر وہ تین مقدس کے لیےاٹھ کر اعلیٰ ترین کے حضور کھڑا ہو سکتا ہے۔ فرشتہ بچوں کا گانا اس انداز کو ظاہر کرتا ہے جس میں پوشیدہ علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔

تقریباً اسی وقت شہنشاہ کو اپنے کچھ وفادار خادموں کو قتل کرنے پر آمادہ کیا گیا۔ اس کے بعد ڈسچانگ لیانگ اپنی عبادت چھوڑ کر گو شونگ پہاڑ پر چلا گیا۔ وہاں اس نے زرد پتھر کے پاس بوڑھے کو پایا، پوشیدہ علم حاصل کیا، گھر واپس آیا اور بیماری کا فریب دے کر اس کی روح اس کے جسم سے نکل گئی اور وہ غائب ہو گیا۔

بعد میں جب ''سرخ ابرو'' کی بغاوت شروع ہوئی تو اس کا مقبرہ کھول دیا گیا۔ لیکن اس کے اندر جو کچھ ملا وہ ایک پیلا پتھر تھا۔ ڈسچانگ لیانگ لاؤٹسے کے ساتھ غیر مرئی دنیا میں گھوم رہا تھا۔

ایک بار اس کا پوتا ڈشونگ ڈاؤ لنگ، کونلون پہاڑپر گیا، تاکہ مغرب کی ملکہ ماں کی زیارت کی جا سکے۔ وہاں اس کی ملاقات ڈسچانگ لیانگ سے ہوئی۔ ڈشونگ ڈاؤ لنگ نے شیطانوں اور روحوں پر طاقت حاصل کی، اور پہلا تاؤسٹ پوپ بن گیا۔ اور اس کی طاقت کا راز اس کے خاندان میں نسل در نسل منتقل ہوتا رہا ہے۔

۱٦

آٹھ لافانی (۱)

ایک قدیم روایت ہے کہ آٹھ لافانی آسمانوں میں رہتے ہیں۔ پہلے کا نام ڈسچنگ لی کوان ہے۔ وہ ہان خاندان کے زمانے میں رہتا تھا، اور اس نے فلسفےکے پتھر اورسنہریدار چینی کا شاندار جادو دریافت کیا۔ وہ چاندی کو پگھلا سکتا تھا اور سیسے کوجلا سکتا تھا اور انہیں زرد سونے اور سفید چاندی میں بدل سکتا تھا۔ اور وہ اپنی انسانی شکل میں ہوا میں اڑ سکتا تھا۔ وہ آٹھ لافانی لوگوں کا سردار ہے۔

دوسرے کا نام ڈچانگ گو ہے۔ ابتدائی دور میں اس نے خفیہ علم حاصل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ واقعی ایک سفید چمگادڑ تھا، جو آدمی بن گیا۔ تانگ خاندان کے ابتدائی دنوں میں ایک قدیم آدمی جس کی سفید داڑھی اور اس کی پیٹھ پر بانس کا ڈھول تھا، اسے چانگ عین قصبے میں ایک سیاہ گدھے پر پیچھے کی طرف سوار دیکھا گیا تھا۔ اس نے ڈھول پیٹا اور گایا، اور خود کو بوڑھا ڈچانگ گو کہا۔ ایک اور روایت ہے کہ اس کے ساتھ ہمیشہ ایک سفید خچر ہوتا تھا جو ایک ہی دن میں ہزار میل کا فاصلہ طے کر سکتا تھا۔ جب وہ اپنی منزل پر پہنچ جاتا تو جانور کو تہہ کرکے اپنیسونڈ میں ڈال دیتا۔ جب اسے دوبارہ ضرورت پڑتی تو وہ اپنے منہ سے اس پر پانی چھڑکتا اور وہ جانور دوبارہ اپنی پہلی شکل اختیار کر لیتا۔

تیسرے کا نام لو یوآن ہے۔ اس کا اصل نام لی تھا، اور اس کا تعلق حکمران تانگ خاندان سے تھا۔ لیکن جب مہارانی وو نے تخت پر قبضہ کر لیا اور لی خاندان کو تقریباً آخری آدمی تک کو تباہ کر دیا تو وہ اپنی بیوی کے ساتھ پہاڑوں کے مرکزمیں بھاگ گیا۔ اسنے اپنا نام بدل کر لو رکھ لیا، اور چونکہ وہ چٹانوں کے غاروں میں چھپ کر رہتا تھا، اس لیے اس نے اپنے آپ کو پہاڑی مہمان یا چٹانوں کا مہمان کہا۔ وہ ہوا پر رہتا تھا اور روٹی نہیں کھاتا تھا۔ اسے پھولوں کا شوق تھا۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ اس نے پوشیدہ حکمت حاصل کر لی۔

دارالحکومت لو یانگ، میں، عود کا پھول خاص فراوانی کےساتھ کھلا۔ اور وہاں ایک پھولوں کی پری رہتی تھی، جس نے خود کو ایک خوبصورت لڑکی میں تبدیل کر لیا ۔ جب چٹانوں کا مہمان ، لو یانگ آیا تو یہ پری اس سےبات کرنے کے لیے تیار نہیں تھی ۔کہ اچانک پیلا ڈریگن آیا، جس نے ایک خوبصورت نوجوان کا روپ دھار لیا تھا۔ اس نے پھول پری کا مذاق اڑایا۔ چٹانوں کا مہمان مشتعل ہو گیا اور اس نے اپنی اڑتی ہوئی تلوار اس پر پھینک دی، اس کا سر قلم کر دیا۔ اس وقت سے وہ پھر دنیاوی لذتوں اور موت کے عالم میں پڑ گیا۔وہ روزانہ کی دھول میں اٹ گیا تھا، اور اب وہ لافانی علاقوں کی طرف بڑھنے کے قابل نہیں تھا۔ بعد میں اس کی ملاقات ژونگ لی کوان سے ہوئی جس نے اسے بچایا اور اسے لافانی لوگوں کی صف میں شامل کر لیا گیا۔ ولیلف ان کا شاگرد تھا۔ یہبید کا ایک پرانا درخت تھا جس نے سورج کی شعاعوں اور چاند کی شعاعوں کی آسمانی طاقتوں کو اپنے اندر کھینچ لیا تھا اور اس طرح وہ انسان کی شکل اختیار کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ نیلا ہے اور اس کے بال سرخ ہیں۔ چٹانوں کے مہمان نے اپنے شاگرد کا استقبال کیا۔ مستقبل کے شہنشاہ اور بادشاہ چٹانوں کے مہمان کو سورج کے خالص خاندان کے فرداور استاد کے طور پر عزتدیتے ہیں۔ لوگ اسے دادا لو کہتے ہیں۔ وہ بڑا حکیم اور طاقتور ہے۔ اور اس وجہ سے لوگ اب بھی دادا لو کے مندروں میں مستقبل کا حال معلوم کرنےاور اچھی قسمت کی دعا کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کسی کام میں کامیاب ہوں گے یا نہیں، تو مندر میں جائیں، بخور جلائیں اور اپنا سر زمین پر جھکائیں۔

قربان گاہ پر ایک بانس کا پیالہ ہے، جس میں لاٹری کی چند درجنوں لاٹھیاں ہیں۔ آپ کو گھٹنے ٹیکتے وقت ان کو ہلانا چاہیے، یہاں تک کہ لاٹھیوں میں سے ایک اڑکر باہر آ جائے۔ لاٹری اسٹک پر ایک نمبر لکھا ہوا ہے۔ اس نمبر کو پھر پیش گوئیکی کتاب میں دیکھناچاہیے، جہاں اس کے ساتھ چار سطری قطعہ ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ خوش قسمتی اور بدقسمتی، سوچنے میں عجیب لگتا ہے، لیکن کسی کے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ پیش گوئی کی گئی تھی۔

چوتھا لافانی ملکہ تساؤ کا چھوٹا بھائی تھا، جس نے کچھ عرصے تک زمین پر حکومت کی۔ اسی وجہ سے انہیں ریاست کا چچا کہا جاتا تھا۔ اپنی ابتدائی جوانی سے ہی وہ پوشیدہ حکمت کے عاشق تھے۔ دولت اور عزت اس کے لیے خاک سے زیادہ نہیں تھی۔ یہ ڈسچنگ لی کوان تھا جس نے اسے لافانی ہونے میں مدد کی۔

پانچویں کو لین تسائی ہو کہا جاتا ہے۔ اس کے حقیقی نام، اس کے وقت یا اس کے خاندان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ وہ اکثر بازاروں میں پھٹے ہوئے نیلے لباس میں ملبوس اور صرف ایک جوتا پہنے، لکڑی کے ایک ٹکڑے کو پیٹتے اور زندگی کی بے وقعتی کا گانا گاتے دیکھا گیا۔

چھٹالافانی لی ٹیا گوائی (لوہے کی بیساکھی کے ساتھ لی) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس نے ابتدائی جوانی میں اپنے والدین کو کھو دیا اور اس کی پرورش اپنے بڑے بھائی کے گھر ہوئی۔ اس کی بھابھی نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا اور اسے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں دیا۔ اس کی وجہ سے وہ پہاڑیوں میں بھاگ گیا، اور وہاں چھپی ہوئی حکمت سیکھی۔

ایک دفعہ وہ اپنے بھائی سے ملنے کے لیے واپس آیا اور اپنی بھابھی سے کہا: ”مجھے کچھ کھانے کو دو!“ اس نے جواب دیا: "گھرمیں جلانے والی لکڑی نہیں ہے!" اس نے جواب دیا: "تمہیں صرف چاول تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ میں لکڑی جلانے کے لیے اپنی ٹانگ استعمال کر سکتا ہوں، صرف آپ یہ نہ کہیں کہ آگ مجھے زخمی کر سکتی ہے، اور اگر آپ ایسا نہیںکہیں گی تو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔اس کی بھابھی نے اس کا فن دیکھنا چاہا تو اس نے برتن میں چاول ڈال دیے۔ لی نے اپنی ایک ٹانگ اس کے نیچے پھیلائی اور اسے روشن کیا۔ آگ کے شعلے بلند ہوئے اور ٹانگ کوئلے کی طرح جل گئی۔

جب چاول تقریباً ابل چکے تھے تو اس کی بھابھی نے کہا: کیا تمہاری ٹانگ زخمی نہیں ہو گی؟

اور لی نے غصے سے جواب دیا: "کیا میں نے تمہیں خبردار نہیں کیا تھا کہ کچھ نہ کہو! تب کوئی نقصان نہ ہوتا۔ اب میری ایک ٹانگ لنگڑی ہے۔“ ان الفاظ کے ساتھ اس نے لوہے کا کرچھالیا اور اسے اپنے لیے بیساکھی بنا لیا۔ پھر اس نے اپنی پیٹھ پر ایک لوکی لٹکا لی، اور دواؤں کے لیےجڑی بوٹیاں جمع کرنے ک پہاڑیوں میں چلا گیااور اسی وجہ سے اسے لوہے کی بیساکھی کے ساتھ لی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اس کے بارے میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ وہ اکثر اپنے آقا لاؤٹسے کی روح سے ملنے کے لیے آسمانوں میں چلا جاتا تھا۔ جانے سے پہلے وہ ایک شاگرد کو حکم دیتا کہ وہ اپنے جسم اور روح کو اس کے اندر دیکھے، تاکہ تاکہ اس کا جسم فرار نہ ہو۔ اگر سات دن اس کی روح کی واپسی کے بغیر گزر جائیں تو وہ اپنی روح کو خالی مکان سے نکلنے کی اجازت دے گا۔ بدقسمتی سے چھ دن گزرنے کے بعد شاگرد اپنی ماں کی موت کی خبر سن کر وہاں چلا گیا اور ساتویں دن کی شام جب استاد کی روح واپس آئی تو اس کے جسم سے جان نکل چکی تھی۔ چونکہ اس کے اپنے جسم میں اس کی روح کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی، اس لیے مایوسی کے عالم میں اس نے پہلے ہاتھ والے جسم پر قبضہ کر لیا جس میں سے اہم جوہر ابھی تک منتشر نہیں ہوا تھا۔ یہ ایک پڑوسی کی لاش تھی، ایک لنگڑے کی، جو ابھی مراتھا، کہ اس وقت سے آقا اس کی شکل میں ظاہر ہوا۔

ساتویں لافانی کوکو ہینگ سیانگ ڈی سی کہا جاتا ہے۔ وہ تانگ خاندان کے مشہور کنفیوشس اسکالر ہان یو کا بھتیجا تھا۔ اپنی ابتدائی جوانی سے ہی اس نے لافانی دیوتاؤں کے فن کی آبیاری کی، اپنا گھر چھوڑ کر تاؤسٹ بن گیا۔ دادا لو نے اسے بیدار کیا اور آسمانی دنیا میں اٹھایا۔ ایک بار اس نے اپنے چچا کی جان بچائی۔ اس کے چچاکو عدالت سے نکال دیا گیا تھا، کیونکہ اس نے اعتراض کیا تھا جب شہنشاہ نے بڑی شان سے بدھ کی ہڈی منگوائی تھی۔ جب وہ اپنی اڑان کے دوران میں نیلے درے میں پہنچے تو تو گہری برف باری نے سڑک کو ناقابلِ عبور بنا دیا تھا۔ اس کا گھوڑا برف کے بہاؤ میں اڑ گیا تھا، اور وہ خود بھی جم چکا تھا۔ پھر ہینگ سیانگ ڈیسی اچانک نمودار ہوا، اس نے اسے اور اس کے گھوڑے کو بہاؤ سے باہر نکالنے میں مدد کی، اور انہیں بحفاظت نیلے درےکے قریب ترین سرائے تک پہنچایا۔ ہان یو نے ایک شعر گنگنایا، جس کے مصرعے یہ ہیں:

سن لنگ ہل کے درمیانی بادل جھوٹ بولتے ہیں، اور گھر بہت دور ہے، میری نظر سے باہر! نیلے درےکے گول برف کے مینار اونچے ہیں، اور کون گھوڑے کو سیدھا لے جائے گا؟

اچانک اسے خیال آیا کہ کئی سال پہلے ہینگ سیانگ ڈیسی اس کی سالگرہ کی مبارکباد دینے اس کے گھر آیا تھا۔ جانے سے پہلے اس نے یہ الفاظ کاغذ کی پرچی پر لکھے تھے اور اس کے چچا نے ان کے معنی سمجھے بغیر پڑھے تھے۔ اور اب وہ لاشعوری طور پر اس گانے کی وہی لائنیں گا رہا تھا جو اس کے بھتیجے نے لکھی تھی۔ لہٰذا اس نے ہینگ سیانگ ڈیسی سے ایک آہ

بھرتے ہوئے کہا: "تمہیں لافانی لوگوں میں سے ایک ہونا چاہیے، کیونکہ تم اس طرح مستقبل کی پیشین گوئی کرنے کے قابل تھے!"

اور تین بار ہینگ سیانگ ڈیسی نے اپنی بیوی کو بھی زمین کے بندھن سے چھڑانے کی کوشش کی۔ کیونکہ جب وہ چھپی ہوئی حکمت کو تلاش کرنے کے لیے اپنے گھر سے نکلا تو وہ برسوں تک ہردن اس کے انتظار میں تڑپتی رہی ۔ ہینگ سیانگ ڈیسی نے اسے لافانی طور پر رہا کرنا چاہا، لیکن اسے خدشہ تھا کہ وہ منتقل کرنے کے قابل نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اسے آزمانے کے لیے مختلف شکلوں میں اس کے سامنے نظر آیا، ایک بار بھکاری کے طور پر، دوسری بار ایک آوارہ راہب کے طور پر۔ لیکن اس کی بیوی نے اس کے مواقع کو نہیں سمجھا۔ آخر کار اس نے ایک لنگڑے تاؤسٹ کی شکل اختیار کر لی، جو چٹائی پر بیٹھا، لکڑی کے ٹکڑے کو پیٹتا اور گھر کے سامنے سوتر(منتر) پڑھتا۔

اس کی بیوی نے کہا: ’’میرا شوہر گھر پر نہیں ہے۔ میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتی۔"

تاؤسٹ نے جواب دیا: "مجھے تمہاراسونا چاندی نہیں چاہیے، میں تم کو چاہتا ہوں۔ میرے پاس چٹائی پر بیٹھ جاؤ، اور ہم ہوا میں اڑ جائیں گے اور تمہینتمہارا شوہر دوبارہ مل جائے گا!"

اس پر عورت نے غصے میں آکر اس پر لاٹھی سے حملہ کردیا۔پھر ہینگ سیانگ ڈیسی اپنی اصل صورت میں آگیا، اس نے ایک چمکتے بادل پر قدم رکھا اور اونچا ہوتا چلا گیا۔ اُس کی بیوی نے اُسے دیکھا اور زور زور سے رونے لگی۔ لیکن وہ غائب ہو گیا تھا اور دوبارہ نظر نہیں آیا۔

آٹھویں لافانیایک لڑکی ہے اور اسے ہو سیان گو کہا جاتا تھا۔ وہ ایک کسان کی بیٹی تھی، اور اس کی سوتیلی ماں اس کے ساتھ سخت سلوک کرتی تھی، لیکن وہ اس کا احترام کرتی اور محنت کرتی رہی۔ وہ خیرات دینا پسند کرتی تھی، حالانکہ اس کی سوتیلی ماں اس کے کام میں ر کاوٹ ڈالتی تھی۔ اتنی مشکلات کے باوجود وہ کبھی ناراض نہیں ہوئی، یہاں تک کہ اس کی سوتیلی ماں نے اسے مارا کرتی۔ اس نے شادی نہ کرنے کی قسم کھائی تھی،اس کی سوتیلی ماں نہیں جانتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا کرے۔ ایک دن، جب وہ چاول پکا رہی تھی، دادا ڈو نے آکر اسے لافانی دنیا میں پہنچا دیا۔ وہ ابھی تک چاول کا چمچ ہاتھ میں پکڑے ہوا میں اڑ رہی تھی۔ آسمانوں میں اسے جنت کے جنوبی دروازے پر گرے ہوئے پھولوں کو جھاڑو دینے کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

نوٹ: آٹھ لافانی کی داستانیں، جنہیں ایک گروہ سمجھا جاتا ہے، مانچو خاندان سے آگے نہیں بڑھتے، حالانکہ ان میں سے افراد پہلے سے مشہور تھے۔ کچھ لافانی، جیسے ہان سیانگ ڈیزی، تاریخی شخصیات ہیں، باقی مکمل طور پر افسانوی ہیں۔ موجودہ دور میں وہ فنون اور دستکاری میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کی علامتیں بھی اکثر پائی جاتی ہیں: ڈسچنگ لی کون کو پنکھے کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔۔ ڈچانگ گو کے پاس ایک بانس کا ڈرم ہے جس میں دو ڈھول کی لاٹھی (اور اس کا گدھا) ہے۔ لو ڈنگ بن کی پیٹھ پر تلوار اور پھولوں کی ٹوکری ہے۔ تساؤ گو گوئی کے پاس دو چھوٹے تختے ہیں (ین یانگ بان) جنہیں وہ ہوا میں پھینک سکتا ہے۔ لی ٹیا گوائی کے پاس لوکی ہے، خوش قسمتی کا نشان جس میں سے ایک چمگادڑ نکلتا ہے،۔ لین تسائی ہوکے پاس بانسری ہے ، جس کی تصویر ایک عورت کے طور پر بھی ہے، ۔ ہان سیانگ دسی کے پاس پھولوں کی ٹوکری اور ایک کھرپی ہے۔ ہو سیان گو کے پاس چمچ ہوتا ہے، جو عام طور پر کنول کے پھول کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

۱۷

آٹھ لافانی (۲)

ایک زمانے میں ایک غریب آدمی تھا، جس کے پاس نہ کھانے کے لیے کچھ تھا اورنہ رہنے کے لیے چھت تھی ۔ چنانچہ وہ تھک ہار کرکھیت کے دیوتا کے ایک چھوٹے سے مندر کے پاس جو سڑک کے کنارے تھا لیٹ گیا اور سو گیا۔ اُس نے خواب میں دیکھا کہ بوڑھا، سفید داڑھی والا کھیت کا دیوتا اپنےچھوٹے سے مزار سے باہر آیا اور اُس سے کہا''میں آپ کی مدد کرنے کا ایک طریقہ جانتا ہوں! کل اس سڑک کے ساتھ سے آٹھ لافانی لوگ گزریں گے۔ اپنے آپ کو ان کے سامنے جھکاؤ اور ان سے التجا کرو۔"

جب وہ شخص بیدار ہوا تو وہ کھیت کے دیوتا کے چھوٹے سے مندر کے پاس ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھ گیا، اور سارا دن اپنے خواب کے پورا ہونے کا انتظار کرتا رہا۔
آخر کار، جب سورج تقریباً ڈوب چکا تھا، آٹھ شخصیتیں سڑک پر آ گئیں، جن کو فقیر نے واضح طور پر آٹھ لافانی افراد کے طور پر پہچان لیا۔ ان میں سے سات جتنی جلدی کر سکتے تھے جلدی کر رہے تھے، لیکن ان میں سے ایک جو لنگڑا تھا وہ آہستہ چل رہا تھا۔ - یہ لی ٹیا گوائی تھا - غریب آدمی اس کے سامنے زمیں پر لیٹ گیا۔ لیکن لنگڑےلافانی کو اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی وہ اسے جانے کے لیے کہنے لگا

غریب آدمی پھر بھی اس کے ساتھ التجا کرنے سے باز نہیں آتا تھا، وہ یہ التجا کرتا تھا کہ وہ بھی ان کے ساتھ جائے گا اور لافانیونمیں سے ایک ہو جائے گا۔ یہ ناممکن ہو گا، معذور لافانی نے کہا۔ پھر بھی، جیسا کہ غریب آدمی نے اپنی التجانہیں چھوڑی اور اسے نہیں چھوڑا، اس نے آخر میں کہا: "اچھا، تو میرا کوٹ پکڑو!" اس آدمی نے ایسا ہی کیا اور وہ تیزی سے راستوں اور کھیتوں میں اڑتے چلے گئے، آگے اور آگے، اور آگے بھی۔ اچانک وہ مشرقی سمندر کے کنارے بھوت پہاڑ پونگ لائی شان کی چوٹی پر ایک ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اور، دیکھو، باقی لافانی بھی وہاں کھڑے تھے! لیکن وہ اس ساتھی سے بہت ناراض تھے جسے لی ٹیا گوائی اپنے ساتھ لایا تھا۔

چونکہ غریب آدمی نے بہت گڑ گڑا کر درخواست کی تھی ، اُنہوں نے بھی اسے اجازت دے دی ، اور اُس سے کہا: ''بہت خوب! اب ہم سمندر میں چھلانگ لگائیں گے۔ اگر آپ ہماری پیروی کرتے ہیں تو آپ بھیلافانی بن سکتے ہیں! اور یکے بعد دیگرے سات سمندر میں کودتے گئے۔ لیکن جب آدمی کی باری آئی تو وہ ڈر گیا، اور چھلانگ لگانے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ پھر اپاہج نے اس سے کہا: "اگر تم ڈرتے ہو تو تم لافانی نہیں ہو سکتے۔"

’’لیکن اب میں کیا کروں؟‘‘ آدمی نے روتے ہوئے کہا، "میں اپنے گھر سے بہت دور ہوں اور میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔اپاہج نے چوٹی کی دیوار کا ایک ٹکڑا توڑ دیا، اور اسے آدمی کے حوالے کر دیا۔ پھر وہ بھی مینار سے چھلانگ لگا کر اپنے سات ساتھیوں کی طرح سمندر میں غائب ہو گیا۔جب اس آدمی نے اپنے ہاتھ میں موجود پتھر کو زیادہ باریک بینی سے جانچا تو دیکھا کہ یہ سب سے خالص چاندی ہے۔ اس نے اسے اپنے گھر پہنچنے میں کئی ہفتوں کے دوران سفری رقم فراہم کی۔ لیکن جب اس کا سفر مکمل ہوا تو اس وقت تک چاندی مکمل طور پر ختم ہو چکی تھی، اور اس نے خود کو اتنا ہی غریب پایا جتنا وہ پہلے تھا۔

۱۸

خوش قسمتی کا پسندیدہ اور بد قسمتی کا بچہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مغرور شہزادہ تھا جس کی ایک بیٹی تھی۔ لیکن بیٹی بد نصیبی کی اولاد تھی۔ جب اس کی شادی کا وقت آیا تو اس نے اپنے تمام امیدواروں کو اپنے باپ کے محل کے سامنے جمع کیا۔ وہ ان کے درمیان سرخ ریشم کی ایک گیند پھینکنے والی تھی اورجوبھی اسے پکڑتاوہ اس کا شوہر بن جاتا۔ اب قلعے کے سامنے بہت سے شہزادے اورنوابین جمع تھے اور ان کے درمیان ایک بھکاری بھی تھا۔ اور شہزادی ڈریگنوں کو اپنے کانوں میں رینگتے اور اس کے نتھنوں سے دوبارہ باہر نکلتے دیکھ سکتی تھی، کیونکہ وہ خوش قسمتی کا بچہ تھا۔ چنانچہ اس نے گیند بھکاری کی طرف پھینکی اور اس نے اسے پکڑ لیا۔

اس کے والد نے غصے سے پوچھا: تم نے گیند بھکاری کے ہاتھ میں کیوں پھینکا؟

"وہ خوش قسمتی کا پسندیدہ ہے،" شہزادی نے کہا، "میں اس سے شادی کروں گی، اور پھر، شاید، میں اس کی خوش قسمتی میں شریک ہو جاؤں گی۔"

لیکن اس کے والد نے اس کی بات نہیں سنی، اور چونکہ اس نے اصرار کیا، اس نے غصے میں اسے محل سے نکال دیا۔ چنانچہ شہزادی کو بھکاری کے ساتھ جانا پڑا۔ وہ اس کے ساتھ ایک چھوٹی جھونپڑی میں رہتی تھی، اور اسے جڑی بوٹیوں اور جڑوں کو تلاش کرنا پڑتا تھا، اور انہیں خود پکانا پڑتا تھا، تاکہ ان کے پاس کھانے کو کچھ ہو۔ اور اکثر وہ دونوں بھوکے رہتے تھے۔

ایک دن اس کے شوہر نے اس سے کہا: "میں نکلوں گا اور اپنی قسمت تلاش کروں گا۔ اور جب مجھے خوش قسمتی مل جائے گی تو میں دوبارہ واپس آؤں گا اور تمہیں لے جاؤں گا۔ شہزادی راضی تھی، اور وہ چلی گیا، اور اٹھارہ سال کے لیے چلا گیا۔ دریں اثنا، شہزادی تنگی اور مصیبت میں رہتی تھی، کیونکہ اس کا باپ سخت اور بے رحم تھا۔ اگر اس کی ماں اسے چپکے سے کھانا اور پیسہ نہ دیتی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس سارے عرصے میں بھوک سے مر جاتی۔

لیکن بھکاری کو اپنی قسمت مل گئی، اور بالآخر وہ شہنشاہ بن گیا۔ وہ واپس آیا اور اپنی بیوی کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ تو وہ اسے نہیں پہچان پارہی تھی وہ صرف یہ جانتی تھی کہ اس کے سامنے ایک طاقتور شہنشاہہے ۔

اس نے اس سے پوچھا کہ اس کے حالات کیسے ہیں ؟۔

"تم مجھ سے کیوں پوچھتے ہو کہ میرے حالات کیسے ہیں ؟" اس نے جواب دیا. "مجھے آپ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوا۔"

"اور تمہارا شوہر کون ہو سکتا ہے!"

"میرا شوہر بھکاری تھا۔ وہ اپنی قسمت تلاش کرنے چلا گیا۔ یہ اٹھارہ سال پہلے کی بات ہے اور وہ ابھی تک واپس نہیں آیا۔

"اور تم نے ان تمام برسونمیں کیا کیا؟"

’’میں اس کے واپس آنے کا انتظار کر رہی ہوں۔‘‘

"کیا تم کسی اور سے شادی کرنا چاہتی ہو، یہ دیکھ کر کہ وہ اتنے دنوں سے غائب ہے؟"

’’نہیں، میں مرتے دم تک اس کی بیوی رہوں گی۔‘‘

جب شہنشاہ نے دیکھا کہ اس کی بیوی کتنی وفادار ہے تو اس نے اسے بتایا کہ وہ کون ہے، اس نے شہزادی کوشاندار لباس پہنایا اور اسے اپنے ساتھ اپنے شاہی محل میں لے گیا۔ اور وہاں وہ شان و شوکت سے رہنے لگے۔

کچھ دنوں کے بعد شہنشاہ نے اپنی بیوی سے کہا: "ہم ہر دن تہواروں میں گزارتے ہیں، گویا ہر دن نیا سال ہو۔"

اس کی بیوی نے جواب دیا، ’’اور ہم جشن کیوں نہ منائیں، چونکہ اب ہم شہنشاہ اور ملکہبن چکے ہیں؟‘‘

اس کی بیوی چونکہ بدقسمتی کی اولاد تھی اس لیےجب اسے ملکہ ہوئے اٹھارہ دن سے زیادہ نہیں ہوئے تھے کہ وہ بیمار پڑی اور مر گئی۔ لیکن اس کا شوہر کئی سال تک زندہ رہا۔

نوٹ: "قسمت کا پسندیدہ اور بدقسمتی کا بچہ" ایک روایتی طور پر بیان کردہ پریوں کی کہانی ہے۔ ڈریگن سامراجی حکمرانی کی علامت ہے، اور نئے سال کی عیدیں، جو بوڑھے اور نوجوان ہفتوں تک مناتے ہیں، چینی تہواروں میں سب سے بڑا ہے۔

۱۹

لومڑی اور شیر

ایک دفعہ ایک لومڑی شیر سے ملی۔ اس نے اپنے دانت نکالے، پنجے پھیلائے اور اسے نگلنے ہی والا تھا۔ لیکن لومڑی بولی اور بولی"میرے پیارے صاحب،آپ کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ آپ ہی جانوروں کے بادشاہ ہیں۔ آپ ہمت کا میری ہمت سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ چلو اکٹھے چلتے ہیں، اور آپ میرے پیچھے چلیں۔ اور اگر لوگ مجھے دیکھ کر خوفزدہ نہ ہوں تو آپ مجھے کھا جائیں۔ شیر راضی ہوگیا ، چنانچہ لومڑی اسے ایک وسیع شاہراہ پر لے گئی۔ لیکن جب مسافروں نے دور سے شیر کو دیکھا تو سب ڈر گئے اور بھاگ گئے۔

پھر لومڑی نے کہا: "اس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں پہلے لوگوں کے سامنے گئی ، اور لوگوں نے مجھے دیکھا اور آپ کو دیکھا تکنہیں تھا۔

اور اس کے بعد شیر دم دبا کربھاگ گیا۔

شیر نے خوب کہا تھا کہ لوگ لومڑی سے ڈرتے ہیں، لیکن اس نے یہ نہیں سوچا کہ لومڑی نے لوگوں پر شیر کی دہشت کو ہی استعمال کیا تھا۔

نوٹ: یہ عالمگیر مشہور افسانہ روایتی طور پر بتایا جاتا ہے۔ چین میں جانوروں کے افسانے بہت کم ہیں۔

۲۰

لومڑی اور کوا

لومڑی چاپلوسی کرنا جانتی ہے اوربہت سی چالاکیاں اسے آتی ہیں ۔ ایک دفعہ اس نے ایک کوے کو دیکھا، جو اپنی چونچ میں گوشت کا ٹکڑا لیے درخت پر بیٹھاتھا۔ لومڑی نے درخت کے نیچے سے اس کی طرف دیکھا اور اس کی تعریف کرنےلگی۔"تمہارا رنگ،" اس نے شروع کیا، "خالص سیاہ ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے پاس لاؤتزے کی تمام حکمتیں اور دانش موجود ہیں، جو اپنے علم کو اندھیرے میں چھپاناجانتا ہے۔ جس طرح سے آپ اپنی ماں کو کھانا کھلاتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے والدین سےوہی پیار ہے جو ماسٹر ڈیسونگ اپنے والدین کے لیے رکھتے تھے۔

آپ کی آواز کھردری اور مضبوط ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ میں وہ ہمت ہے جس طرح بادشاہ ہیانگ نے ایک بار محض آواز سے اپنے دشمنوں کو بھگا دیا۔ سچ میں، آپ پرندوں کے بادشاہ ہیں!"

کوّا یہ سن کر خوشی سےپھول گیااور کہنے لگا: "میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں!"

اور اس سے پہلے کہ اسے معلوم ہوتا، گوشت اس کی کھلی ہوئی چونچ سے زمین پر گر گیا۔

لومڑی نے گوشت کو پکڑااور کھا گئی، اور پھر ہنسی اور کہا: "میرے پیارے صاحب، اس کا دھیان رکھیں: اگر کوئی بلاوجہ آپ کی تعریف کرے، تو اس کے پاس ایسا کرنے کی کوئی وجہ ہوگی۔"

۲۱

آگ کاخدا

فو ہیو کے زمانے سے بہت پہلے، ڈیشو یونگ، جادوئی ویلڈر، آدمیونکا حکمران تھا۔ اس نے آگ کا استعمال دریافت کیا، اور آنے والی نسلوں نے اپنا کھانا پکانا اس سے سیکھا۔ اس لیے اس کی اولاد کو آگ کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی، جب کہ وہ خود آگ کا خدا بنا۔ وہ سرخ خداکی شکل ہے، وہ دنیا کی ابتدا سےپانچ بزرگونمیں سے ایک ہے۔ آگ کے خدا کو مقدس جنوبی پہاڑ کے خداکے طور پر پوجا جاتا ہے۔ آسمانوں میں آگ کا ستارہ، آسمان کا جنوبی حصہ اور سرخ پرندہ اس کے دائرے میں ہے۔ جب آگ کا خطرہ ہوتا ہے تو آگ کا ستارہ ایک عجیب چمک کے ساتھ چمکتا ہے۔ جب لاتعداد آگ کے کوّے کسی گھر میں اڑتے ہیں تو یقینی طور پر اس میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

چار دریاؤں کے ملک میں ایک آدمی رہتا تھا جو بہت امیر تھا۔ ایک دن وہ اپنی گاڑی میں سوار ہوا اور ایک طویل سفر پر نکلا۔ اور اس کی ملاقات ایک لڑکی سے ہوئی، جو سرخ لباس پہنے ہوئے تھی، اس نے التجا کی کہ اسے بھی ساتھ لے لیا جائے ۔ اس نے لڑکی کو ویگن میں بٹھا لیااور اس کی طرف دیکھے بغیرآدھے دن تک گاڑی چلاتا رہا۔ پھر وہ لڑکی پھر باہر نکلی اور الوداعی انداز میں کہا: ’’تم واقعی ایک اچھے اور ایماندار آدمی ہو، اور اس لیے مجھے تم سے سچ کہنا ضروری ہے۔ میں آگ کا خدا ہوں۔ کل تمہارے گھر میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ اپنے معاملات کو ترتیب دینے اور جو کچھ آپ کر سکتے ہو اسے بچانے کے لیے فوراً گھر پہنچو!” خوفزدہ ہو کر، آدمی نے اپنے گھوڑوں کو دوڑایا اورجتنی تیزی سے ہو سکتا تھا گھر پہنچگیا۔ اس کے پاس جو خزانے تھے یعنی زیور کپڑے اور دیگر قیمتی چیزیں اس نے گھر سے باہر نکال دیے اور جب وہ سونے کے لیے لیٹنے ہی والا تھا کہ چولہے پر آگ بھڑک اٹھی جسے اس وقت تک بجھایا نہیں جا سکتا تھا جب تک کہ پوری عمارت خاک اور راکھ میں نہ گر جائے۔ اس کے باوجود، آگ خدا کا شکر ہے، اس شخص نے تقریباً اپنا تمام قیمتی سامان بچا لیا تھا۔

.

۲۲

پھول یلوس

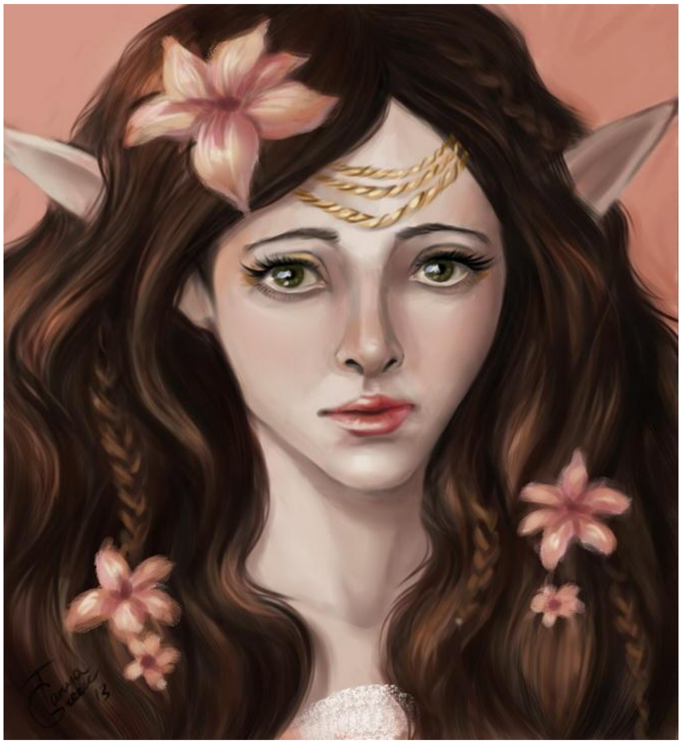

ایک زمانے میں ایک عالم تھا جس نےپوشیدہ حکمت حاصل دنیا ترک کی تھی۔ وہ تنہا اور خفیہ جگہ پر رہتا تھا۔ اور اس چھوٹے سے گھر کے بارے میں جس میں وہ رہتا تھا اس نے ہر قسم کے پھول اور بانس اور دوسرے درخت لگائے تھے۔ وہاں یہ پھولوں کی گھنی جھاڑیوں کی آڑ میں بیٹھا رہتا تھا۔ صرف ایک لڑکا اس کانوکر تھا، جو ایک الگ جھونپڑی میں رہتا تھا، اور اس کے حکم کی تعمیل کرتا تھا۔ اسے اپنے آقا کے سامنے پیش ہونے کی اجازت نہیں تھی جب تک اسےطلب نہ کیا جائے۔ عالم کو اپنے پھولوں سے پیار تھا ان کی دیکھ بھال وہ خود کرتا تھا۔ اس نے کبھی اپنے باغ کی حدود سے آگے قدم نہیں رکھا۔ایسا ہوا کہ ایک بار بہار کی ایک خوبصورت شام آئی۔ پھول اور درخت پوری طرح کھلے ہوئے تھے، تازہ ہوا چل رہی تھی، چاند صاف چمک رہا تھا۔ اور عالم اپنے پیالے پر بیٹھ گیا اور زندگی کے تحفے کا شکر گزار تھا۔

اچانک اس نے دیکھا کہ سیاہ کپڑوں میں ملبوس ایک لڑکی چاندنی کی روشنی میں اوپر آتی ہے۔ اس نے ایک نہایتشائستگی کی، اسے سلام کیا اور کہا: "میں آپ کی پڑوسی ہوں۔ ہم نوجوان نوکرانیوں کا ایک گروپ ہیں جو اٹھارہ خالاؤنسے ملنے کے لیے جارہا ہے۔ہم اس باغ میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتے ہیں ، اور اس کے لیے آپ کی اجازت درکار ہے ۔‘‘
عالم نےسمجھا کہ یہ ایک عام بات ہے، اور خوشی سے اجازت دے دی۔ لڑکی نے شکریہ ادا کیا اور چلی گئی۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ لڑکیوں کے ایک پورے ہجوم کو لے آئی جن کے ہاتھوں میں پھول اور بیدکی شاخیں تھیں۔ سب نے عالم کو سلام کیا۔ وہ دلکش، نازک دبلی پتلی اور خوش مزاج نرم خو شخصیت کی مالک تھیں س۔ جب ان نوکرانیوں نے نے اپنی آستینیں ہلائیں تو ایک خوشگوار خوشبو پھیل گئی۔ انسانی دنیا میں کوئی ایسی خوشبو نہیں ہے جس کا اس سے موازنہ کیا جا سکے۔

عالم نے انہیں اپنے کمرے میں کچھ دیر بیٹھنے کی دعوت دی۔ پھر اُس نے اُن سے پوچھا: ”مجھے کس کی تواضع کرنے کا اعزاز حاصل ہورہا ہے؟ کیا آپ چاند میں رہنے والی خاتون کے قلعے سے آئی ہیں یا مغرب کی ملکہ ماں کے جیڈ اسپرنگ سے؟"ہم اتنا اونچا دعوئٰ کیسے کر سکتے ہیں؟" سبزگاؤن میں ملبوس لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرا نام سیلکس ہے۔" پھر اس نے سفید لباس میں ملبوس ایک لڑکی کا تعارف کرایااور کہا: "یہ مالکن پرونوفورا ہے"۔ پھر گلابی لباس ملبوس حسینہ کے

بارے میں کہا ، "اور یہ پرسیکا ہے"؛ اور آخر میں ایک گہرے سرخ گاؤن میں، "اور یہ پونیکا ہے۔ ہم سب بہنیں ہیں اور ہم آج اٹھارہ مغربی ہواؤں والیخالاؤں سے ملنے جانا چاہتے ہیں۔ آج شام کو چاند بہت خوبصورت اور روشن ہے اور یہ یہاں باغ میں بہت دلکشی ہے۔ ہم پر مہربانی کرنے کے لیے ہم آپ کے بہت شکر گزار ہیں۔''

''جی ہاں،'' عالم نے کہا۔

پھر مودب نوکر نے اچانک اعلان کیا: "مغربی ہواؤں کیخالائیں آچکی ہیں!"

لڑکیاں فوراً اٹھیں اور ان سے ملنے دروازے پر گئیں۔

"ہم ابھی آپ سے ملنے کے لیے آنے ہی والے تھے، خالہ،" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یہاں اس شریف آدمی نے ہمیں صرف ایک لمحے کے لیے بیٹھنے کیدعوتدی تھی۔ کتنا خوشگوار اتفاق ہے کہ خالائیں آپ بھی یہاں آگئیں۔

یہ اتنی پیاری رات ہے کہ ہمیں آپ کی خالاؤں کے اعزاز میں امرت کا ایک پیالہ پینا چاہیے!

اس پر انہوں نے نوکر کو حکم دیا کہ جو یہ مانگیں لے آؤ۔

"کیا کوئی یہاں بیٹھ سکتا ہے؟" خالاؤں نے پوچھا.

"گھر کا مالک بہت مہربان ہے،" لڑکیوں نے جواب دیا، "یہ جگہ پرسکون اورچھپی ہوئی ہے۔"

اور پھر انہوں نے خالاؤنکو عالم کے سامنے پیش کیا۔ اس نے اٹھارہ خالاؤنسے نہایت محبت سے بات کی۔ لیکن خالاؤں کا انداز کچھ غیر ذمہ دارانہ اور سطحی تھا۔ ان کے الفاظ میں سرد مہری تھی ۔

ادھر خادم پہلے ہی میز اور کرسیاں لے آیا تھا۔ اٹھارہ خالائیں تختے کے اوپری سرے پر بیٹھ گئیں، نوکرانیاں ان کے پیچھے اور عالم ان کے ساتھ سب سے نچلی جگہ پر بیٹھ گیا۔ جلد ہی پورادسترخوان انتہائی لذیذ کھانوں اور شاندار پھلوں سے بھر گیااور پیالے ایک خوشبودار امرت سےلبریز ہو گئے۔ وہ ایسی لذتیں تھیں جسے آدمیوں کی دنیا نہیں جانتی ! چاند چمک رہا تھا اور پھولوں سے نشہ آور خوشبو نکل رہی تھی۔ کھانے پینے کے بعد لڑکیاں اٹھیں، ناچنے اور گانے لگیں ۔

ان کے گانے کی میٹھی آواز گونج رہی تھی ماحول کی اداسی کم ہورہی تھی اور ان کا رقص ایسا تھا جیسے پھولوں پرتتلیاں پھڑپھڑا رہی ہوں۔ عالم اس قدر مسرت سے مغلوب تھا کہاسے یہ بھی احساس نہیں تھا کہ وہ جنت میں ہے زمین پر۔

جب رقص ختم ہوا تو لڑکیاں دوبارہ دسترخوان پر بیٹھ گئیں، اور خالاؤں کی صحت کا جام امرت پینے لگی۔ اس عالم کو بھی جام صحتکے ساتھ یاد کیا گیا جس کا جواب انہوں نےبہترین کلمات سے دیا۔

لیکن اٹھارہ خالائیں کچھ غیر ذمہ دار تھیں۔ ان میں سے ایک نے اپنا پیالہ اٹھاتے ہوئے غلطی سے پنیکا کے لباس پر کچھ امرت ڈال دیا۔ پنیکا، جو جوان اور شعلہ بیان تھی، اور بہت صاف ستھری تھی، جب اس نے اپنے سرخ لباس پر اس دھبےکو دیکھا تو غصے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم واقعی بہت لاپرواہ ہو۔'' وہ غصے سے بولی۔ "میری دوسری بہنیں تم سے ڈر سکتی ہیں، لیکن میں نہیں ہوں!"

پھر خالہ بھی غصے میں آگئیں اور کہنے لگیں: ''اس نوجوان چھوکریکی ہمت کیسے ہوئی کہ ہمیں اس طرح طعنہ دے!''

اور اُس کے ساتھ ہی اُنہوں نے اپنے کپڑےسمیٹے اور اُٹھ کھڑی ہوئیں ۔

تب تمام لڑکیاں جمع ہوگئیں اور کہا: "پنیکا کم عمراور ناتجربہ کار ہے! آپ اس کے بارے میں کوئی برا گمان نہ کریں ! کل وہ آپ کے پاس ہاتھ میں چھڑی لے کر جائے گی، تاکہ آپ اسے سزا دے سکیں !

لیکن اٹھارہ خالاؤں نے ان کی ایک نہ سنی اور چلی گئیں۔ اس کے بعد لڑکیوں نے بھی الوداع کہا، پھولوں کے بستروں میں بکھر کر غائب ہو گئیں۔ عالم دیر تک گم سم بیٹھا رہا۔

اگلی شام کو سب لڑکیاں دوبارہ آئیں۔

"ہم سب آپ کے باغ میں رہتے ہیں،" انہوں نے اسے بتایا۔ "ہر سال ہمیں شرارتی ہوائیں ستاتی ہیں ، اور اسی لیے ہم نے ہمیشہ اٹھارہ خالاؤں سے کہا ہے کہ وہ ہماری حفاظت کریں۔ لیکن کل پنیکا نے ان کی توہین کی، اور اب ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہماری مدد نہیں کریں گی۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ نے ہمیشہ ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کیا ہے، جس کے لیے ہم تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔

اور ابآپ ہم پر یہ احسان کیجئے کہ ہر نئے سال کے دن آپ ایک چھوٹا سا سرخ رنگ کا جھنڈابنائیے ، اس پر سورج، چاند اور پانچ سیارے پینٹ کیجئے ، اور اسے باغ کے مشرقی حصے میں لگائیے ۔ تب ہم بہنیں سکون سے رہ سکیں گےاور تمام برائیوں سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن چونکہ اس سال نئے سال کا دن گزر چکا ہے، اس لیے ہم التجا کرتے ہیں کہ آپ اس مہینے کی اکیس تاریخ کو جھنڈا لگائیں گے۔ کیونکہ مشرقی ہوا آرہی ہے اور جھنڈا اس کے خلاف ہماری حفاظت کرے گا۔

اس عالم نے آسانی سے ایسا کرنے کا وعدہ کیا، اور لڑکیوننے ایک آواز میں کہا: "ہم آپ کی عظیم مہربانی کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ہم اس کا اچھابدلہ دیں گے۔" پھر وہ چلی گئیں اور ایک میٹھی خوشبو پورے باغ میں پھیل گئی۔

اس عالم نے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، ایک سرخ جھنڈا بنایا، اور جب صبح سویرے سوال میں مشرقی ہوا چلنا شروع ہوئی، تو اس نےفوراً ہی اسے باغ میں لگا دیا۔

اچانک ایک جنگلی طوفان آیا، جس کی وجہ سے جنگلات جھک گئے، اور درخت ٹوٹ گئے۔لیکن باغ کے پھولوں کی ایک پتی بھی نہیں ہلی ۔

پھر عالم نے دیکھا کہ سیلکس بید تھی۔ پرنوفورا بیر تھی ؛ پرسیکا آڑو، اور چٹ پٹی پنیکا انار، جن کے طاقتور پھولوں کو ہوا نہیں پھاڑ سکی ۔ اٹھارہ مغربی ہواؤں کی خالائیں البتہ ہواؤں کی روحیں تھیں۔

شام کو پھولوں کی پریاں آئیں اور اس عالم کو شکریے کے طور پر روشن پھول دیے۔

"آپ نے ہمیں بچایا ہے،" انہوں نے کہا، "اور ہمارے پاس اور کچھ نہیں ہے جو ہم آپ کو دے سکتے ہیں۔ اگر آپ ان پھولوں کو کھائیں گے تو آپ لمبی عمر پائیں گے اور بڑھاپے سے بچیں گے۔ اور اگر آپ بدلے میں ہر سال ہماری حفاظت کریں گے تو ہم بہنیں بھی لمبی عمر پائیں گی۔

عالم نے جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا اور پھول کھائے۔ اور اس کی شکل بدل گئی اور وہ پھر سے بیس سال کاجوان ہوگیااور وقت گزرنے کے ساتھ اس نے پوشیدہ حکمت حاصل کی اور لافانی لوگوں میں شامل ہو گیا۔

۲۳

چار ڈریگن

ایک زمانے میں، زمین پر کوئی دریا اور جھیلیں نہیں تھیں، لیکن صرف مشرقی سمندر، جس کی حفاظت وہاں رہنے والے چار ڈریگن کررہے تھے: لمباڈریگن، پیلا ڈریگن، کالاڈریگن اور پرل ڈریگن۔ ایک دن چاروں ڈریگن سمندر سے آسمان کی طرف اڑ گئے۔ وہ بادلوں کے درمیان دوڑتے ہوئےآگےبڑھے اور غوطہ لگانے لگے۔

''جلدی ادھر آؤ!'' پرل ڈریگن نے اچانک چیخ ماری۔"کیا؟" باقی تینوں سے پوچھا، نیچے کی طرف دیکھتے ہوئے جہاں پرل ڈریگن نے اشارہ کیا تھا۔

زمین پر انہوں نے بہت سے لوگوں کو پھل اور کیک ڈالتے اور بخور جلاتے دیکھا۔ وہ عبادت کررہے تھے۔ ایک سفید بالوں والی عورت، جس کی پیٹھ پر ایک پتلا لڑکا تھا، زمین پر گھٹنے ٹیکتی ہوئی، بڑبڑائی، ''اے آسمان کے خدا، ہمارے بچوں کو کھانے کو چاول دینے کے لیے جلدی سے بارش بھیج دیں۔''

بارش کافی دیر سے نہیں ہوئی تھی۔ فصلیں مرجھا گئیں، گھاس پیلی ہو گئی اور چلچلاتی دھوپ میں کھیت سوکھ گئے تھے۔

''یہ لوگ کتنے غریب ہیں! وہ بھوکے مر رہے ہیں!" پیلے ڈریگن نے کہا۔ "اور اگر جلد بارش نہ ہوئی تو وہ مر جائیں گے۔"

لمبےڈریگن نے سر ہلایا۔ پھر اس نے مشورہ دیا، "چلو چلیں اور جیڈ شہنشاہ سے بارش کی بھیک مانگیں۔"

یہ کہہ کر وہ بادلوں میں کود گیا۔ دوسروں نے قریب سے پیچھا کیا اور آسمانی محل کی طرف اڑ گئے۔ زمین اور سمندر میں آسمان کے تمام امور کا انچارج ہونے کے ناطے، جیڈ شہنشاہ بہت طاقتور تھا۔ وہ ڈریگنوں کو اندر آتے دیکھ کر خوش نہیں ہوا۔

''تم سمندر میں رہنے کے بجائے یہاں کیوں آئے ہو؟''

لمبےڈریگن نے آگے بڑھ کر کہا، "زمین پر فصلیں مرجھا رہی ہیں، مہاراج۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جلدی سے بارش برسائیں!

"بالکل ٹھیک. تم پہلے واپس جاؤ، میں کل بارش برساؤں گا۔" جیڈ شہنشاہ اس وقت پریوں سے گانا سن رہا تھا اس نے ڈریگنوں کو ٹالنے کے لیے وعدہ کرلیا۔

چاروں ڈریگنوں نے جواب دیا، "شکریہ، مہاراج!"

چاروں ڈریگن خوشی خوشی واپس سمندر میں چلے گئے۔ لیکن دس دن گزر گئے اور بارش نہ ہوئی۔ عوام میں بے چینی بڑھ رہی تھی اور وہ مزید تکلیف میں تھے۔ کچھ چھال کھا رہے تھے، کچھ گھاس کی جڑیں، کچھ چھال اور گھاس کی جڑیں ختم ہونے پر سفید مٹی کھانے پر مجبور ہو گئے۔ یہ سب دیکھ کر، چاروں ڈریگن غمگین ہوئے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جیڈ شہنشاہ صرف خوشیوں کی پرواہ کرتا ہے، اور لوگونکے دل کبھی نہیں جیتا۔ وہ جانتے تھے کہ انہیں مدد کرنی ہے۔ لیکن یہ کیسے کریں؟ وسیع سمندر کو دیکھ کر لمبےڈریگن نے کہا کہ اسے ایک خیال آیا ہے۔

"کیا خیال ہے جلدی بتاؤ باقی تین ڈریگن بولے۔"دیکھو، یہ سمندر جہاں ہم رہتے ہیں یہاں وافر پانی نہیں ہے کیا؟ ہمیں اسے اٹھا کر آسمان سے زمین پراسپرے کرنا چاہیے۔ پانی بارش کے قطروں کی طرح ہوگا اور لوگوں اور ان کی فصلوں کو بچانے کے لیے نیچے آئے گا،'' لمبے ڈریگن نے کہا۔

"اچھا خیال ہے!" دوسرے ڈریگن نے کہا، وہ سب مدد کرنے پر راضی ہو گئے۔

"لیکن،" لمبےڈریگن نے تھوڑا سوچنے کے بعد کہا، "اگر جیڈ شہنشاہ کو اس کا علم ہو گیا تو ہم پر الزام لگایا جائے گا۔"

''میں لوگوں کو بچانے کے لیے کچھ بھی کروں گا،'' پیلے ڈریگن نے عزم سے کہا۔

"تو پھر شروع کرتے ہیں۔ ہمیں اس پر کبھی افسوس نہیں ہوگا،" لمبےڈریگن نے کہا۔

کالاڈریگن اور پرل ڈریگن بھی پیچھے نہیں رہنے والے تھے۔ وہ سمندر کی طرف اڑ گئے، اپنے منہ میں پانی بھرا، اور پھر واپس آسمان کی طرف اڑ گئے، جہاں انہوں نے پانی کو زمین پر چھڑک دیا۔ چاروں ڈریگن آگے پیچھے اڑ گئے اور آسمان کو چاروں طرف اندھیرا کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں سمندر کا پانی آسمان سے برسنے والی بارش بن گیا۔

"بارش ہو رہی ہے! بارش ہو رہی ہے! فصلیں بچ جائیں گی! لوگ چیخےاور خوشی سے اچھل پڑے۔

زمین پر گندم کے ڈنٹھل نے سر اٹھایااور جوار کے پودےسیدھے ہو گئے۔ سمندر کے دیوتا نےاس واقعے کی خبرجیڈ شہنشاہ کو دی۔

"چاروں ڈریگنوں کی ہمت کیسے ہوئی کہ میری اجازت کے بغیر بارش برسائیں!" جیڈ شہنشاہ نے کہا۔

جیڈ شہنشاہ کو غصہ آیا، اور اس نے آسمانی جرنیلوں اور ان کی فوجوں کو چاروں ڈریگنوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے، چاروں ڈریگن اپنا دفاع نہیں کر سکے، اور جلد ہی انہیں گرفتار کر کے آسمانی محل میں واپس لایا گیا۔

"جاؤ اور ان پر چار پہاڑ لاد دوتاکہ وہ کبھی بچ نہ سکیں۔" جیڈ شہنشاہ نے پہاڑی خدا کو حکم دیا۔

پہاڑی خدا نے اپنی جادوئی طاقت کا استعمال کرتے ہوئے چار پہاڑوں کو وہاں اڑایا، دور سے ہوا میں سیٹی بجائی، اوران کے نیچے چاروں ڈریگنوں کو دبا دیا ۔ وہ قید ہوگئے لیکن انہیں اپنے کیے پر کبھی کوئی پچھتاوا نہیں ہوا۔

لیکن جیسا کہ وہ ہمیشہ سےلوگوں کی بھلائی کے لیے پرعزم تھے، انھوں نے اپنے آپ کو چار دریاؤں میں بدل دیا، جو بلند و بالا پہاڑوں اور گہری وادیوں سے گزر کر مغرب سے مشرق کی طرف زمین کو عبور کرتے ہوئے آخر کار سمندر میں جا گرے۔

اور اس طرح چین کے چار عظیم دریا ڈریگنوں کی مہربانی سے بنے ہیں- شمال میں ہیلونگ جیانگ (سیاہ ڈریگن)، وسطی چین میں ہوانگے (پیلا دریا)، جنوب میں یانگسی (لمبادریا) اور بہت دور جنوب مینژوجیانگ (پرل) دریا ہے۔

٢٤

فاکس فائر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مضبوط نوجوان کسان ایک شام بازار سے دیر سے گھرپہنچا۔ وہ ایک امیر شریف آدمی کے باغات کے راستے سے گزر رہا تھا، جس میں کئی اونچی عمارتیںتھیں۔ اچانک اس نے باغات کے اندر ہوا میں ایک چمکتی ہوئی چیز کو دیکھا جو کرسٹل کے گولے کی طرح چمک رہی تھی۔ وہ حیران ہوا، اور باغ کے چاروں طرف دیوار پر چڑھ گیا، لیکن وہاں کوئی انسان نظر نہیں آیا۔ اس نے جو کچھ دیکھا، وہ کچھ فاصلے پر تھا، ایک کتا تھا جو چاند طرف دیکھ رہا تھا اور جب بھی اس کی سانس نکلتی تو اس کے منہ سے آگ کا گولہ نکلتا اور چاند پر چڑھ جاتا۔ اور جب وہ سانس چھوڑتا تو گولہ نیچے ڈوب جاتا، اور کتا اسے اپنے جبڑوں میں گیند کی طرح پکڑ لیتا۔ اورکسان بغیر رکے آگے بڑھ گیا۔ تب کسان کو معلوم ہوا کہ یہ ایک لومڑی تھی، جو زندگی کا امرت تیار کر رہی تھی۔

وہ گھاس میں چھپ گیا اور اس وقت تک انتظار کرتا رہا جب تک کہ آگ کا گولہ دوبارہ نیچے نہ آئے، تقریباً اس کے اپنے سر کی اونچائی پر۔ پھر وہ جلدی سے اپنے چھپنے کی جگہ سے نکلا، اسے لے کرفوراً ہی نگل گیا۔ وہ اس کی چمک محسوس کر سکتا تھا جب یہ اس کے گلے سے نیچے اس کے پیٹ میں جاتا تھا۔ جب لومڑی نے دیکھا کہ کیا ہوا ہے تو وہ غصے میں آگئی۔ اس نے غصے سے کسان کی طرف دیکھا، لیکن اس کی طاقت سے ڈر گئی ۔ اس وجہ سے اس نے اس پر حملہ کرنے کی ہمت نہ کی بلکہ غصے سے اپنے راستے پر چل پڑی۔

اس وقت سے کسان لڑکا اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل کرنے لگا وہ بھوتوں اور شیطانوں کو دیکھنے کے قابل تھا، اور روح کی دنیا کے ساتھ ملاپ کر سکتا تھا۔ بیماری کی حالت میں جب لوگ بے ہوش ہو جاتے تھے تو وہ ان کی روحوں کو واپس بلا سکتا تھا اور اگر کسی نے گناہ کیا تھا تو وہ ان کے لیے التجا کر سکتا تھا۔ اس خوبی کی بدولت اس نے بہت پیسہ کمایا۔

جب وہ پچاس سال کا ہوا تو اس نے ان تمام چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اب وہ اپنے اس ہنر کی مشق نہیں کرتا تھا۔ گرمیوں کی ایک شام وہ اپنے آنگن میں بیٹھا ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وہانبیٹھے بیٹھے اس نے مشروب کے کئی پیالے پیے اور آدھی رات تک اسےگہری نیند آگئی۔ اچانک وہ اپنے آپ کوبیمار محسوس کرتے ہوئے بیدار ہوا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی اس کی پیٹھ پر تھپکی دے رہا ہے اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتا اس کے گلے سے آگ کا گولہ نکل گیا تھا۔ ایک دم ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھا اور آواز آئی: "تیس سال تک تم نے میرا خزانہ مجھ سے چھین رکھا ہے، اور ایک غریب کسان کے لڑکے سے تم ایک امیر آدمی بن گئے ہو۔ اب آپ کے پاس کافی ہے، اور میں اپنے فائر بال کو دوبارہ حاصل کرنا چاہوں گی!اس سے قبل کہ آدمی کو معلوم ہوتا کہ کیا ہوا ہے، لومڑی چلی گئی۔

نوٹ: کہانی کا بنیادی خیال یہ عقیدہ ہے کہ لومڑی اپنی سانس سے زندگی کا امرت تیار کرتی ہے، جو اسےچاند پر چڑھنے میں مدد دیتاہے۔ اگر کوئی چور اس سے امرت لوٹ سکتا ہے تو وہ مافوق الفطرت طاقتیں حاصل کرسکتاہے۔

۲۵

اڑنے والا دیو

ایک زمانے کی بات ہےسیانفو میں ایک بوڑھا بدھ راہب رہتا تھا، جو تنہا گھومنا پسند کرتا تھا۔ گھومتے پھرتے وہ ایک دفعہ کوکو نور کے پاس پہنچااور وہاں اس نے ایک درخت دیکھا جو ایک ہزار فٹ اونچا اور چوڑائی میں اس کی بہت سی رسیاں تھیں ۔ یہ اندر سے کھوکھلا تھا اور اوپر سے کوئی بھی آسانی سے اس میں سے آسمان کو چمکتا ہوا دیکھ سکتا تھا۔

جب اس نےچند میل کا سفر طے کیا تو اس نے دور سے ایک لڑکی کو دیکھا جو سرخ کوٹ میں ملبوس، ننگے پاؤں اور کھلے بالوں والی، آندھی کی طرح تیز چل رہی تھی۔ ایک دم وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"مجھ پر رحم کرو اور میری جان بچاؤ!" لڑکی نے اس سے کہا.

جب راہب نے اس سے پوچھا کہ اس کو کیا پریشانی ہے تو اس نے جواب دیا: "ایک آدمی میرا تعاقب کر رہا ہے۔ اگر آپ اسے بتائیں گے کہ آپ نے مجھے نہیں دیکھا تو میں عمر بھر آپ کی شکر گزار رہونگی!"اس کے ساتھ ہی وہ کھوکھلے درخت کی طرف بھاگی اور اس میں رینگ گئی۔

جب راہب کچھ آگے گیا تو اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو بکتر بند سواری پر سوار تھا۔ اس نے سونے کا لباس پہنا ہوا تھا، ایک کمان اس کے کندھوں پرتھی، اور اس کے پہلو میں ایک تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ اس کا گھوڑا بجلی کی رفتار سے دوڑا اور ہر قدم کے ساتھ دو میل کا فاصلہ طے کر لیا۔ وہ ہوا میں بھاگے یا زمین پر دوڑے، اس کی رفتار ایک جیسی تھی۔

"کیا تم نے سرخ کوٹ والی لڑکی کو دیکھا ہے؟" اجنبی نے پوچھا. اور جب راہب نے جواب دیا کہ اس نے کچھ نہیں دیکھا، تو اجنبی نےکہا: "بونز، تمہیں جھوٹ نہیں بولنا چاہیے! یہ لڑکی انسان نہیں بلکہ اڑتی ہوئی راکشس ہے۔ اڑنے والے دیوکی ہزاروں قسمیں ہیں، جو ہر جگہ لوگوں کے لیے تباہی لاتی ہیں۔ میں نے پہلے ہی ان کی بڑی تعداد کو مار ڈالا ہے، اور ان کے ساتھ بہت

اچھا کام کیا ہے۔ لیکن یہ سب سے برا ہے۔ کل رات آسمانوں کے خدانے مجھے تین احکامات دیےاور یہی وجہ ہے کہ میں آسمان سے جلدی سے نیچے اترا۔ اس عفریت کو پکڑنے کے لیے ہم میں سے آٹھ ہزار ہر سمت میں کام کر رہے ہیں۔ اگر تم سچ نہیں بولو گے، راہب، تو تم خود آسمان کے خلاف گناہ کر رہے ہو!"

اس گفتگو کے بعد راہب میں دھوکہ دینے کی مزید ہمت نہیں رہی اس نے کھوکھلے درخت کی طرف اشارہ کیا۔ آسمان کا قاصد نیچے اترا، درخت میں قدم رکھا اور اس کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے ایک بار پھر اپنے گھوڑے پر سوار کیا، جو اسے کھوکھلے تنے سے اوپر لے گیا اور درخت کے سرے سے باہر نکل گیا۔ راہب نے اوپر دیکھا اور درخت کی چوٹی سے ایک چھوٹی ساسرخ شعلہ نکلتے دیکھا۔ اس کے بعد آسمانوں کا قاصدآیا۔ دونوں بادلوں کی طرف اٹھے اور غائب ہو گئے۔ کچھ دیر بعد خون کی بارش ہوئی۔ راکشس کو شاید تیر لگ گیا تھا یا پکڑ لیا گیا تھا۔اس کے بعد راہب نے اس عالم کو کہانی سنائی جس نے اسے لکھا۔

نوٹ: یہ اڑنے والا عفریت بھی یکشا قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔

۲۶

راہب پری

چین کے شمال مغربی صوبوں میں سے ایک مشہور اور آبادی والے شہر میں مینگ نام کا ایک آدمی رہتا تھا۔ سب اس کے بارے میں جانتے تھےاس کی شہرت نہ صرف شہر بھر میں بلکہ دور دراز علاقوں تک بھی پھیل گئی تھی۔اس عظیم تجارتی مرکز میں کاروبار کرنے والے تمام تاجروں میں وہ سب سے زیادہ دولت مند اور کاروباری شخصیت تھا۔

اس نے ایک غریب لڑکے کی طرح زندگی کا آغاز کیا تھا۔ لیکن مقصد کی زبردست لگن اور کاروبار کے لیے مثبت ذہانت کے باعث، وہ قدم بہ قدم آگے ہی بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ ، وہ بے حد دولت مند ہو گیااور ان تمام شعبونمیں معروف رہنما تھا جن کے لیے یہ شہر مشہور تھا۔

جو شخص بھی مینگ سے ملتا تھا وہ اس کی تعریف کرتا تھا۔ وہ سادہ اورکھلے دل کا مالک تھا ۔اس کی اس خوبی نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور اس کی سخاوت نے اس کا نام پورے علاقے میں خوشبو کی طرح پھیلا دیا۔

چالیس سال پہلے وہ روزگار کی تلاش میں شہر آیا تھا۔ اس کے والد دور دراز کے ایک ضلع میں کسان تھے۔مینگ، زندگی کی خستہ حالی اور خراب موسموں کی وجہ سے اپنے گھر پر آنے والی پریشانیوں تنگی کی وجہ سے ، اپنی قسمت بنانے کے لیے بڑےشہر کی طرف نکل پڑا۔

اس کے پاس جو کچھ تھا وہ اس نے اپنی ذات پر خرچ کیا۔ اس نے بانس اورمضبوط رسیوں کی مدد سے اپنا کام شروع کیا، ایک مزدور اور قلی کی یہی چیزیں نشانیاں ہوتی ہیں ۔ جن جن لوگوں کے ساتھ اس نے کام کیا ان سب کے مشکل ترین کاموں کو نہایت ذمہ داری خوشدلی اورخوشگوار طریقے سے انجام دیاجس سے لوگ اس کے گرویدہ ہوگئے۔ اس وقت اس کی بہت مانگ تھی اور وہ پیسے بچا رہا تھا تاکہ قلی کا کام چھوڑکر کوئی کاروبار شروع کرسکے جس سے اسے معاشرے میں ایک زیادہ باوقار مقام ملے۔

وہ نہایت ہوشیار اور عقل سلیم کا مالک تھا۔ اپنی اسی صلاحیت کی وجہ سے کسی بھی تجارتی کام کو شروع کرتا تو اسے فائدہ ہوتا، اور چونکہ وہ مہذب اور خوش مزاج تھا، اس لیے ہر وہ شخص جس کا اس کے ساتھ کوئی کاروباری تعلق تھا، وہ اس کے ساتھ کام کرنے میں خوشی محسوس کرتا تھا۔ اس کی اسی خوبی نے اسے کامیابی کے راستے پر مسلسل ترقی دی نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے کئی برسوں کا سفر مہینوں میں کرلیا اس نے اپنے کاروبارکوایک بہت ہی منافع بخش لائن میں کھڑا کر لیا تھا ۔جس سے اس کے گھر میں دولت کی ریل پیل شروع ہوگئی تھی ۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس نے دور دراز کے شہروں میں اپنے کاروبار کی شاخیں کھولیں، اور اس کی شہرت مشرق کے دور دراز صوبوں تک پہنچ گئی، جہاں اس کے ساتھ تجارت کرنے والے تاجر اس کو اپنے سب سے زیادہ قابل اعتماد گاہکوں میں شمار کرتے تھے،وہ اس سےبہت خوش تھے ۔ وہ جتنا چاہتا اسے ادھار پر سودا دے دیتے۔

مینگ کی ایک خوش کن خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کے لیےشدید ہمدردی رکھتا تھا۔ اس کے پاس سونے کا دل تھا خوشحالی کے باوجود اس کی سخاوت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی ۔ جس نے بھی اس سے مدد مانگی اسے خالی ہاتھ نہیں بھیجا گیا۔ اپنی بقا کی جدوجہد کرنے والے دکاندار نے جب اس سےگڑ گڑا کر مدد کی اپیل کی جب اس کی بدقسمتی شروع ہوگئی تھی، مینگ نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اسے خاطر خواہ قرض دیاجس کی وجہ سے اس کی دکان بند ہونے سے بچ گئی اور اسے دوبارہ جدوجہد کرنے کے لیے اپنے پیروں پر کھڑا کردیا۔ وہ بیوہ جو بہت غریب تھی اور اس کی کوئی مدد نہیں کررہا تھا، جب اس کی دردناک کہانی مینگ نے سنی تو اس نے بیوہ اور اس کے بچوں کے لیے ایسے انتظامات کیے کہ بھوکے نہیں سوتے تھے۔ بیوہ کا دل مینگ کے لیے تشکر کے جذبات بھرا ہوا تھا کیونکہ اس نے اپنی سخاوت سے اسے زندگی کی ایک نئی جھلک دی تھی ۔

مینگ کے ذہن اور شخصیت کا اندازہ اس انداز سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ ان لوگوں میں تقسیم کیا جو بدقسمت تھے اور دنیا کی نعمتیں ان پر تنگ تھیں ۔

چین میں سخی آدمی امیر نہیں ہیں۔ یہ سچ ہے کہ کبھی کبھار ہی کسی کو کسی کروڑ پتی کی طرف سے عظیم عطیہ کے بارے میں سننے کو ملتا ہے، لیکن عوام سخاوت کے ان غیرمعمولی واقعات سے کبھی دھوکےمیں نہیں آتے۔ ان میں سے تقریباً ہر ایک عطیےکے پیچھے ایک خود غرضانہ مقصد ہوتا ہے، کیونکہ عطیہ دہندگان کی امید یہ ہوتی ہے کہ وہ حاکم کی حمایت حاصل کر کے کوئی اعلیٰ سرکاری عہدہ حاصل کر سکتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کسی بھی رقم کے عوض اپنے آپ کو اعلیٰ عہدوں کے لیے پیش کرسکیں ۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ خیرات میں بڑی رقم خرچ کرتے ہیں۔

لیکن مینگ کی خیرات ہمیشہ خالصتاً بے غرض ہوتی ، اور کسی اجر کا کوئی خیال اس کے ذہن میں کبھی نہیں آیا۔ وہ صرف اور صرف انسانی مصائب کو دور کرنے کی مخلصانہ خواہش رکھتا تھا۔ اس نے جن لوگوں کی مدد کی ان کے چہروں پر مسرت کی چمک، ان کی چمکتی ہوئی آنکھیں، اور ان کے لبوں سے پھوٹنے والے تشکر کے کلمات اس کے لیے وہ سب سے میٹھی ادائیگی تھی جو اس کے پاس موجود رقم کے بدلے میں اسے دی جا سکتی تھی۔

مینگ کی سخاوت کی شہرت بہت دور تک جا چکی تھی ۔ اسکا اظہار ایک ایسے واقعے سے ہوا، جس کا تعلق اس کے اکلوتے بیٹے چان کی قسمت پر اثر انداز ہونے سے تھا۔

ایک دن اسے ایک دور دراز شہر کے ایک انتہائی شریف خاندان کے سربراہ کی طرف سے ایک خط موصول ہوا، جس میں التجا کی گئی تھی کہ وہ اس کے ساتھ رشتےکے لیے رضامند ہو جائیں۔ اس شخص نے لکھا کہ اس کی ایک بیٹی ہے، جسےسب کہتے ہیں کہ بالکل خوبصورت نہیں ہے، اور اس کی خواہش تھی کہ اس کی شادی مینگ کے بیٹے سے کرائی جائے۔ مینگ کی نیکی اور اپنے ساتھیونمحبت کی شہرت اس کے کانوں تک پہنچ چکی تھی، اور وہ بے چین تھےکہ اس شادی سے ان کے خاندان ایک ہو جائیں گے۔

امیر سوداگر مینگ ، جس کے دل میں ہمیشہ خدمت کے لیے معصوم بچے جیسا جذبہ رہتا تھا، اس تجویز سے خوش ہوا، جو اس کے پاس اچانک آیا تھا، نہ کہ رشتہ کرانے والی عورت کی سازشوں سے۔ وہ خط لکھنے والے کے بظاہر فیاض جذبے سے بھی متاثر ہوا، اس لیے اس نے فوراً اس بات کا جواب دیا۔ تھوڑی سی خط و کتابت کے بعد، منگنی طے پا گئی، اور نوجوان جوڑے ایک دوسرے کے ساتھ قانونی رشتے میں بندھ گئے جنہیں سلطنت کی کوئی عدالت توڑنےکا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔

عین اسی موقع پر، جب مینگ کے معاملات عروج پر تھے، ایک دن اس کے دروازے پر ایک قابل احترام بونز (بدھ راہب)نمودار ہوا، جس نے کچھ دنوں کے لیےمینگ کا مہمان بننا چاہا، کیونکہ وہ ایک مندر کی یاترا پر جا رہا ہے اور طویل سفر سے تھک گیا ہے۔

مینگ، جو ایک بہت ہی متقی اور مذہبی آدمی تھا، اس نے بوڑھے راہب کا دل کی گہرائیوں سے استقبال کیا۔ اس نے گھر کے بہترین کمروں میں سے ایک میں اسے ٹھہرایا، اور اس کی فیاضانہ مہمان نوازی کی ۔جو مینگ کی عادت تھی کہ وہ اس پیشے کے لوگوں کی خدمت کرتا تھا، جو ایک خانقاہ سے دوسری خانقاہ کاسفر میں اکثر اس کے یہاں ایک یا دو رات ضرور گزارتے تھے۔

وہ راہب اس قدر خوش اخلاق تھا کہ سب ہی اس کے گرویدہ ہوگئے، اور وہ اس قدر بہتر اور پرہیزگار تھا کہ اس نے تمام گھر والوں کے دلوں کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیا،جب وہ جانے لگا تو مینگ نے اس ے مزید ٹھرنے کے لیے اصرار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مہینوں گزر گئے اور بونز اس کا مہمان بن کر اس کے پاس رہنے لگا۔

گھر کے سبھی لوگ اس اجنبی کے اخلاق کے اسیر تھے، اس لیے کہ اس کے پاس دل جیتنے کا ہنر تھااور اس کا سارا اثر اور کردار خاموش طاقت سے بھرپورتھا۔ وہ سب کے ساتھ ملنسار اور خوشگوار تھا، لیکن وہ چان کی صحبت میں سب سے زیادہ خوشی محسوس کرتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چان پر بھی اس کےسحر میں گرفتار ہوچکا تھا۔

چان اور راہب کی پہاڑیوں پر گھومنے پھرنے کی عادت پڑ گئی تھی ، جب پادری اپنے نوجوان دوست کو حیرت انگیز چیزوں اور مہم جوئی کی کہانیاں سناتاتھا۔ تاہم، اس کا مقصد محض چان کا دل بہلانا اتنا زیادہ نہیں تھا بلکہ اس کی ذہنی اوراحساسات کی سطح کو بلند کرنا تھا چان کی تربیت ہر ممکن طریقے سے جاری تھی۔

یہ بھی ان کا معمول تھا کہ وہ ہر صبح رہائش گاہ کے ساتھ منسلک بڑے باغ کے سرے پر کچھ ملحقہ مکانات میں آرام کرتےتھے، جہاں وہ بلا جھجک ان بہت سے سوالات پر ایک ساتھ بات چیت کرتےتھے بونز ہر سوال کا جواب دینے کے لیے تیار ہوتا تھا ۔ لیکن ایک چیز نے چان کو بہت زیادہ متاثر کیا، اور وہ یہ تھا کہ بونز نے اسے کچھ انوکھی شکلوں کی ٹائلیں اکٹھی کرنے پر مجبور کیا، اور انہیں مٹی گھروندوں فرش میں دفن کر دیا۔ چان اسے بچکانہ کھیل سمجھ کر باغیانہ اندازاختیار کرلیتا اور ایسا کرنے سے انکار کردیتا ، لیکن بونز کے لیے گہری محبت اور تعظیم نے اسے ایسا کرنے سے روکا تھا۔

ایک طویل عرصے کے بعد بالآخروہ دن آ گیا جب بونز نے اعلان کیا کہ اسے اپنے سفر پر آگے بڑھنا ہوگا۔ پہلے ہی وہ کہہ چکا تھا، اس نے اپنے طے شدہ قیام کیاصل مدت سے کہیں زیادہ قیام کیا تھا، اور اب فرض کی لازمی پکارنے یہ ضروری بنا دیا ہے کہ میں اس گھر میں مزید نہ ٹھہروں جہاں میرےساتھ اتنا شاہانہ سلوک کیا گیا ہے ۔

یہ دیکھ کر کہ وہ اپنے مقصد میں پرعزم ہے، مینگ نے اسے زاد راہ کے طور پر کچھ رقم دینا چاہی لیکن ، بونز نے اسے قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ اس کی خواہشات بہت کم ہیں، جن کو پورا کرنے کے لیےاور اسے ان مختلف مندروں سےعطیات ملنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی جہاں سےوہ اپنی منزل کی طرف جاتے ہوئےگزرے گا۔

مینگ نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ جس مہمان سے وہ اتنے بھاری دل کے ساتھ جدا ہو رہا ہے وہ بونز کے بھیس میں ایک پری ہے۔
لیکن ایسا ہی تھا۔ دور دراز کے مغربی آسمان کے حکمرانوں نے، جو مصیبت زدہ اور مفلسوں کی مدد کرنے میں مینگ کے ااعلیٰ اخلاق اور سخاوت بے حد متاثر ہوئے تھے، اس لیے انہوں نے اس امیر تاجر کےگھر ایک خاص آفت زدہ بحران سے نمٹنے کے لیے انتظامات کرنے کے لیے بونز بھیج دیا تھا جو کہ جلد ہی دنیا میں رونما ہونے والا تھا۔۔

خوش قسمتی کے جانے کے چند ماہ بعد، آفات کا ایک سلسلہ مینگ کے گھر پر تباہ کن اثرات کے ساتھ آیا۔ بہت سی کمپنیاں جن پر ان پر بھاری رقم واجب الادا تھی اچانک دیوالیہ ہو گئیں اور وہ خود کو ایسی مالی مشکلات میں مبتلا کر گئے کہ ان کے لیے قرض کی ادائیگی بالکل ناممکن ہو گئی۔
نتیجے کے طور پر، مینگ مکمل طور پر برباد ہو گیا، اور اپنے پاس موجود ہر چیز، یہاں تک کہ تمام نقدی کی ادائیگی کے بعد، اس نے خود کو مکمل طور پر بے بس پایا۔ اس کے دماغ پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ وہ شدید بیمار ہو گیا اور چند دنوں کی شدید تکلیف کے بعد اس کی روح سائے کی سرزمین میں غائب ہو گئی اور اس کی بیوی اور بیٹا ویران اور سوگوار رہ گئے۔
کچھ عرصے کے بعد چان نےاس امیر اور معزز آدمی کے بارے میں سوچا جو اسے داماد بنانےکے لیے بہت بے چین تھا،
، اور اپنی ماں سے مشورہ کرنے کے بعد، جو مکمل طور پر دل شکستہ تھی، وہ دور شہر کی طرف روانہ ہوا۔ جس میں اس کا مجوزہ سسر رہتا تھا۔ چن کو امید تھی کہ اس کا دل ان آفات سے متاثر ہو گا جو اس کے باپ پر پڑی ہیں اور وہ اس کے شدید دکھ کی گھڑی میں اس کی مدد کے لیے تیار ہوں گے، جب خود آسمان نے بھی اسے چھوڑ دیا ہے اور اس کے سر پر ایسی آفات کا ڈھیر لگا دیا ہے جو اکثر بدترین انسانوں کے ساتھ نہیں ہوتا۔
لمبے سفر سے تھک ہار کر جسے اس نے پیدل طے کیا تھا وہ ایک دن دوپہر کے قریب اس دروازے پر پہنچا جو اس محلاتی حویلی کے کشادہ صحن میں جاتا تھا جس میں اس کے سسر رہتے تھے۔ تاہم، دروازے بند اور ان پر روکاٹیں لگیہوئی تھیں ، گویا کوئی ان پر حملہ کرنے اور اندر کی دولت لوٹنے والا ہو۔
چن نے دروازے والے کو دروازہ کھولنے کے لیے آواز دی، لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اسے گھر کے مالک کی طرف سے حکم ملا ہے کہ اسے کسی بھی حالت میں داخلے کی اجازت نہیں ہوگی۔
"لیکن کیاتم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟" اس نے پوچھا. ’’کیا تم نہیں جانتے کہ اس حویلی کا مالک میرا سسر ہے اور اس کی بیٹی میری وعدہ شدہ بیوی ہے؟ اس لیے آپ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ مجھے یہاں کھڑا رکھیں، جب میرا ان تمام اعزازات کے ساتھ استقبال کیا جائے جن کا دعویٰ ایک داماد کر سکتا ہے۔"

"لیکن مجھے آپ کے خلاف خاص طور پر خبردار کیا گیا ہے،" چالاک دربان نے جواب دیا۔ "آپ داماد ہونے کی بات کرتے ہیں، لیکن اگر آپ کو لگتا ہے کہ اس گھر میں اس طرح کے رشتے کو تسلیم کیا جائے گا، تو آپ کی بڑی غلطی ہے۔ آپ کے والد کے کاروبار کی مکمل ناکامی اور ان کی وفات کی خبر میرے آقا تک پہنچی ہے اور انہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ مشکوک کردار کے لوگوں یا دیوالیہ لوگوں کے ساتھ کسی طرح بھی گھلنا ملنا نہیں چاہتے۔
چن، جو اپنے باپ کی نیکی اور فیاضی سے لبریز تھا، ان الفاظ سے اس قدر خوفزدہ ہوا کہ وہ اپنے باپ جیسے کم ظرف آدمی کا احسان قبول کرنے کے بجائے کسی قسم کی توہین برداشت کرنے کے بجائےاپنے سسر کےدروازے سے بھاگ گیا۔
وہ پوری طرح مایوسی اور مایوسی کے عالم میں سڑک پار کر رہا تھا کہ وہ دوبارہ اپنے گھر واپس کیسے جائے گا، جب سڑک کے کنارے ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں ایک عورت نے اسے اندر آنے اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
’’لگتا ہے آپ پریشانی میں ہیں، جناب،‘‘ اس نے کہا، ’’اور تھکاوٹ سے ایسے تھکے ہوئے ہیں جیسے آپ نے ابھی ایک طویل سفر مکمل کیا ہو۔ میں اور میرے بچے دوپہر کے کھانے پر بیٹھنے والے ہیں، اور اگر آپ آئیں اور ہمارے ساتھ کھانا کھائیں تو ہمیں بہت خوشی ہوگی۔ میں آپ کو دیکھ رہی تھی جب آپ اس امیر کے گھر کے دروازے پر کھڑے تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا۔ کوئی بات نہیں،" اس نے آگے کہا، "خدا جانتا ہے کہ آپ کے ساتھ کیا ناانصافی ہوئی ہے، اور وقت آنے پر آپ کو جو چوٹ پہنچی ہے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔"
چان کوان مہربان الفاظ سے تسلی اور خوشی ہوئی، اور اس غریب عورت کی طرف سے دیے گئے مادرانہ استقبال سے، چن اپنے واپسی کے سفر پر روانہ ہوا، اور بہت تکلیف کے بعد بالآخر اپنے گھر پہنچ گیا۔ یہاں اس نے اپنی ماں کو انتہائی غربت میں پایا، اور اس کا دل اب بھی اپنے نیک دماغ شوہر کی موت پر گہرے غم سے بھرا ہوا تھا۔
چن کو اپنے سسر کے گھر میں داخل ہونے منع کرنے کے تقریباً فوراً بعد، اس کی بیٹی، واٹر للی، کو معلوم ہوا کہ اس کے باپ نے اس کےمنگیترکے ساتھ کیا ناروا سلوک کیا تھا۔ وہ انتہائی غم زدہ تھی، اور اس کی آنکھوں میں آنسو اور دکھ سے بھری آواز کے ساتھ، اس نے اپنی ماں سے کہا کہ وہ اپنی طرف سے اس کے والد سے درخواست کریں اور اسے اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ محلے کےایک امیر آدمی سے اس کی شادی طے کرنے کا ارادہ ترک کر دیں۔
اس نے کہا، "میرے والد میرے لیے دوسرے شوہر کی تلاش میں ہیں، لیکن میں چن کے علاوہ کسی اور سے شادی کرنے کے لیے کبھی رضامند نہیں ہوں گی۔ وہ تمام رسومات اور تقریبات ختم ہو چکی ہیں، جو مجھے زندگی بھر چان کی بیوی رہنے کا پابند کرتی ہیں اور اب اسے چھوڑ دینا کیونکہ اس کے گھر پر آفت آئی ہے، دیوتاؤں کے انتقام کو دعوت دینے کے مترادف ہے، جو یقیناً ہم سے کچھ لے کر جائیں گے، اگر ہم ان کے اصولوں کے خلاف کام کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ بہت افسوسناک ہوگا۔
واٹر للی کی رحم کی اپیلوں کا اس کے والد پر کوئی اثر نہیں ہوا، جس نے اپنی بیٹی کی شادی نئے امیدوار سے کرنے میں جلدی کی، تاکہ بدقسمت چن کو دوبارہ اپنی بیوی پر دعویٰ کرنے سے روک سکے۔
تاہم، وہ اپنے والد کی طرح ہی ضدی تھی، جب اس نے محسوس کیا کہ اس کی تمام تر دعاؤں اور اپیلوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا ہے، اور یہ کہ چند دنوں میں دروازے پر سرخ رنگ کی دلہن کی کرسی نمودار ہوگی۔جو اسے اس کے نئے شوہر کے یہاں لے جائے گی ، اس نے اس طرح کے سانحے کو روکنے کے لیے بہادرانہ طریقےکو اپنانے کا عزم کیا۔

اگلے دن جب صبح طلوع ہونے لگی، امیر آدمی کے گھر کا بغلی دروازہ چوری چھپے کھول دیا گیا، اور ایک مفلوک الحال نظر آنے والی بھکاری عورت اداس گلیوں میں نکل آئی اور وہاں سے دور آزاد ملک کی طرف سفر کرنے لگی ۔

وہ روتی بھکارن کا اتنا ہی نمونہ تھی جیسے کہ بھکاری ہوا کرتے ہیں ۔ اس نے پھٹے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے ایسا لگتا تھا جیسے کسی نادیدہ طاقت نے اسے باندھ دیا ہو۔ اس کے بال گندی گانٹھوں میں بندھے ہوئے تھے اور ایسا لگتا تھا جیسے کسی کنگھی نے اسے ترتیب دینے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ اس کا چہرہ مٹی سے کالا تھا اور اس کے ایک کان پر ایک بڑا گندا دھبہ اس طرح چپکا ہوا تھا کہ اس کی شکل دیکھنے والوں کی نظروں سے بالکل پوشیدہ تھی۔ مجموعی طور پر یہ ایک بہت ہی غیر دلکش چیز تھی۔ اور پھر بھی وہ اس سارے دائرے میں سب سے پیاری عورت تھی، کیونکہ وہ کوئی اور نہیں بلکہ شہر کی مشہور خوبصورت واٹر للی تھی، جس نے اس بھیس کو اُس رشتے سے بچنے کے لیے اپنایا تھا جو اس کے باپ نے اس کے لیے طے کیا تھا۔

کئی ہوئے مہینوں تک اس نے سفر جاری رکھا، سخت ترین مشکلات برداشت کیں، اور ایسی مہم جوئیوں سے گزرتی رہی، جنہیں اگر کوئی باصلاحیت مصنف ایک جلد میں جمع کر دیتا، تو بہت سے قارئین کو اس بہادر نوجوان لڑکی کی تعریف سے خوش کر دیتا۔ اگرچہ اس کی پرورش ایک ایسے گھر میں ہوئی تھی جہاں ہر طرح کی آسائشیں مہیا کی گئی تھیں، پھر بھی اس نے ایک فقیر کی زندگی کی ذلت اور محرومیاں برداشت کیں، بجائے اس کے کہ وہ اس آدمی کے سامنے جھوٹا ہونے پر مجبور ہو جائے جس کے بارے میں وہ یقین رکھتی تھی کہ خدا نے اسے ایک ساتھی کے طور پر دیا ہے۔
ایک شام جب چان کے ویران گھر کے باہری صحن پر گھنے سائے پڑ رہے تھے تو سامنے کے دروازے پر ایک قابل رحم بھکارن خوفزدہ نظروں سے اس کمرے کی طرف دیکھ رہی تھی جو گلی کی طرف تھا۔بھکارن کے منہ سےایک لفظ بھی انہیں نکلا جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ وہاں صدقہ لینے آئی ہے۔

چند منٹوں بعد چان کی ماں کمرے سے باہر آگئی۔ جب اس نے اس چیتھڑے میں ملبوس، بے بس مخلوق کو خاموش کھڑا دیکھا، جیسے اسے ڈر ہو کہ اس پر کوئی طعن و تشنیع کے کلمات نہ پڑ جائیں گے، تو وہ بڑے ترس سے بھری ہوئی، اس کے پاس آئی اور نرم زبان سےاسے پیار سے تسلی دینے لگی۔
وہ یہ جان کر حیران رہ گئی کہ یہ بوسیدہ، گندی چیز اس نرم، مادرانہ گفتگو سے پرجوش انداز سے متاثر ہوئی جس میں اسے مخاطب کیا گیا تھا۔ آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے اس کے گندے چہرے سے ٹپک رہے تھے، ان کے پیچھے ایک تنگ، برف جیسی لکیر رہ گئی۔ اس وقت وہ سسکیوں سے یوں رو رہی تھی کہ اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا، جب کہ وہ ہاتھ مروڑ رہی تھی جیسے کوئی بڑا غم اس کے دل کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہو۔مسز مینگ اس دکھی عورت کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوئیں اور جب وہ گہری ہمدردی کی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں، تو وہ چوڑا دھبہ جس نے بھکاری کے چہرے کو دھندلا اور بگاڑ دیا تھا، اچانک زمین پر گر گیا۔
یہ منظر سب سے چونکا دینے والا تھا، چمکتی خوبصورت سیاہ آنکھیں،مسز مینگ کی حیران کن نگاہوں کے سامنے نمودار ہوئی۔ اجنبی کو مزید قریب سے دیکھنے پر اس نے دیکھا کہ اس کے خدوخال انتہائی کامل تھے اور اس میں وہ وقار اور شاعری تھی جسے چین کے عظیم مصوروں نے سلطنت کی مشہور خوبصورتیوں سے منسوب کیا ہے۔
"مجھے بتاؤ تم کون ہو،" وہ روتے ہوئے اس کے کندھے پر شفقت اور پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولی، "اس کے لیے تم ایک عام بھکاری عورت ہو، میں کبھی یقین نہیں کر سکتی۔ تم ضرور کسی بڑے گھر کی بیٹی ہو، اور کسی بڑی برائی سے بچنے کے لیے اس بھیس میں یہاں آئی ہو۔

"مجھ پر اعتماد کرو،" اس نے جاری رکھا، "اور وہ سب کچھ جو ایک عورت دوسری کے لیے کر سکتی ہے، میں تمہارے لیے کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن پیاری بچی اندر آؤ اور ہم مل کر بات کریں اور کوئی ایسا منصوبہ بنائیں جس کے ذریعے میں واقعی آپ کی مدد کر سکوں، کیونکہ میں محسوس کرتی ہوں کہ میرا دل آپ کی طرف اس طرح مائل ہوا ہے جس طرح میں نے پہلے کبھی کسی اجنبی کے لیے محسوس نہیں کیا تھا۔اس کے بعد مسز مینگ اسے اپنے کمرے میں لے گئیں، جہاں واٹر للی نے وہ بیرونی لباس پھینک دیا جس میں وہ ایک بھکاری کے طور پر عوام کے سامنے آئی تھی، اور چان کی ماں کو اپنی شاندار کہانی سناتے ہوئے، اس نے خود کو ان کی بہو کے طور پر ظاہر کیا۔ .

تاہم، اس غم زدہ گھر میں اس کی رومانوی آمد نے اچانک خوشیوں کی ایک چمک تو لے آئی، لیکن یہ بڑا سوال کہ وہ زندگی کیسے گزاریں گے، ابھی حل ہونا باقی تھا۔ وہ بالکل بے وسیلہ تھے، اور جس گھر میں وہ رہتے تھے اسے بیچ کر ہی اپنے معمولی اخراجات کو پورا کرنے کی امید کر سکتے تھے۔
آخر کار اس منصوبے پر بحث ہوئی اور یہ طے پایا کہ سب سے پہلے ان ناکارہ عمارتوں کو ٹھکانے لگایا جائے جن میں چان اور بونز ہر دن کا ایک حصہ ایک ساتھ گزارا کرتے تھے۔
یہ اندازہ لگانے کے لیے کہ انملحقہ مکانات کی قیمت کتنی ہے، چان یہ دیکھنے گیا کہ وہ کس حالت میں ہیں تاکہ وہ ان کی قیمت مقرر کر سکے۔ چونکہ وہ کچھ عرصے سے استعمال نہیں ہوئے تھے، اس لیے ان کے چاروں طرف گھاس پھیل گئی تھی، اور وہاں مکان خستہ حال اور ہوا اداس تھی جس سے چن کو خوف تھا کہ ان کی مارکیٹ میں زیادہ قیمت نہیں ہوگی۔جب وہ وہاںایک کھلے دروازے سے اندر داخل ہوئے، تو عشق پیچاں کی ایک خوب صورت بیل ان کا راستہ روک رہی تھی، چان نےناامیدی کے احساس کے ساتھ ارد گرد دیکھا جو اس کے دل کومایوس کر رہا تھا۔

اس جگہ کی ہوا مرطوب اور باسی تھی۔ دیواروں پر سفید فنگس چمکتا ہوا دیکھا جا سکتا تھا، جیسے وہ اداس ماحول میں ہلکا سا رنگ ڈالنا چاہتا ہو۔ مکڑی کے بڑے بڑے جالے شہتیروں اور چھتوں کے اوپر لہرا رہے تھے، جب کہ چھوٹے جالے، نازک فیتے کی طرح سجاوٹ کے ساتھ، کھڑکیوں کے کونوں کو خوبصورت بنانے کی کوشش کر رہے تھے، جن سے باہر کی دنیا کی روشنی اداس کمروں میں پھیلی ہوئی تھی۔
سورج کی روشنی کو کمرے ڈاخل ہونے کے لیے چان نے کھڑکیوں کو کھولا، چان کو جلد ہی یقین ہو گیا کہ اس کی جائیداد کے اس مخصوص حصے کی مارکیٹ ویلیو بہت کم ہو گی، اور جب تک وہ یہاں کی بڑے پیمانے پر تزئین و آرائش نہیں کرتا، کسی بھی خریدار کو اس کے لیے قائل نہیں کیا جاسکتا۔
جب وہ اس مسئلے پر غور کر رہا تھا، تو اس کی آنکھ نے مٹی کے فرش کے ایک حصے سے چاندی کی چمک دیکھی، جہاں کی سطح کو ظاہر ہے کہ اندر گھومنے والے کسی جانور نے کھرچ دیا تھا۔
چان نے اس سفید چمکدار چیز کو غور سے دیکھا جس نے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی، اسے یاد آیا کہ یہ ان ٹائلوں میں سے ایک ہے جسے بونز نے زمین میں دفن کر دیا تھا، اور جب اس نے اسے اٹھایا تو اسے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ یہ پراسرار طور پر چاندی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ چاندی زمین کی گہرائی میں کھودنے پر انہیں معلوم ہوا کہ اس پرانی اور بظاہر بیکار عمارت کے فرش کے نیچے چھپے ہر ٹائل کے ساتھ بھی یہی عمل ہوا ہے۔
کچھ دنوں تک اپنے خزانے کو اپنے گھر میں محفوظ جگہ پر پہنچانے میں مصروف رہنے کے بعد، چان کو اندازہ ہوا کہ اب وہ کئی ملین ڈالرز کا مالک ہے، اور یہ کہ وہ پہلے شہر کے غریب ترین آدمیوں میں سے ایک تھا اوراب اس کی دسترس میں کروڑوں کی دولت ہے۔

اس طرح دیوتاؤں نے، مسٹر مینگ کی شاندار زندگی اور غریبوں اور مصیبت زدوں کے لیے ان کی محبت اور ہمدردی کی تعریف کرتے ہوئے، اس کے گرے ہوئے گھر کو خوشحالی کی اس بلند ترین چوٹی پر پہنچا دیا جتنا کہ اس کی زندگی میں اسے کبھی حاصل نہیں ہوا تھا۔

۲۷

عظیم سیلاب

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بیوہ تھی، جس کا ایک بچہ تھا. اور وہ بچہ ایک نرم دل لڑکا تھا جسے ہر کوئی پسند کرتا تھا. ایک دن اس نے اپنی ماں سے کہا: "باقی تمام بچوں کی ایک دادی ہے، لیکن میری کوئی نہیں. اور اس سے مجھے بہت دکھ ہوتا ہے!"

اس کی ماں نے کہا، ''ہم تمہارے لیے ایک دادی کا شکار کریں گے. ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک بوڑھی بھکارن ان کےگھر میں آئی جو بہت بوڑھی اور کمزور تھی. اور جب بچے نے اسے دیکھا تو اس سے پوچھاتم میری دادی بنو گی.

پھروہ اپنی ماں کے پاس گیا اور کہا: باہر ایک بھکاری عورت ہے، جسے میں اپنی دادی بنانا چاہتا ہوں! اور اس کی ماں نے راضی ہو کر اسے گھر میں بلایا. حالانکہ بوڑھی عورت بہت گندی تھی.

تو لڑکے نے اپنی ماں سے کہا: "آؤ، دادی کو نہلا دیں." اور انہوں نے اس عورت کو نہلایا. لیکن اُس کے بالوں میں بہت زیادہ گڑلے تھے، اِس لیے اُنہوں نے اُن سب کو اُٹھا کر ایک مرتبان میں ڈال دیا، اور اُنہوں نے پورا گھڑا بھر دیا. تب دادی نے کہا: "انہیں پھینک نہ دو، بلکہ باغ میں دفن کر دو. اور بڑے سیلاب آنے سے پہلے تمہیں انہیں دوبارہ کھودنا نہیں چاہیے."

"بڑا سیلاب کب آرہا ہے؟" لڑکے نے پوچھا.

''جب جیل کے سامنے پتھر کے دو شیروں کی آنکھیں سرخ ہو جائیں گی تو بڑا سیلاب آئے گا،'' دادی نے کہا.

چنانچہ لڑکا شیروں کو دیکھنے گیا لیکن ان کی آنکھیں ابھی تک سرخ نہیں ہوئیں. اور دادی نے بھی اس سے کہا: "ایک چھوٹا سا لکڑی کا جہاز بنا کر ایک چھوٹے سے ڈبے میں رکھو." اور یہ اس لڑکے نے کیا. اور وہ ہر روز جیل کی طرف بھاگتا اور شیروں کو دیکھتا، گلیوں میں چلتے پھرتے لوگ اس کی اس حرکت پر حیران تھے .

ایک دن جب وہ مرغی کی دکان کے پاس سے گزرا تو قصاب نے اس سے پوچھا کہ وہ ہمیشہ شیروں کے پاس کیوں بھاگتا ہے؟ اور لڑکے نے کہا: جب شیروں کی آنکھیں سرخ ہو جائیں گی تو بڑا سیلاب آئے گا.

قصاب یہ بات سن کراس پر ہنسا۔ اور اگلی صبح، کافی سویرے، اس نے چکن کا کچھ خون لیا اور اسے شیروں کی آنکھوں پر لگایا۔ جب لڑکے نے دیکھا کہ شیروں کی آنکھیں سرخ ہیں، تو وہ تیزی سے گھر بھاگا، اور اپنی ماں اور دادی کو بتایا۔

اور پھر اس کی دادی نے کہا: "جلدی سے گھڑے کو کھودیں، اور چھوٹے جہاز کو اس کے ڈبے سے نکالیں۔" اور جب اُنھوں نے گھڑے کو کھودا تو وہ خالص ترین موتیوں سے بھر گیا اور چھوٹا جہاز ایک حقیقی جہاز کی طرح بڑا اور بڑا ہوتا گیا۔

تب دادی نے کہا: "مٹکے کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور جہاز میں سوار ہو جاؤ۔ اور جب بڑا سیلاب آئے تو تم اُن تمام جانوروں کو بچا سکتے ہو جو اُس میں دھکیلے گئے ہیں۔ لیکن انسان، اپنے سیاہ سروں کے ساتھ، آپ کو بچانے والا نہیں ہے۔" چنانچہ وہ جہاز پر چڑھ گئے، اور دادی اچانک غائب ہو گئیں۔

پھربارش ہونے لگی اور آسمان سے بارش مزید زور سے برس رہی تھی۔ بارش اتنی تیز تھی کہ اس سےکوئی ایک قطرہ نہیں گرتا تھا، بلکہ پانی کی ایک بڑی چادر تھی جس نے ہر چیز کو سیلاب میں لپیٹ لیادیا تھا۔

پھر ایک کتا بہتا ہوا آیا، اور انہوں نے اسے اپنے جہاز میں بچا لیا۔ کچھ ہی دیر بعد چوہوں کا ایک جوڑا آیااپنےچھوٹے بچوں کے ساتھ، جوخوف کے مارے زور زور سے چیخ رہے تھے۔ اور یہ بھی انہوں نے بچا لیے۔ پانی پہلے ہی گھروں کی چھتوں تک بڑھ رہا تھا، اور ایک چھت پر ایک بلی کھڑی تھی، اپنی پیٹھ کو جھکا رہی تھی ۔ وہ بلی کو بھی جہاز میں لے گئے۔

پھر بھی سیلاب بڑھتا گیا اور درختوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا۔ اور ایک درخت پر ایک کوّا بیٹھا اپنے پروں کو پیٹ رہا تھا اور زور سےکائیں کائیں کررہا تھا۔ اور وہ اسے بھی، اندر لے گئے۔ آخر کار شہد کی مکھیوں کا ایک غول اڑتا ہوا آیا۔ چھوٹی مخلوق کافی گیلی تھی، اور مشکل سے اڑ سکتی تھی۔ چنانچہ وہ شہد کی مکھیوں کو اپنے جہاز پر لے گئے۔ آخر کار کالے بالوں والا ایک آدمی لہروں پر تیرتا رہا۔

لڑکے نے کہا: "ماں، ہم اسے بھی بچا لیں!" لیکن ماں ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ "کیا دادی نے ہمیں نہیں بتایا تھا کہ ہمیں کسی کالے سر والے انسان کو نہیں بچانا چاہیے؟"

لیکن لڑکے نے جواب دیا: "اس کے باوجود ہم اس آدمی کو بچائیں گے۔ مجھے اس کے لیے ترس آتا ہے، اور میں اسے پانی میں بہتا دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہوں نے اس آدمی کو بھی بچا لیا۔

آہستہ آہستہ پانی کم ہوتا گیا۔ پھر وہ اپنی کشتی سے باہر نکلے اور انسان اور درندوں سے الگ ہو گئے۔ اور جہاز پھر چھوٹا ہو گیا اور اُنھوں نے اُسے اپنے صندوق میں ڈال دیا۔

لیکن آدمی موتیوں کی خواہش سے لبریز تھا۔ وہ جج کے پاس گیا اور لڑکے اور اس کی ماں کے خلاف شکایت درج کرائی اور دونوں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ پھر چوہے آئے، اور دیوار میں گڑھا کھودا۔ اور کتا سوراخ سے آیا اور ان کے لیے گوشت لایا، اور بلی ان کے لیے روٹی لے کر آئی، اس لیے انھیں جیل میں بھوکا نہیں رہنا پڑا۔ لیکن کوا اڑ گیا اور جج کے لیے خط لے کر واپس آیا۔

یہ خط ایک دیوتا کی طرف سے لکھا گیا تھا، اور اس میں کہا گیا تھا: "میں ایک بھکاری عورت کے بھیس میں مردوں کی دنیا میں گھومتی تھی۔ اور اس لڑکے اور اس کی ماں نے مجھے اپنے گھرمیں جگہ دی لیا، اس لڑکے نے میرے ساتھ اپنی دادی جیسا سلوک کیا، اور جب میں گندی تھی تو اس نے مجھے نہلایا۔ اس کی وجہ سے، میں نے ان کو بڑے سیلاب سے بچایا جس کے ذریعے میں نے اس گنہگار شہر کو تباہ کر دیا جس میں وہ رہتے تھے۔ اے جج تو ان کو آزاد کر دے ورنہ بدقسمتی تیرے حصے میں آئے گی۔

چنانچہ جج نے انہیں اپنے سامنے لایا، اور پوچھا کہ انہوں نے کیا کیا، اور وہ سیلاب سے کیسے بچے۔ پھر اُنھوں نے اُسے سب کچھ بتایا، اور جو کچھ اُنھوں نے کہا وہ دیوتا کے خطکے مطابق تھا۔ چنانچہ جج نے ان پرالزام لگانے والے کو سزا دی، اور دونوں کو آزاد کر دیا۔

جب لڑکا بڑا ہوا تو وہ ایک بہت بڑی آبادی والے شہر میں آیا، اور وہاں اسے معلوم ہوا کہ شہزادی شادی کرنا چاہتی ہے۔ لیکن صحیح آدمی کی تلاش میں ہے، اس نے پردہ کرلیا ہے، اور خود کو پالکی میں بٹھا لیا ہے، اور بہت سے دوسرے لوگوں کے ساتھ اس پالکی کو بازار لے گئی۔ ہرپالکی پر ایک پردہ اوڑھی ہوئی عورت بیٹھی تھی، اور شہزادی ان کے بیچ میں تھی۔ اور جو کوئی صحیح پالکی کو ٹھوکرمارے گاشہزادی اس کی دلہن بن جائے گی۔
چنانچہ وہ نوجوان بھی وہاں چلا گیا اور جب وہ بازار میں پہنچا تو اس نے ان شہد کی مکھیوں کو دیکھا جن کو اس نے بڑے سیلاب سے بچایا تھا، سب ایک پالکی کے گرد گھوم رہی تھیں۔ وہ اس پالکی کی طرف بڑھا، اور یقینی طور پر، شہزادی اسی

پالکی میں بیٹھی تھی جسے اس نے ٹھوکر ماری تھی اور پھر ان کی شادی کا جشن منایا گیا، اور وہ اس کے بعد ہنسی خوشی زندگی گزار نے لگے۔

۲۸

سونے کی ڈلی

ایک زمانے میں بہت سے سال پہلے چین میں کی وو اور پاو شو نامی دو دوست رہتے تھے۔ ڈیمن اور پی تھیاس کی طرح یہ دونوں نوجوان ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے اور ہمیشہ ساتھ رہتے تھے۔ ان کے درمیان کوئی تلخ کلامی نہیں ہوئی - ان کی دوستی کو کسی قسم کے خیالات نے متاثر نہیں کیا۔ ان کی بے لوثی کے بارے میں بہت سی دلچسپ کہانیاں سنائی جا سکتی ہیں، اور یہ کہ کس طرح اچھی پریوں نے انہیں نیکی کا حقیقی انعام دیا۔ تاہم، صرف ایک کہانی یہ بتانے کے لیے کافی ہو گی کہ ان کی محبت اور ان کی نیکی کتنی مضبوط تھی۔

موسم بہار کے شروع میں یہ ایک روشن خوبصورت دن تھا جب کی وو اور پاو شو ایک ساتھ ٹہلنے کے لیے نکلے، کیونکہ وہ شہر کے ہنگاموں اوراس کے شور سے تھک چکے تھے۔

"آئیے ہم دیودار کے جنگل کے بیچ میں چلتے ہیں،" کی وو نے ہلکے سے کہا۔ "وہاں ہم ان پریشانیوں کو بھول سکتے ہیں جو ہمیں پریشان کرتی ہیں۔ وہاں ہم پھولوں کی مٹھاس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں اور کائی سے ڈھکی زمین پر لیٹ سکتے ہیں۔ "اچھا !" پاو شو نے کہا، "میں بھی تھک گیا ہوں۔ جنگل آرام کی جگہ ہے۔‘‘

چھٹی کے دن یہ دو محبت کرنے والےخوش خوش، گھومتی ہوئی سڑک پر سےگزرے، ان کی نظریں دور دراز درختوں کی چوٹیوں کی طرف تھیں۔جوں جوں وہ جنگل کے قریب آتے جاتے تھےبھر پور تفریح کی خوشی سےان کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔

"تیس دن تک میں نےاپنی کتابوں پرکام کیاہے،" کیوونےآہ بھری۔ "تیس دن سےمجھےآرام نہیں ملا۔ میراسرعلم سےبھراہواہےمجھےڈرہےکہیں یہ پھٹ نہ جائے۔ اس سرسبز و شاداب جنگل میں ہمیں تازہ ہوا کی ضرورت ہے۔

"اور میں،" پاؤ شو نے افسوس سے کہا، "میں نےکاؤنٹر پر ایک غلام کی طرح کام کیا ہے اور اسے اتنا ہی پھیکا پایا ہے جتنا کہ آپ کو اپنی کتابیں ملی ہیں۔ میرے آقا میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔ واقعی، اس کی پہنچ سے باہر جانا اچھا لگتا ہے۔"

اب وہ گھاٹی کی سرحد پر آئے، ایک چھوٹی ندی کو عبور کیا، اور درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان سر جھکائے کئی گھنٹے تک وہ گھومتے رہے، باتیں کرتے اور مزے سے ہنستے رہے۔ جب اچانک پھولوں سے ڈھکی جھاڑیوں کے جھنڈ کےنزدیک سے گزرے تو انہوں نے اپنے سامنے سونے کا ایک ڈھیرسیدھے راستے میں چمکتا دیکھا۔

"دیکھو!" دونوں نے ایک ہی وقت میں بولے، اور خزانے کی طرف اشارہ کیا۔

کی وو، جھک کر، ڈلی اٹھائی۔ یہ تقریباً ایک لیموں جتنا بڑا تھا، اور بہت خوبصورت تھا۔ "یہ تمہارا ہے، میرے پیارے دوست،" اس نے ساتھ ہی اسے پاو شو کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کا کیونکہ آپ نے اسے پہلے دیکھا تھا۔"

"نہیں، نہیں،" پاو شو نے جواب دیا، "آپ غلط ہیں، میرے بھائی، کیونکہ آپ نے سب سے پہلے بات کی تھی۔ اب، آپ اس کے بعد کبھی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اچھی پریوں نے آپ کو اپنے تمام وفادار گھنٹوں کے مطالعہ کا بدلہ نہیں دیا۔

"مجھے میرے مطالعہ کا بدلہ دیا! کیوں، یہ ناممکن ہے۔ کیا عقلمند ہمیشہ یہ نہیں کہتے کہ مطالعہ اپنا اجر خود لاتا ہے؟ نہیں، سونا آپ کا ہے: میں اس پر اصرار کرتا ہوں۔ اپنے ہفتوں کی سخت مشقت کے بارے میں سوچیں—اُن آقاؤں کے بارے میں جنہوں نے آپ کو ہڈی تک پہنچایا! یہاں کچھ بہت بہتر ہے۔ لے لو،" ہنستے ہوئے۔ "ممکن ہے کہ یہ گھونسلے کا انڈا ہو جس کے ذریعہ آپ کو بڑی خوش قسمتی حاصل ہو۔"

اس طرح انہوں نے کچھ منٹ تک مذاق کیا، ہر ایک نے اپنے لیے خزانہ لینے سے انکار کر دیا۔ ہر ایک اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ اس کا تعلق دوسرے سے ہے۔ آخر کار، سونے کا ٹکڑا اسی جگہ گرا دیا گیا جہاں انہوں نےپہلے اس کا سراغ لگایا تھا، اور دونوں ساتھی آگے بڑھ گئے، دونوں خوش تھےکیونکہ وہ اپنے دوست سے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ اس طرح انہوں نے جھگڑے ہونے کا کوئی بھی موقع پیدا نہیں ہونے دیا۔

"ہم سونے کے لیے شہر چھوڑ کر یہاں نہیں آئے،" کی وو نے گرمجوشی سے کہا۔

"نہیں،" اس کے دوست نے جواب دیا، "اس جنگل میں ایک دن کی قیمت ہزار ڈلی ہے۔"

"آؤ آبشار پر چلتے ہیں اور پتھروں پر بیٹھتے ہیں،" کی وو نے مشورہ دیا۔ "یہ پورے پارک میں بہترین جگہ ہے۔"
جب وہ آبشار پر پہنچے تو انہیں یہ دیکھ کر دکھ ہوا کہ وہ جگہ خالی نہیں ہے - ایک دیہاتی اپنی لمبائی چوڑائی میں پاؤں پسارے لیٹا ہوا ہے۔
"بیدار ہو جاؤ، ساتھی!" پاو شو نے پکارا، " دولت آپ کے نزدیک ہے۔ اس راستے پر ایک سنہری سیب منتظرہے کہ کوئی آدمی آئےاور اسے لے لے۔''

اس کے بعد اس نے نامعلوم اجنبی کو صحیح جگہ بتائی جہاں خزانہ تھا، اور اسے بے تابی سے اس کی تلاش کے لیے نکلتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔
ایک گھنٹے تک وہ ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اندوز ہوتے رہے، مستقبل کے لیے اپنی تمام امیدوں اور عزائم کے بارے میں بات کرتے رہے، اور اوپر کی شاخوں میں اڑتے پرندوں کی موسیقی سنتے رہے۔
آخر کار وہ اس شخص کی غصے سے بھری آواز سے چونک گئے جو سونے کی ڈلی کے پیچھے چلا گیا تھا۔ "تم نے میرے ساتھ کیا چال چلائی ہے، سوامی؟ تم مجھ جیسے غریب آدمی کو گرمی کے دنوں میں غیر ضروری طور پر کیوں پریشان کرتے ہو؟"
"کیا مطلب ہے بھائی؟" کی وو نے حیران ہو کر پوچھا۔ "کیا آپ کو وہ پھل نہیں ملا جس کے بارے میں ہم نے آپ کو بتایا تھا؟"

''نہیں،'' اس نے غصے سے جواب دیا، ''لیکن اس کی جگہ ایک عفریت سانپ ہے، جسے میں نے اپنے بلیڈ سے دو ٹکڑے کر دیا ہے، اب دیوتا جنگل میں کسی چیز کو مارنے پر میری بدقسمتی لے کر آئیں گے۔ اگر تم نے سوچا تھا کہ تم مجھے اس طرح کی

چال سے اس جگہ سے بھگا سکتے ہو تو جلد ہی تم کو معلوم ہو جائے گا کہ تم غلط تھے، کیونکہ میں اس جگہ پر پہلے آیا تھا اور تمہیں کوئی حق نہیں ہے کہ مجھے حکم دو۔
''اپنی بکواس بند کرو، احمق، اور اس تانبے کو اپنی مصیبت کے لیے لے لو۔ ہم نے سوچا کہ ہم آپ پر احسان کر رہے ہیں۔ اگر آپ اندھے ہیں، تو آپ کے سوا آپ کے لیے کوئی قصور نہیں ہے۔ آؤ، پاو شو، ہم واپس چلیں اور اس شاندار سانپ کو دیکھیں جو سونے کے ٹکڑے میں چھپا ہوا ہے۔
دونوں ساتھی زور سے ہنسے اور دیہاتی کو چھوڑ کر ڈلی کی تلاش میں واپس پلٹ گئے۔
طالب علم نے کہا، "اگر میں غلط نہیں ہوں، تو سونا اس گرے ہوئے درخت کے پرے ہے۔"

"بالکل سچ؛ ہم جلد ہی مردہ سانپ دیکھیں گے۔"

انہوں نے تیزی سے راستے کے باقی ماندہ حصے کو عبور کیا، ان کی نظریں زمین پر دھیان سے جمی ہوئی تھیں۔ اس جگہ پہنچ کر جہاں وہ چمکتا ہوا خزانہ چھوڑ کر گئے تھے، ان کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا
وہاں نہ تو سونے کا ڈھیر تھا اور نہ ہی وہ مردہ سانپ تھا جسے کاہل آدمی نے مارنے کا دعوٰی کیا تھا، بلکہ سونے کی دو خوبصورت ڈلیاں تھیں، جو اس ڈلی سے بہت بڑی تھیں جو انہوں نے پہلے دیکھی تھی
دونوں دوستوں نے ایک ایک ڈلی اٹھائی اور ایک دوسرے کو دے دی

"آخر پریوں نے تمہیں تمہاری بے لوثی کا بدلہ دیا ہے!" کی وو نے کہا۔

"ہاں،" پاو شو نے جواب دیا، "مجھے ایک موقع دے کر آپ کو کہ میں آپ کوشیرینی کھلاؤں۔"

Disclaimer: The content presented in this book has been translated from the below provided source. We wish to clarify that the original content is not created by the China Study Center IBA Karachi; instead, it has been adapted and translated from pre-existing sources. Our role in this work is solely to render the content accessible to a wider audience through translation.

Source: https://fairytalez.com/region/chinese/

Published By

China Study Center

Institute of Business Administration Karachi, Pakistan

All rights reserved. No part of this publication may be reproduced, distributed, or transmitted in any form or by any means without the written approval from the China Study Center IBA Karachi.

Copyright © (2023) by China Study Center Institute of Business Administration, Karachi

Price: Rs. 500/-

9 789699 759277

IBA PRESS